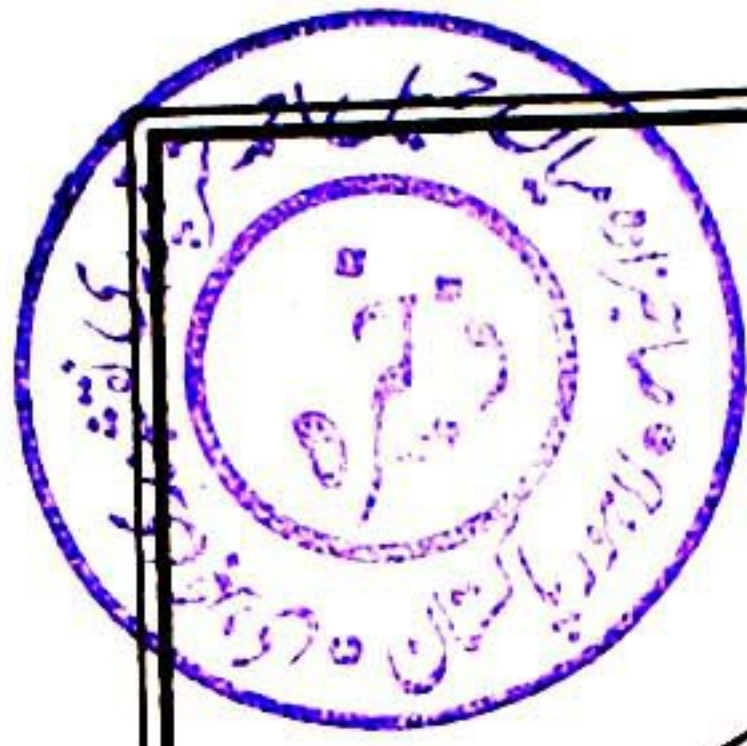


صَلَاةُ الرَّسُولِ يَعْنِي

إِسْمُ النَّبِيِّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سَيِّدُ مُحَمَّدٍ سَيِّدُ الْحَسَنِ شَاهِ عَمْرِي

مَكْتَبَةُ نَوْرِيَّةِ رَضْوِيَّةِ كَلْبَرَاكِ فَصِيلِ ابْنِ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمْ مَعْرُوفِي وَمَعْرُوفِي أَصْبَحِي بِمُخَارَجِي

صَلَاةُ السُّوْر

بِعَنْدِ

عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِمَامِ الْأَنْبِيَاءِ كِي مُنَا

بِسْمِ مُحَمَّدٍ سَعِيدٍ لِحَسَنِ شَاهِ عَفْوَئِي



مَكْتَبَةُ نُورِيَّةِ رَضْوِيَّةِ
گلبرگ اے۔ فیصل آباد

﴿جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں﴾

صلوة الرسول یعنی امام الانبیاء کی نماز	_____	نام کتاب
سید محمد سعید الحسن شاہ	_____	مؤلف
حافظ محمد رب نواز سیالوی	_____	پروف ریڈنگ
فاضل جامعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	_____	
432	_____	صفحات
بارنہم بمطابق اکتوبر 2010	_____	اشاعت
1100	_____	تعداد
غلام محمد یسین خاں	_____	کمپوزنگ
اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور	_____	مطبع
سید جمایت رسول قادری	_____	ترجمین و اہتمام
مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد	_____	ناشر
Rs 300 روپے ..	_____	قیمت

ملنے کے لیے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور۔ فون: 7313885

ادارہ حزب الاسلام

201-رب براستہ مانا نوالہ فیصل آباد۔ فون: 2626046

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد

Ph:2626046

اظہار تشکر

الحمد للہ تعالیٰ یہ عبدنا چیز محمد سعید الحسن اپنے پروردگار کے حضور سراپا سپاس ہے کہ جس نے اس ناچیز کی جملہ تصانیف کو اپنی بارگاہِ صمدیت میں قبول فرما کر عوام و خواص کی نظر میں مقبول و معتبر بنایا۔ بفضلہ تعالیٰ اس زیر نظر کتاب کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا پہلے ایڈیشن میں حوالہ جات درج کرتے ہوئے محولہ کتاب کا نام اور ابواب لکھے گئے تھے بعض احباب کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ اس کتاب مستطاب کو مزید معتبر بنانے کے لئے محولہ کتب کے صفحات نمبر اور طبع کرنے والے اداروں کے نام بھی لکھے جائیں۔ اس پر حضرت علامہ مولانا عطاء المصطفیٰ رضوی دام اقبالہ ایم اے فاضل بھیرہ شریف نے خواہش ظاہر کی کہ یہ ذمہ داری ان کو سونپ دی جائے تاکہ کل قیامت کے دن اس نیکی کے کام میں وہ بھی ”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ“ کے مطابق شامل ہو جائیں۔ ان کی اس خواہش کا احترام کیا گیا چنانچہ اس کتاب میں حوالہ جات کے صفحات نمبرز انہوں نے تحریر فرمائے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ میرے آقا رسول عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے ان کی اس محنت و محبت کو اپنی بارگاہِ اقدس میں شرف قبول سے نواز کر ان کے علم و عمل میں خیر و برکت عطا فرمائے۔ اس ایڈیشن کا دوسرا خوبصورت پہلو یہ ہے کہ یہ ناچیز (مؤلف کتاب ہذا) مورخہ 17 شعبان المعظم 1425ھ بمطابق 2 اکتوبر 2004ء اور حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوا تو اس کتاب کو اپنے ساتھ لے گیا اور تقریباً ایک ماہ تک حرم کعبہ اور حرم نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھ کر اس کتاب کو از اول تا آخر پڑھا اور مختلف مقامات پر مناسب تراجم اور مفید اضافہ جات کئے فَلَحْمَدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكِ۔

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۷۴	غسل کرنے کا مسنون طریقہ	۱۰	پہلے اسے پڑھیے۔ تقلید کیوں؟
۷۷	غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا	۱۳	کچے بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے
۸۰	عورت کے گوندھے ہوئے بالوں کا مسئلہ	۱۴	کچے بچے کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے
۸۳	غسل کے بعد وضو	۱۴	جنازے کے آگے چلے، نہ چلے
۸۴	وضو کا بیان	۱۶	حالتِ روزہ میں سینگی لگوانا جائز ہے کہ نہیں
۸۵	وضو کے فرائض	۱۷	حالتِ احرام میں نکاح (جائز، ناجائز)
۸۶	وضو کی سنتیں	۱۹	ساری احادیث قابل عمل نہیں ہیں
۸۸	وضو کا سنت طریقہ	۲۲	احادیث نبویہ سے مسائل کا استنباط کرنا
۹۲	وضو کے شروع میں بسم اللہ شریف پڑھنا	۲۳	اس حدیث پر عمل کر دکھائیے
۹۵	مسواک کرنا	۳۶	تسلیح
۹۷	”مسواک حالتِ روزہ میں بھی کی جائے گی“	۴۸	فقہ حنفیہ کا ایک نہایت روشن پہلو
۹۷	داڑھی کا خلال کرنا	۴۸	فہم و فراست کی چند مثالیں
۹۹	انگلیوں کا خلال کرنا	۵۱	آپ کی مجلس شوریٰ کے چند ارکان
۱۰۰	دائیں طرف کو ترجیح دینا	۵۳	انصاف کی بات
۱۰۱	اعضائے وضو تین تین مرتبہ دھونے کو ترجیح	۵۶	مقدمہ
۱۰۳	اعضائے وضو دھونے میں کوتاہی کرنا		(باب اول)
		۶۲	کتاب الطہارۃ
		۶۶	استنجا کا بیان

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	(باب سوم)	۱۰۴	اعضائے وضو قدرے مبالغہ سے دھوئے
۱۴۵	اذان	۱۰۵	سر کا مسح
۱۳۶	اذان کی مشروعیت	۱۰۷	گردن کا مسح
۱۳۸	اذان کا جواب دینا	۱۰۸	موزوں پر مسح
۱۵۱	اقامت کا بیان	۱۱۰	مسح کا طریقہ
	(باب چہارم)	۱۱۱	مسح کی مدت
۱۵۵	طریقہ نماز مسنونہ	۱۱۱	جراہوں پر مسح
۱۵۷	یاد رہے (شرائط نماز)	۱۱۶	وضو کے بعد دعاء
۱۵۷	فرائض یہ ہیں	۱۱۷	جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے
۱۵۸	طہارت، ستر عورت، سر ڈھانپنا	۱۲۰	موجبات غسل
۱۶۳	عمامہ سے نماز پڑھنے کی فضیلت	۱۲۶	مستحاضہ غسل کرے یا وضو
۱۶۴	ننگے سر نماز کی ممانعت	۱۲۸	تیمم کا بیان
۱۶۳	غیر مقلد حضرات کے نزدیک سر ڈھانپنے کی اہمیت	۱۳۰	تیمم کا طریقہ
			(باب دوم)
۱۶۵	خلاف عقل، ناپسندیدہ فعل	۱۳۲	اوقات نماز
۱۶۷	استقبال قبلہ	۱۳۳	اوقات مسنونہ مستحبہ
۱۶۷	نماز کا وقت ہونا	۱۳۴	نماز ظہر کا مستحسن وقت
۱۶۸	نیت کا ہونا	۱۳۶	نماز عصر کا مستحسن وقت
۱۶۸	قیام	۱۳۷	نماز مغرب کا مستحسن وقت
۱۶۹	تکبیر تحریمہ	۱۳۷	نماز عشاء کا مستحسن وقت
۱۶۹	کانوں تک ہاتھ اٹھانا	۱۳۸	نماز فجر کا مستحسن وقت
۱۷۳	داہنے ہاتھ کا بائیں پر رکھنا	۱۴۱	اوقات مکروہہ
۱۷۴	ہاتھوں کا ناف کے نیچے باندھنا	۱۴۴	شبہ اور اس کا ازالہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۳۳	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۷۸	دوران نماز سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث کا تجزیہ۔
۲۳۳	امام اشعت، شععی و امام نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم	۱۸۱	شنا پڑھنا
۲۳۴	شاگردان علی و عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم	۱۸۶	شنا کے بعد تعوذ و تسمیہ پڑھنا
۲۳۴	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۱۸۸	تعوذ و تسمیہ کا آہستہ پڑھنا
۲۳۵	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۱۹۱	قرأت کا بیان
۲۳۵	حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹۲	مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے
۲۳۶	ازالہ شبہات	۲۰۶	سری اور زہری کا جھگڑا
۲۳۷	واضح رہے کہ	۲۱۴	آمین کہنے کا بیان
۲۳۸	انصاف کی نظر	۲۱۶	حق یہی ہے
۲۴۰	امام طحاوی کے دلائل	۲۱۷	تعلیم امت
۲۴۲	کریں وہ جو جی میں آئے	۲۲۰	رفع یدین
۲۴۴	نماز میں رکوع	۲۲۲	نذیر حسین دہلوی اور رفع یدین
۲۴۵	تکبیر تحریمہ کہنا	۲۲۲	عطاء اللہ حنیف اور رفع یدین
۲۴۵	کمر سیدھی رکھنا	۲۲۳	مگر کیا کریں، حقیقت کیا ہے؟
۲۴۶	رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ	۲۲۳	مثال سے سمجھئے
۲۴۷	رکوع کی تسبیح	۲۲۵	رفع یدین کے اوقات
۲۴۹	رکوع سے سر اٹھاتے وقت تسبیح و تحمید کہنا	۲۲۶	رفع یدین پچاس صحابہ سے ثابت ہے
۲۵۲	قومہ اور جلسہ میں سکون اختیار کرنا	۲۲۸	اعتراف حقیقت
۲۵۴	سجدہ کا طریقہ	۲۳۰	تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین کی ناسخ احادیث
		۲۳۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۸۹	نماز کے بعد دعاء	۲۶۰	سجدہ کی ٹھونگ
۲۹۲	آداب دعاء	۲۶۱	سجدہ میں تسبیح پڑھنا
۲۹۵	نماز کے بعد آواز سے ذکر کرنا	۲۶۲	مرد اور عورت کے سجدہ میں فرق
	(باب پنجم)	۲۶۲	عورت سجدہ میں پیچھا نہ اٹھائے
۲۹۷	نماز باجماعت کی اہمیت اور دیگر مسائل	۲۶۳	دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ
۲۹۸	ترک جماعت کی بُرائی	۲۶۴	دونوں سجدوں کے بعد کھڑے ہونے کا طریقہ
۳۰۱	امامت کے لائق شخص	۲۶۸	ضروری وضاحت
۳۰۴	فتنہ پرور امام کی اقتداء	۲۶۹	دوسری رکعت کی مسنون قرأت
۳۰۶	امام کی ذمہ داری	۲۷۱	قعدہ کا مسنون طریقہ
۳۰۸	نماز باجماعت کے بعض دیگر مسائل اور اقامت کے وقت کب کھڑا ہو	۲۷۲	قعدہ اولیٰ میں تشہد
۳۱۵	امام کی اقتداء	۲۸۶	معذور کے لئے آسانی
۳۱۶	نماز میں ادھر ادھر دھپن نہ کرے	۲۸۶	قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھے
۳۱۷	کپڑے یا رومال کو لانا نماز پڑھنا	۲۷۷	تشہد میں انگلی کا اشارہ کرنا
۳۱۷	سجدہ سہو	۲۷۹	تیسری رکعت میں قیام
	(باب ششم)	۲۸۰	آخری قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ
۳۲۰	رکعات نماز	۲۸۱	تَوَرُّک
۳۲۵	سنت فجر کی اہمیت	۲۸۲	عورتوں کے قعدہ کا طریقہ
۳۲۵	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۲۸۲	آخری قعدہ میں درود شریف اور دعاء
۳۲۶	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۸۶	دعائے ابراہیمی
	ابو مجلز کی روایت	۲۸۶	ایک اور مسنون قرآنی دعاء
۳۲۶		۲۸۷	سلام
		۲۸۸	امام کا مقتدیوں کی جانب متوجہ ہونا

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	(باب ہشتم)	۳۲۷	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۳۴۹	نماز تراویح		
۳۵۳	تراویح کا معنی	۳۲۷	حضرت ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۵۷	عمل صحابہ	۳۲۸	حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۶۰	حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۲۸	حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۶۰	حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۲۸	طلوع آفتاب کے بعد رہ گئی سنتیں ادا کریں
۳۶۱	جمہور اہل علم کا عمل	۳۲۹	وتر کا بیان
۳۶۱	حرمین شریفین میں نماز تراویح	۳۳۰	وتر کی قضاء
۳۶۳	حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۳۳۱	وتر کی رکعات
	(باب نہم)	۳۳۴	وتر میں دعائے قنوت
۳۶۷	عیدین	۳۳۶	عمل صحابہ
۳۶۸	طریقہ نماز عیدین اور دیگر مسائل	۳۳۶	دعائے قنوت کے وقت رفع الیدین
۳۷۲	تکبیرات عید	۳۳۷	دعائے قنوت
۳۷۳	اجماع صحابہ		(باب ہفتم)
	(باب دہم)	۳۴۱	صلوٰۃ الجمعہ
۳۷۵	نماز سفر	۳۴۲	جمعہ کیلئے غسل کرنا اور خوشبو لگانا
۳۷۸	شرعی سفر کی مقدار	۳۴۳	اذان جمعہ
۳۸۱	نماز قصر کہاں سے کہاں تک	۳۴۴	خطبہ جمعہ کا سنت طریقہ اور بدعت
۳۸۲	مدت اقامت	۳۴۵	بدعت
۳۸۲	سفر میں سنن اور نوافل	۳۴۵	نماز جمعہ کی سنتیں
		۳۴۶	عمل صحابہ

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۴۱۰	تجزیہ روایات		(باب یازدہم)
۴۱۴	حضرت نجاشی	۳۸۵	دو نمازوں کا جمع کرنا
۴۱۶	سنت نہ بنایا	۳۸۷	قضاء کا دکھ
۴۱۷	نماز جنازہ کے بعد دعاء	۳۸۹	ایام حج میں عرفہ اور مزدلفہ میں
۴۱۸	تنبیہ		نمازوں کا جمع کرنا
۴۱۹	دلائل ملاحظہ ہوں	۳۹۰	ازالہ شبہات
۴۲۴	خدا را اپنی آخرت برباد نہ کریں	۳۹۰	فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں
۴۲۵	نماز استخارہ	۳۹۳	عرفہ اور مزدلفہ
۴۲۷	نماز تہجد		(باب دوازدهم)
۴۲۸	صلوٰۃ التسبیح		جنازہ
۴۲۹	صلوٰۃ الحاجت	۳۹۴	تلقین میت
۴۳۰	دیگر صلوٰۃ الحاجت	۳۹۴	نوحہ و ماتم
۴۳۱	بحمد اللہ تعالیٰ	۳۹۵	غسل و کفن کے بعد جس قدر جلد
		۳۹۹	ممکن ہو نماز جنازہ ادا کریں
		۳۹۹	طریقہ نماز جنازہ
		۴۰۱	نماز جنازہ میں رفع یدین
		۴۰۱	ایک سے زیادہ مرتبہ یا غائبانہ
			نماز جنازہ
		۴۰۲	نماز جنازہ کا ثواب
		۴۰۳	عظیم درجات سے محرومی کیوں؟
		۴۰۴	خلفاء راشدین و اہل بیت اطہار
		۴۰۷	عمل صحابہ سے مزید تائید
		۴۰۸	رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارک

پہلے اسے پڑھئے تقلید کیوں؟

بحمد اللہ تعالیٰ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا دین، دینِ فطرت ہے۔ یہ دین چونکہ قیامت تک تمام نسل انسانی کیلئے ہے۔ اس لئے اس کے اصول و قوانین ہر قوم ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگوں کیلئے قابل عمل ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جو کہ رب العالمین بھی ہے اور عزیز و حکیم بھی۔ اُس نے اپنی شانِ حکمت کے لائق اس دینِ متین کو ایک ہی دن یا ایک ہی وقت میں نافذ نہ فرمایا بلکہ اس کی بنیادی کتاب قرآن مجید کو تقریباً تیس 23 سال تک مسلسل نازل فرمایا اور اس میں مناسب مواقع پر ترمیم و تنسیخ فرمائی۔ جیسا کہ خود قرآن کریم میں اعلانِ خداوندی ہے کہ:

”مَا نُنسخُ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنسِئُهَا نَاتِبِ خَيْرٍ مِنْهَا اَوْ مِثْلَهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ“۔ (البقرہ، آیت نمبر 106)

”جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں (یعنی تمہارے ذہن سے محو فرمادیں) تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے۔ (اے قرآن کے پڑھنے والے) کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

اس میں علمِ خداوندی کے مطابق بے شمار حکمتوں کے علاوہ ایک یہ حکمت بھی نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ رحمتہ للعالمین کے غلاموں پر خاص کرم فرمایا کہ ان پر بتدریج پابندیاں عائد فرمائیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو ساری توراہ ایک ہی مرتبہ عطا فرمادی گئی تھی اس لئے بنی اسرائیل نے توراہ کے سخت قوانین کو ماننے سے انکار کر دیا۔ لیکن قرآن کریم اس قدر احسن ترین انداز میں نازل ہوا کہ اس کے سخت ترین احکامات بھی دل و جان سے تسلیم کر لئے گئے

مثلاً شروع میں نماز پڑھنے کا حکم تو دیا مگر ایسی نماز کہ جس میں گفتگو بھی کی جائے اور رکعتیں بھی صرف دو، دو ہی رکھی گئیں۔ پھر آہستہ آہستہ اسی کی رکعات بھی بڑھادی گئیں اور پابندیاں بھی عائد فرمادی گئیں۔ اسی طرح روزہ کی موجودہ حالت کئی مرحلوں کے بعد ہوئی۔ پہلے پہل روزہ دار کو افطاری کے بعد سونے سے قبل تک کھانے پینے کی اجازت تھی بعد میں نہیں۔ پھر حضرت صرمہ بن قیس کا واقعہ پیش آیا تو طلوع فجر تک کھانے پینے کی اجازت مل گئی۔ اسی طرح رمضان المبارک کی راتوں میں بھی میاں بیوی کو قرب صنفی کی اجازت نہ تھی پھر اس کی اجازت دے دی گئی۔ شروع اسلام میں کفار سے لڑائی کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ صبر کرنے کا حکم تھا۔ پھر قتال و جہاد کو فرض فرما دیا گیا۔ ابتداً بدکار عورتوں کو محض قید کرنے کا حکم تھا بعد میں باقاعدہ حد جاری کرنے کا حکم ارشاد فرما دیا گیا۔ پہلے پہل قبلہ بیت المقدس تھا پھر حرم کعبہ بنا دیا گیا۔ ابتداءً اسلام میں مشرکین کے ساتھ شادی کرنے کی کھلم کھلا اجازت تھی یعنی یہ عام تھا کہ مرد تو مشرک ہے مگر اس کی بیوی مومنہ ہے۔ یونہی مرد تو دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہے مگر بیوی بت پرست ہے۔ لیکن بعد میں مشرکین کے ساتھ شادی بیاہ سے منع فرما دیا گیا۔ سورۃ التوبہ نازل ہونے سے قبل کفار کو حرم کعبہ میں داخلہ کی عام اجازت تھی مگر بعد میں ان کو حدودِ حرم میں داخل ہونے سے سختی کے ساتھ روک دیا گیا۔ الغرض احکامات و اعمال میں ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی۔ ان میں بعض چیزیں تو بالکل عیاں ہیں کہ ان کو اپنانے میں ذرا بھر بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی لیکن بعض اعمال و احکام ایسے ہیں کہ ان میں نسخ و منسوخ اور راجح و مرجوح کو جاننے کیلئے بہت زیادہ علم و تحقیق کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبویہ پر اس قدر وسیع نظر کی ضرورت ہے کہ لاکھوں احادیث مبارکہ اس انداز سے ذہن

میں محفوظ ہوں کہ ہر حدیث کا معیار صحت و ضعف بھی اچھی طرح یاد ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ کس قسم کے ماحول میں کیا حکم دیا گیا تھا۔ اور اس کا بھی پتہ ہو کہ اس میں پہلا حکم کونسا ہے اور بعد والا کونسا اور یہ بات بھی خوب ذہن نشین ہو کہ جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کس حدیث پر عمل تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ یہ مسند ہے یا غیر مسند، یہ خبر متواتر ہے یا خبر مشہور و مستفیض ہے یا پھر کیا یہ خبر واحد تو نہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہو کہ ان کے احکام کیا ہیں وغیرہ وغیرہ۔

تو پھر کہیں جا کر پتہ چلتا ہے کہ کس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور کس پر نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ محدثین نے امت پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے کہ انہوں نے امت مسلمہ کو احادیث نبویہ کا عظیم ذخیرہ عطا فرمادیا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے جس قدر مشقت برداشت فرمائی ہے۔ فی زمانہ اس کا تصور بھی ممکن نہیں۔ پھر ان لوگوں کا اخلاص اور للہیت قابل رشک تھی۔ آسمان علم و فضل کے ان نیرہائے تاباں کے اس احسان عظیم پر آج ہر ایمان والا ان کے حضور عقیدت و محبت کے نذرانے پیش کرتا ہوا ان کی گدائی کا دم بھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ بایں ہمہ، بخاری و مسلم یا دیگر کتب صحاح کی چند احادیث مبارکہ پڑھ کہ یہ اعلان کر دینے والا کہ مجھے تقلید کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ حدیث پڑھی ہے اور میں اہل حدیث ہونے کے ناطے اس حدیث پر ہی عمل کروں گا۔ اس کی مثال اس بے چارے عطائی ڈاکٹر کی سی ہے جو سرجری کی چند کتب پڑھ کر اعلان فرمادے کہ مجھے سرجری کے اسرار و رموز جاننے کے لئے اب کسی میڈیکل کالج میں جانے اور سرجری کے پروفیسروں کے نازنخرے اٹھانے کی ضرورت نہیں میرے گھر میں سرجری کی کتاب موجود ہے۔ جہاں بھولوں گا کتاب کھول کر دیکھیں یہ سب کچھ ہوں گا۔ بس اب میں سول سرجن ہوں۔ تو ایسے عقل بند عطائی

سرجن صاحب کو کیا کہا جائے گا؟ یہی نا کہ جناب آپ پہلے بیالوجی، اناٹومی اور فزیالوجی میں دسترس حاصل کریں تا کہ آپ کو اعضاء کی ساخت، اُن کے مقام وقوع، اُن کی ہیئت کذائی اور اُن کے افعال و فرائض کا صحیح انداز سے پتہ چل جائے۔ پھر آپ چیر پھاڑ شروع کریں ورنہ آپ گلاہِ گردہ کو پھوڑا سمجھ کر گردہ سے جدا کر دیں گے۔ آپ مریض کے لئے مسیحا کی بجائے وبالِ جان ثابت ہونگے۔ پھر اگر وہ یہ کہے کہ کیا تم کو اس سرجری کی کتاب لکھنے والے سینئر ترین سول سرجن کے بارہ میں اعتراض ہے۔ تو اُسے کہا جائے گا کہ ہم کتاب لکھنے والے ڈاکٹر صاحب پر اعتراض نہیں کر رہے بلکہ ماتم تو آپ کی بے چارگی و عقل کا کر رہے ہیں کہ جو صرف سرجری کی چند کتب پڑھ کر اپنے آپ کو سول سرجن بنائے بیٹھی ہے۔ بالکل اسی طرح ہم اُن حضرات کی خدمت میں عرض کریں گے کہ صرف صحاح ستہ کتب احادیث کو پڑھ کر مجتہد نہ بن بیٹھئے بلکہ کسی فقہیہ امام کی خدمت میں حاضری دیجئے۔ معاذ اللہ تعالیٰ ہمیں کتب صحاح کے مؤلفین پر اعتراض نہیں وہ تو عزت و عظمت کی نہایت بلندی پر فائز ہیں۔ اعتراض تو آپ کی کوتاہ عقلی پر ہے۔ ورنہ بتائیے بغیر کسی راہنمائی کرنے والے کے آپ ان احادیث میں سے کس پر عمل کریں گے اور کس کو ترک کریں گے۔ یاد رہے عظیم ذخیرہ احادیث میں سے یہاں صرف چند احادیث مبارکہ کا اردو ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے گویا یہ ایک خرمن سے مٹھی بھر غلہ کا نمونہ ہے۔

(1) کچے بچے کی نمازِ جنازہ:

وہ بچہ جو قبل از وقت پیدا ہو یعنی ابھی اُس میں زندگی کے آثار بھی نظر نہ آتے ہوں۔ اعضاء بھی غیر مکمل ہوں یا پھر بچہ مردہ پیدا ہو تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں۔ اس بارہ میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

نماز جنازہ پڑھی جائے:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیدل چلنے والا آگے اور پیچھے بھی چل سکتا ہے اور کچے بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور اُس کے ماں باپ کے لئے بخشش کی دعا کی جائے۔^۱

نماز جنازہ نہ پڑھی جائے:

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کچے بچے کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے نہ تو وہ وارث ہوگا اور نہ ہی کوئی اس کا وارث بن سکے گا۔ یہاں تک کہ آواز کرے۔^۲

فائدہ: یہ دونوں روایات کتب صحاح ستہ کی ہیں۔ فرمائیے آپ کس پر عمل کریں گے اور کسے ترک کریں گے۔

(2) جنازہ کے ساتھ چلنے والا آگے چلے یا پیچھے:

آپ گذشتہ حضرت مغیرہ سے مروی حدیث پاک میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حکم نبوی کے مطابق سوار جنازے کے پیچھے چلے جبکہ پیدل آگے بھی چل سکتا ہے اور پیچھے بھی اب یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱ ابن ماجہ ص 108 مطبوعہ کراچی باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الطفل۔ نسائی ص 225 جلد نمبر 1 باب مکان الراكب عن الجنائزہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ابو داؤد ص 100 جلد نمبر 2 باب المشی امام الجنائزہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور، ترمذی ص 325 جلد نمبر 1 باب فی الصلوٰۃ علی الاطفال مطبوعہ رحمانیہ لاہور، مسند امام احمد جلد نمبر 5 ص 304 طبع جدید مطبوعہ بیروت۔

۲ ترمذی رقم الحدیث 1032 مطبوعہ ریاض سعودیہ عربیہ، ابن ماجہ رقم الحدیث 1519 مطبوعہ ریاض سعودیہ عربیہ۔

جنازہ کے آگے چلنا سنتِ نبوی ﷺ ہے:

حضرت زہری حضرت سالم سے اور وہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ یہ سب حضرات جنازے کے آگے آگے چلتے تھے۔ (ترمذی^۱، ابوداؤد^۲، ابن ماجہ^۳)

جنازہ کے آگے نہ چلے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنازہ متبوع ہے یعنی اس کے پیچھے پیچھے چلو اس کو پیچھے نہیں رکھا جاتا (یاد رکھو) جو شخص جنازے کے آگے چلے وہ اس کے ساتھ ہی نہیں ہے۔ (ابوداؤد^۲، ابن ماجہ^۳، ترمذی^۱)

(3) جنازے کے ساتھ سوار چل سکتا ہے یا نہیں:

آپ قبل ازیں پڑھ چکے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سوار جنازے کے پیچھے پیچھے چلے یعنی سوار جنازہ کے ساتھ جا سکتا ہے۔ مگر دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے تو آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا (جو جنازہ کے ساتھ

۱ ترمذی باب ماجاء فی المشی امام الجنازہ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص 321 جلد نمبر 1۔

۲ ابی داؤد ص 99 جلد نمبر 2 باب المشی امام الجنازہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۳ ابن ماجہ ص 106 باب ماجاء فی المشی امام الجنازہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۴ ابوداؤد ج 2 ص 100 باب الاسراع بالجنازہ مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۵ ابن ماجہ ص 106 باب ماجاء فی المشی امام الجنازہ مطبوعہ کراچی۔

۶ ترمذی ص 322 جلد نمبر 1 باب ماجاء فی المشی خلف الجنازہ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

جارہے تھے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے فرشتوں سے حیا نہیں آتی کہ وہ تو اپنے قدموں پر پیدل چل رہے ہیں مگر تم جانوروں کی پیٹھ پر سوار ہو۔
(مدوایت کیا اس کو ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد نے)
اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر جانے کو سخت ناپسند فرمایا۔

فائدہ: آپ ان احادیث مبارکہ کو بار بار پڑھیں۔ پھر فرمائیں کہ اہل حدیث ہونے کے ناطے ان سب پر کس طرح عمل کیا جائے گا۔

(4) حالت روزہ میں سینگی لگوانا جائز ہے یا نہیں:

فصد یا پچھنوں کی طرح مینگی لگوانا بھی فاسد خون کو نکلوانے کا ایک طریقہ ہے یعنی ایک چھوٹے سائز کے سینگ کے اوپر والے خول کو نوک کی جانب سے کاٹ کر سوراخ کر لیتے ہیں پھر چھپنے لگا کر چوڑے مونہہ کی جانب سے سینگ کو پچھنوں پر رکھ کر باریک سوراخ کی جانب مونہہ لگا کر سانس اندر کو کھینچتے ہیں اس طرح فاسد خون نکل آتا ہے۔

سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر بقیع (قبرستانِ مدینہ طیبہ) کی طرف تشریف لائے وہاں ایک آدمی سینگی کھینچوا رہا تھا۔ رمضان المبارک کی اٹھارہ تاریخ تھی آپ ﷺ نے

۱ ترمذی ج 1 ص 322 باب ماجاء فی کراہیۃ الركوب خلف الجنائز مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

۲ ابن ماجہ ص 106 باب ماجاء فی شہود الجنائز مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ ابوداؤد ج 2 ص 99 باب الركوب فی الجنائز مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

فرمایا۔ سینگی کھینچنے والے اور کھینچوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔
(دارمی^۱، ابی داؤد^۲، ابن ماجہ^۳)

سینگی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑتیں۔ سینگی لگوانا، قے اور احتلام^۴۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حالتِ احرام میں بھی سینگی کھینچوائی اور حالتِ روزہ میں بھی سینگی کھینچوائی۔

(5) حالتِ احرام میں نکاح کرنا:

حالتِ احرام میں بعض حلال چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جبکہ بعض حلال اشیاء بدستور حلال ہی رہتی ہیں۔ ہم نے احادیث مبارکہ کے حوالہ سے دیکھنا ہے کہ حالتِ احرام میں نکاح جائز ہے یا ناجائز۔

حالتِ احرام میں نکاح کرنا عملِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے:

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالتِ احرام میں شادی فرمائی۔
(ملاحظہ ہو صحیح بخاری^۱ صحیح مسلم^۲)

۱ سنن دارمی ج 2 ص 25 باب الحجامة تفطیر الصائم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ ابی داؤد ج 1 ص 343 باب فی الصائم حکم مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۳ ابن ماجہ ص 121 باب ماجاء فی الحجامة للصائم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۴ ترمذی شریف ج 1 ص 271 باب ماجاء فی الصائم یدرہ القنی مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۵ صحیح بخاری ج 1 ص 260 باب الحجامة والقنی للصائم مطبوعہ کراچی۔

۶ صحیح بخاری ج 1 ص 248 باب ترویج المحرم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۷ صحیح مسلم ج 1 ص 454 باب تحریم الزکاح المحرم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

حالتِ احرام میں نکاح اور منگنی منع ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا محرم یعنی احرام باندھنے والا نہ تو خود نکاح کرے نہ ہی کسی دوسرے کا کرے اور نہ ہی منگنی کرے۔ (صحیح مسلم شریف^۱)

فائدہ: پہلی حدیث پاک پڑھنے والا تو یہ کہے گا کہ بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ حالتِ احرام میں نکاح کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ جب کہ دوسری حدیث پاک کا مطالعہ کرنے والا کہے گا کہ صحیح مسلم کے مطابق حالتِ احرام میں نکاح تو درکنار منگنی کرنا بھی حرام ہے اور اپنا تو اپنا رہا احرام والا تو دوسرے کا نکاح بھی نہیں پڑھا سکتا۔ آپ فرمائیے احادیث مبارکہ پر سطحی نظر رکھنے والا کس حدیث کے مطابق فتویٰ دے گا؟

یاد رکھئے: یہ چند احادیث مبارکہ ”مشیتِ نمونہ از خروارے“ کے مصداق نقل کی گئی ہیں۔ احادیث نبویہ کا طالب علم اس قسم کی روایات کتب احادیث میں جا بجا پاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہیں تو احادیث مبارکہ ہی مگر ان پر عمل کس طرح کیا جائے اس طرح تو آدمی آدھا اہل حدیث ہوگا اور آدھا منکر احادیث۔ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعض احادیث مبارکہ کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ اسی طرح بعض چیزیں خصائص نبوی میں شامل ہوتی ہیں۔ جس طرح کسی روزہ توڑنے والے کا کفارہ خود اس کو کھلا دینا۔ یونہی بعض احادیث ناسخ ہوتی ہیں اور بعض منسوخ۔ جیسا کہ حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”كَلَامِي لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللَّهِ وَكَلَامُ اللَّهِ يَنْسَخُ كَلَامِي“

^۱ صحیح مسلم ج 1 ص 453 باب تحریم انکاح المحرم واکراہیۃ خطبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

وَكَلَامُ اللَّهِ يَنْسَخُ بَعْضُهُ بَعْضًا“۔ میرا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر دیتا ہے ہاں البتہ اللہ تعالیٰ کا بعض کلام اللہ تعالیٰ کے بعض کلام کو منسوخ کر دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ^۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسول محتشم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ ”إِنَّ أَحَادِيثَنَا يَنْسَخُ بَعْضُهَا بَعْضًا كَنْسَخِ الْقُرْآنِ“۔ بے شک ہماری بعض احادیث مبارکہ بعض احادیث مبارکہ کو منسوخ کر دیتی ہیں۔ قرآن کریم کے نسخ کی مانند۔ (مشکوٰۃ^۲)

ساری احادیث مبارکہ قابل عمل نہیں ہیں

معلوم ہوا کہ ساری احادیث مبارکہ قابل عمل نہیں بلکہ ان میں بعض ناسخ اور بعض منسوخ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں آج سوا چودہ سو سال بعد کیسے پتہ چلے گا کہ کس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور کس پر نہیں۔ جدید سائنسی ایجادات کے باوجود آج تک کوئی ایسا آلہ ایجاد نہیں ہوا کہ ہم اس پر کسی حدیث کو پیش کریں اور وہ یہ بتادے کہ یہ ناسخ ہے یا منسوخ۔ لامحالہ ہمیں کسی نہ کسی سے پوچھ کر عمل کرنا ہوگا۔ اب ہمارا جی چاہے تو اپنے محلے کے مولوی سے پوچھ لیں جو الا ماشاء اللہ کسی بیورو کریٹ یا چوہدری کی بڑھک سے بھی ڈر جاتا ہے اور خدا نخواستہ بک بھی جاتا ہے۔ یا پھر تقویٰ و طہارت کے بلند ترین مرتبہ پر فائز حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھ لیں کہ جنہوں نے نہ صرف بادشاہ وقت کی طرف سے پیش کردہ عظیم منصب قاضی القضاة (چیف جسٹس کا عہدہ)

۱۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة ص 32 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة ص 32 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ٹھکرا دیا بلکہ جیل خانہ میں اس قدر کوڑے برداشت کیے کہ جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی مگر دامنِ تقویٰ پر آنچ نہ آنے دی۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام نسائی، امام داؤد سب کے سب ہمارے آقا ہیں۔ ان کے بارِ احسان سے ہماری گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ بایں ہمہ ہر کوئی اپنے اپنے فن میں ماہر ہے۔ کوئی تو تخریج و تدوین حدیث میں ماہر ہے اور کوئی تفہیم حدیث میں ماہر ہے۔ اس جگہ ایک واقعہ نقل کیا جا رہا ہے تاکہ آپ کو ہماری یہ گفتگو سمجھنے میں آسانی ہو۔

نامور محدث حضرت امام ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ اپنی کتاب الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک دن کسی نے جلیل القدر محدث حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کچھ مسائل پیش کئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی سماعت حدیث کے لئے ان کے حلقہ درس میں حاضر تھے۔ امام اعمش نے وہ مسائل اپنے اس ہونہار شاگرد کے سامنے (بطور امتحان) پیش فرمائے تو امام ابوحنیفہ نے فوراً جواب عرض کر دیئے۔ امام اعمش نے حیران ہو کر فرمایا تم نے یہ جوابات کہاں سے اخذ کیے ہیں تو امام ابوحنیفہ نے کہا کہ ان احادیث مبارکہ سے جو کہ میں نے آپ سے سنی ہیں یہ کہہ کر آپ نے وہ ساری احادیث مبارکہ مع اسناد کے فر فر سنادیں تو امام اعمش نے نہایت درجہ متاثر ہو کر فرمایا۔

بس کیجئے (آپ کے لئے یہی کافی

ہے) جو احادیث مبارکہ میں نے سو

(۱۰۰) دن میں آپ کو سنائی ہیں

حَسْبُكَ مَا حَدَّثْتُكَ بِهِ فِي

مِائَةِ يَوْمٍ تَحَدَّثَنِي بِهِ فِي سَاعَةٍ

وَاحِدَةٍ مَا عَلِمْتُ أَنَّكَ تَعْمَلُ

آپ نے گھڑی بھر میں مجھے سنا دی
ہیں مجھے معلوم نہ تھا تم ان احادیث
مبارکہ میں یوں عمل کرتے ہو (یعنی
اس طرح مسائل اخذ کرتے ہو)
اے فقہ والو تم طبیب لوگ ہو اور ہم
محدثین تو عطار ہیں اور اے ابوحنیفہ
تم نے تو فقہ اور حدیث کی انتہا کو
چھو لیا ہے۔

بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ يَا مَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ
أَنْتُمْ الْأَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّيَادُنَةُ
وَأَنْتَ أَيُّهَا الرَّجُلُ أَخَذْتَ بِكَيْدِ
الطَّرْفَيْنِ^۱

بجملہ اللہ تعالیٰ حدیث شریف کا ہر طالب علم بخوبی واقف ہے کہ حضرت
امام سلمان اعمش علیہ الرحمہ ایک بلند پایہ جلیل القدر محدث اور مشہور تابعی ہیں۔
آپ حضور اکرم ﷺ کے خادم خاص اور فقیہ صحابی حضرت سیدنا انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے شاگردِ رشید اور بعد میں آنے والے تمام آئمہ حدیث کے استادِ محترم
ہیں۔ اس قدر جلالت شان کے باوجود وہ اپنے ہونہار شاگرد حضرت امام ابوحنیفہ کو
فرما رہے ہیں کہ ہم محدثین عطار ہیں اور تم طبیب ہو یعنی جس طرح ایک پنساری
یا میڈیکل سٹور والے کے پاس ادویات کے انبار لگے ہوتے ہیں یہاں تک کہ
طبیب یا ڈاکٹر دوائی خریدنے کے لئے پنساری یا میڈیکل سٹور والے کے پاس
ہی جاتا ہے مگر دوائی کے استعمال اور مزاج و کیفیات سے جو واقفیت اس طبیب و
ڈاکٹر کو ہے وہ ادویات کے تاجر کو نہیں۔ اگر توفیق خداوندی شامل حال ہو تو بس
یہی بات سمجھنے والی ہے۔

۱۔ مجموعہ رسائل مناقب امام اعظم لئلام موفق بن احمد مکی علیہ الرحمہ ص 123 (اردو) مطبوعہ مکتبہ نبویہ
لاہور۔ الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان۔

آخر کوئی تو بات تھی کہ استاذ الائمہ حضرت امام اعلمش محدثین کے استاد ہونے کے باوجود حج پر جانے لگے تو حضرت امام ابوحنیفہ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرے لیے مناسک حج (یعنی حج کے ضروری مسائل) تحریر کر دو۔ آپ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ مناسک ابوحنیفہ سے حاصل کرو۔ میرے علم میں فرائض و نوافل کا آج ان سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔

احادیث نبویہ سے مسائل کا استنباط کرنا:

احادیث مبارکہ سے استنباط و تخریج مسائل ہر کس ناکس کے بس کا روگ نہیں۔ افسوس صد افسوس کہ آج ایک معمولی پڑھا لکھا شخص بھی اہل حدیث کہلوانے کے شوق میں آئمہ فقہا کا انکار کر رہا ہے۔

حالانکہ حضرت امام غامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ امام اعلمش اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ کے اساتذہ میں سے ہیں اور آپ نے کم و بیش پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جن میں حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت ابوہریرہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں۔ آپ نے ان کی زیارت بھی کی اور ان سے علم حدیث بھی حاصل کیا اور پھر علم حدیث میں وہ ارفع و اعلیٰ مقام حاصل کیا کہ خود فرماتے ہیں۔

بیس سال گزرے ہیں کہ جب بھی کسی محدث نے کوئی حدیث مجھے سنائی بفضلہ تعالیٰ مجھے اس سے زیادہ اس حدیث کا علم تھا۔ یعنی میں پہلے ہی وہ

الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان ص 68 مطبوعہ ترکی، ومقامات امام اعظم للامام حافظ الدین گردری عایہ الرحمہ (اردو ص 356 مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور۔

111349

سب احادیث زبان صحابہ سے سن چکا تھا۔ ایسے عظیم المرتبت محدث اور تابعی تمام تر شان و شوکت کے باوجود فرماتے ہیں۔

نَا لَسْنَا بِالْفُقَهَاءِ وَلَكِنَّا سَمِعْنَا
الْحَدِيثَ فَرَوَيْنَاهُ لِلْفُقَهَاءِ مَنْ
اِذَا عَلِمَ عَمِلَ ۱

ہم لوگ فقیہہ و مجتہد نہیں ہیں۔ ہم نے تو احادیث مبارکہ سن کر فقیہوں کے آگے بیان کر دی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر عمل کریں گے۔ (یعنی عمل کا طریقہ بتائیں گے)

اللہ اکبر! ایک طرف تو اس قدر احتیاط برتی جا رہی ہے کہ آئمہ و محدثین کے استاد محترم اور تابعی ہوتے ہوئے بھی تخریج مسائل میں ہچکچا رہے ہیں اور دوسری طرف ماشاء اللہ ہم لوگ ہیں کہ بغل میں بخاری شریف کا اردو ترجمہ دبا رکھا ہوتا ہے اور من مرضی کی روایات سے مسائل اخذ کر کے بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ!

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس حدیث پر عمل کر دکھائیے:

اگر آپ کو ہماری اس گفتگو کی پوری سمجھ نہ آتی ہو تو آپ بخاری شریف کی اس حدیث پر عبارت کے مطابق عمل کر دکھائیں اور اگر آپ اس حدیث پر متمن کے اعتبار سے ہو بہو عمل نہ کر سکیں تو کسی علامۃ الدھر کسی بقیۃ السلف کی خدمت میں عرض کریں کہ حضرت آپ تو سردارِ اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ آپ

۱ تذکرہ الحفاظ للامام ذہبی۔ (مجموعہ رسائل) امام احمد رضا مطبوعہ مدینہ پبلسٹک کراچی۔

ہی حدیث پاک کی عبارت کے مطابق برصغیر میں رہتے ہوئے ذرا عمل کر دکھائیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بات سمجھ آ جائے گی کہ حدیث کیا ہے اور فقہ کے مطابق سنت کیا ہے؟ حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا قَالَ أَبُو أَيُّوبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَّاحِيضَ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَتَنَحَّرَفْنَا وَنَسْتَعْفِرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ. (بخاری شریف)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ تو مونہہ کھو اور نہ ہی پیٹھ بلکہ اپنا مونہہ مشرق یا مغرب کی طرف رکھا کرو۔ (حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) ہم ملک شام کو گئے تو وہاں بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے تھے۔ اس لئے ہم کسی قدر پھر جاتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتے۔

فائدہ: ملاحظہ فرمائیے اس حدیث پاک میں حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے اپنے غلاموں کو دو باتوں کا حکم دیا ہے۔

نمبر 1. یہ کہ پیشاب و پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ مونہہ کرنا چاہیے اور نہ ہی پشت۔

۱۔ بخاری شریف کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 51 مطبوعہ کراچی باب قبلۃ اہل المدینہ و اہل الشام و المشرق

نمبر 2. یہ کہ پیشاب و پاخانہ کرتے وقت اپنا مونہہ مشرق کی طرف کیا کرو یا مغرب کی طرف۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ برصغیر میں رہتے ہوئے کوئی شخص اس حدیث پر مذکورہ انداز میں عمل کر دکھائے کہ اس کا مونہہ مشرق یا مغرب کی طرف تو ہو مگر اس کا مونہہ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہ ہو یقیناً برصغیر میں رہتے ہوئے اس حدیث پاک کے دونوں اجزاء پر بیک وقت عمل کرنا غیر ممکن ہے۔ اب ہم فقہا کرام کے دروازے پر دستک دیں گے کہ ان دونوں حکموں میں سے ہم کس پر عمل کریں اور وہ خداداد فراست سے کام لیتے ہوئے ہمیں بتائیں گے کہ اس حدیث پاک میں مشرق و مغرب کی قید اتفاقی ہے کیونکہ مدینہ طیبہ نیس قبلہ جنوب کی طرف ہے۔ یہاں اصل مقصود اور مراد یہ ہے کہ قبلہ شریف کی طرف چہرہ یا پیٹھ نہ کرو۔ یہی سنت ہے۔

محترم قارئین کرام! اب آپ سمجھ گئے ہونگے کہ فقہا کرام کی ضرورت عوام کو کس قدر ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد گرامی فرماتا ہے۔

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ.

یعنی اگر تم کو علم نہ ہو تو اہل الذکر سے پوچھ لیا کرو۔ (النحل آیت نمبر 43) نیز فرماتا ہے۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝ (التوبہ 122)

تو ایسے کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک ایک جماعت نکلے تاکہ وہ دین میں فقہ (یعنی سوجھ بوجھ) کو حاصل کرے اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ لوگ (گمراہی سے) بچیں (سورۃ 9، آیت 122)

معلوم ہوا کہ کچھ لوگ توفیق میں کامل مہارت حاصل کریں گے اور باقی

عوام الناس ان کی پیروی کریں گے اور یہ پیروی ان کی نہیں بلکہ فی الحقیقت دین مصطفیٰ ﷺ کی پیروی ہوگی۔

بخاری و مسلم:

اس جگہ کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت امام بخاری و امام مسلم و دیگر محدثین عظام نے جمع و تدوین احادیث نبویہ کے سلسلہ میں جو محنتیں اور مشقتیں اٹھائیں ہیں اور جس قدر وہ صاحب تقویٰ تھے کیا ان کی مروی احادیث پر آنکھیں بند کر کے عمل کر لینا کافی نہ ہوگا کیونکہ انہوں نے یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ کوئی حدیث صحیح ہے اور کوئی ضعیف۔ اس لئے ضعیف احادیث کو چھوڑ کر صحیح حدیث پر عمل کر لینا چاہیے جبکہ فقہ میں بعض ضعیف احادیث پر بھی عمل کیا جاتا ہے۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ ضعیف حدیث کہتے کسے ہیں کیونکہ علماء کرام تو بحمد اللہ تعالیٰ اقسام حدیث سے واقف ہوتے ہیں جبکہ عام مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ شاید ضعیف حدیث حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نہیں ہوتی بلکہ اپنی طرف سے گھڑی ہوئی ہوتی ہے ان عام مسلمانوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ اپنی طرف سے گھڑی ہوئی حدیث کو موضوع کہتے ہیں جو کہ شدید ترین جرم ہے اور زبان نبوی سے جھوٹی احادیث گھڑنے والے بد بخت کے لئے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے اور اس جھوٹی بات کو حدیث رسول (ﷺ) کہنا بھی حرام ہے اور اس پر حدیث کا نام دے کر عمل کرنا زبردست گناہ ہے۔ لیکن اس کے برعکس ضعیف حدیث ہوتی تو حدیث نبوی ہی ہے لیکن محدثین کو اس کی سند پر کلام ہوتا ہے جبکہ متن میں کوئی شک نہیں ہوتا۔

یہاں عام قارئین کو سمجھانے کے لئے ضروری ہے کہ سند اور متن کی وضاحت کر دی جائے۔ یاد رہے کہ سند سے مراد وہ سارے کے سارے راوی ہیں کہ جن کے توسط سے یہ حدیث کسی محدث تک پہنچی جبکہ متن سے مراد وہ الفاظ ہیں جو کہ قول و فعل و تقریر مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں مثلاً سنن ابن ماجہ باب التغلیظ فی تعدد الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی حدیث ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ شَيْبَةَ وَسَوِيدُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زَرَّارَةَ وَاسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى قَالُوا حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ سَمَّاكِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ". (ابن ماجہ)

ترجمہ: (ابن ماجہ فرماتے ہیں) ہمیں بتایا ابو بکر بن شیبہ نے اور سوید بن سعید نے اور عبد اللہ بن عامر بن زرارہ نے اور اسماعیل بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ ہمیں بتایا شریک نے اس نے سنا سماک سے اس نے سنا عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود سے کہ ان کے والد (یعنی عبد اللہ بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی مجھ پر قصداً جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرے"۔ (رواہ ابن ماجہ)

اس پوری عبارت میں ابو بکر ابن شیبہ سے لے کر قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک کے تمام حصے کو سند کہتے ہیں جبکہ اگلا جملہ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ..... (آخر تک) یعنی "جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا"۔ آخر حدیث تک کو متن کہتے ہیں۔ سند میں جن لوگوں کے نام آئے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک

کے بارہ میں محدثین کو کلام ہو مثلاً اس کا حافظہ بہت اعلیٰ نہیں تھا یا اس میں کوئی دوسرا عیب تھا تو یہ حدیث صحیح کے معیار سے گر کر ضعیف ہو جائے گی۔ لیکن ضروری نہیں کہ وہ قابل عمل نہ ہو مثلاً امام ترمذی علیہ الرحمہ ایک حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں کہ:

ہمیں بتایا محمود بن غیلان نے اس نے کہا کہ ہمیں بتایا کبیع نے اس نے کہا کہ ہمیں بتایا اشعث بن سعید سمان نے اس نے سنا عاصم بن عبداللہ سے اس نے سنا عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے اس نے اپنے باپ ربیعہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا ہم ایک اندھیری رات نبی کریم ﷺ کے ہم سفر تھے ہم کو سمت قبلہ معلوم نہ ہو سکی تو ہم میں سے ہر ایک نے جدھر مونہہ آیا نماز پڑھ لی صبح کو ہم نے یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ ”تم جدھر بھی مونہہ کرو رب کائنات کو متوجہ پاؤ گے۔“

(البقرة آیت نمبر 114)

امام ترمذی علیہ الرحمہ اس حدیث کے تحت نقل فرماتے ہیں کہ اس

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ
قَالَ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا
أَشْعَثُ بْنُ سَعِيدِ السَّمَانِ
عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَبِيدِ اللَّهِ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعِ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ
ﷺ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ
مُظْلِمَةٍ فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةَ
فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِمَّا عَلَيَّ
حِيَالِهِ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا
ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَنَزَلَ
”فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا فِثْمَ وَجْهِ اللَّهِ
(سُنَنِ تَرْمِذِي بَابِ مَا جَاءَ
فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي لَغَيْرِ الْقِبْلَةِ
فِي الْغَيْمِ)“

حدیث کی سند صحیح نہیں ہے ہم اسے صرف اشعث بن سعید سمان کی روایت سے جانتے ہیں اور اشعث بن سعید ابو الربیع سمان کو حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا ہے جبکہ اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ اگر کسی نے بادل وغیرہ میں (یعنی ایسی جگہ کہ جہاں سمت قبلہ معلوم نہ ہو اور اندھیرے کی وجہ سے پتہ بھی نہ چلے) غیر قبلہ کی طرف مونہہ کر کے نماز پڑھی اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قبلہ رخ نہیں تھا تو اس کی نماز جائز ہے۔ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، احمد بن حنبل اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر اہل علم کا یہی مذہب ہے۔ (ترمذی^۱)

فائدہ: ملاحظہ فرمائیے کہ حدیث پاک بیان فرمانے والے محدث امام ترمذی خود فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس حدیث پر عمل بھی ہے اور ان کا یہی مذہب ہے معلوم ہوا کہ محض لفظ ضعیف دیکھ کر حدیث کو ناقابل عمل قرار نہیں دے دیا جائے گا بلکہ اس کے لئے بھی بہت علم کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ اس حدیث میں ضعف اشعث بن سعید سمان کی وجہ سے آیا۔

اسی بات کو مزید اس طرح سمجھئے کہ امام ترمذی علیہ الرحمہ کو یہ حدیث ۷ واسطوں سے ملی۔ (۱) حضرت ربیعہ نے حضور اکرم ﷺ سے سنا۔ (۲) ربیعہ سے ان کے بیٹے عامر نے سنا۔ (۳) عامر سے عبداللہ بن عامر نے سنا۔ (۴) ان سے عاصم بن عبید اللہ نے سنا۔ (۵) ان سے اشعث بن سعید سمان نے سنا۔ (۶) ان سے وکیع نے سنا۔ (۷) ان سے محمود بن غیلان نے سنا اور ان سے امام ترمذی نے روایت کیا۔ یعنی جب اس سند میں نمبر چار تک راوی تھے حدیث صحیح تھی وقت گزرنے پر جب چوتھے راوی کی وفات یا عدم موجودگی پر پانچویں راوی

۱۔ ترمذی مطبوعہ الریاض ص 95 حدیث نمبر 345۔

نے یہی حدیث بیان کی تو وہ ضعیف ہو گئی معلوم ہوا جیسے جیسے زیادہ وقت گزرتا جائے گا صحیح احادیث میں ضعف کا خدشہ بڑھتا جائے گا صحیح بخاری کو دوسری کتب صحاح پر اس وجہ سے بھی فضیلت ہے کہ امام بخاری نے جب صحیح بخاری جمع کی درمیان میں واسطے زیادہ نہیں تھے مثلاً امام بخاری نقل فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ
 قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُبَيْرٍ
 قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ
 عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ آيَةُ الْإِيمَانِ
 حُبُّ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ
 الْأَنْصَارِ. (صحیح بخاری)

ہمیں بتایا ابو ولید اس نے کہا کہ بتایا
 شعبہ نے اس نے کہا کہ مجھے خبر دی
 عبد اللہ بن جبیر نے اس نے کہا کہ
 میں نے حضرت انس بن مالک
 رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم
 ﷺ نے فرمایا انصار سے محبت رکھنا
 ایمان کی نشانی ہے انصار (صحابہ)
 سے عداوت رکھنا منافقت کی
 علامت ہے۔

اب اس سند میں راویوں کی تعداد ملاحظہ فرمائیے۔ (۱) حضرت انس بن مالک نے سنا نبی کریم ﷺ سے (۲) ان سے سنا حضرت عبد اللہ بن جبیر نے (۳) ان سے سنا حضرت شعبہ نے (۴) ان سے سنا ابو ولید نے اور ان سے امام بخاری نے روایت کیا۔

موازنہ: صحیح بخاری پہلے جمع ہوئی مذکورہ حدیث میں سند کے راویوں کی تعداد چار تھی جامع ترمذی بعد میں مرتب ہوئی مذکورہ حدیث میں سند کے راویوں کی تعداد سات ہو گئی۔ جن میں پانچویں کی وجہ سے ضعف آ گیا۔ (خیال رہے

۱۔ صحیح بخاری باب علامۃ الایمان حب الانصار ص 112 عربی اردو مطبوعہ لاہور۔

مختلف احادیث میں راویوں کی تعداد بھی کم و بیش ہوتی رہتی ہے یہ صرف ایک مثال تھی)۔

فقہ حنفیہ کی اہمیت:

اگر مذکورہ گفتگو آپ کی سمجھ میں آگئی ہے تو اب سمجھئے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اور آپ کے رفقاء نے فقہ حنفیہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس وقت مرتب فرمائی جبکہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کی ابھی ولادت باسعادت بھی نہ ہوئی تھی۔ یہ بات خوب ذہن نشین رکھیے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا سن ولادت 80 ہجری اور رحلت مبارکہ 150ھ ہے جبکہ حضرت امام بخاری کا سن ولادت 194ھ ہے یعنی امام اعظم علیہ الرحمہ کی وفات کے چوالیس سال بعد آپ پیدا ہوئے اور رحلت مبارکہ 256ھ میں ہوئی۔ یعنی وہ بہت سی احادیث جو کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے زمانہ تک صحیح تھیں ان کا امام بخاری کے زمانہ تک ضعیف ہو جانا کوئی حیرانی کی بات نہیں۔ چونکہ اکثر علماء و محققین کے نزدیک حضرت امام اعظم تابعی ہیں یعنی آپ نے بعض احادیث براہ راست صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے سنی ہیں۔ اور بہت سی احادیث تابعین سے (یعنی درمیان میں صرف ایک واسطہ) تھا ان لئے اس وقت تک احادیث صحیحہ بکثرت تھیں اور آپ نے صحیح احادیث مبارکہ کے مطابق ہی فقہ حنفی کو مرتب فرمایا۔

امام بخاری اور تقلید:

اگرچہ حضرت امام بخاری نے کہیں بھی یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ آپ کا فقہی مسلک کیا تھا البتہ آپ نے اپنی جامع بخاری میں بکثرت ایسی احادیث

مبارک ذکر فرمائی ہیں جو کہ شافعی مذہب کی مؤید ہیں بنا بریں بعض مشاہیر علماء آپ کو شافعی المذہب تحریر فرماتے ہیں۔ چنانچہ امام قسطلانی علامہ تاج الدین سبکی کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔ ”وَقَدْ كَرِهَ أَبُو عَاصِمٍ فِي طَبَقَاتِ أَصْحَابِنَا شَافِعِيَّةً“۔ (ارشاد الساری^۱)

یعنی امام ابو عاصم نے امام بخاری علیہ الرحمہ کو ہمارے ساتھیوں طبقات شافعیہ میں بیان لیا ہے علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے طبقات الشافعیہ الکبریٰ جلد نمبر 2 ص 3 پر درج فرمایا کہ امام بخاری نے مکہ مکرمہ میں حمیدی سے سماع کیا اور ان ہی سے فقہ شافعی پڑھی۔ صفحہ نمبر 4 پر ہے ابو عاصم عبادی نے امام بخاری کا ذکر اپنی کتاب طبقات شافعیہ میں کیا اور کہا کہ امام بخاری نے زعفرانی، ابو ثور اور کراہیسی سے احادیث مبارکہ کا سماع کیا اور میں کہتا ہوں کہ حمیدی سے فقہ پڑھی اور یہ سب کے سب امام شافعی کے شاگرد تھے۔^۲

مشہور و معروف غیر مقلد عالم دین نواب صدیق حسن خان بھوپالی اپنی کتاب ”ابجد العلوم“ میں امام شافعی کے مقلدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”اور ہمیں چاہیے کہ اب کچھ آئمہ شافعیہ کا بھی تذکرہ کریں تاکہ ہماری کتاب (ابجد العلوم) حنفی اور شافعی دونوں طرفوں کی جامع ہو جائے اور یاد رہے کہ آئمہ شافعیہ دو قسم پر ہیں ان میں ایک تو وہ ہیں کہ جنہوں نے براہ راست امام شافعی کی صحبت کا شرف حاصل کیا جیسے کہ احمد خلیل اور ابو جعفر بغدادی جبکہ دوسری قسم کے آئمہ شافعیہ وہ ہیں (کہ جنہوں نے امام شافعی کی زیارت تو نہیں کی مگر ان کے مسلک پر ہیں) مثلاً محمد بن ادریس رازی، محمد بن اسماعیل بخاری اور محمد بن علی حکیم

۱۔ ارشاد الساری ص 36 جلد نمبر 1 بحوالہ صحیح بخاری عربی اردو مطبوعہ لاہور۔

۲۔ بحوالہ بخاری شریف ترجمہ مطبوعہ لاہور۔

ترمذی۔ (ابجد العلوم) ۱

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ عظیم ترین محدث بلکہ امیر المومنین فی الحدیث اور امام الحدیث ہونے کے باوجود امام شافعی کے مقلد تھے اگرچہ بعض مسائل میں آپ نے خود بھی اجتہاد فرمایا۔ تو محترم قارئین کرام! ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ حضرت امام بخاری جیسی شخصیت تو باقاعدہ فقہ شافعی کی تعلیم حاصل کرے اور اکثر مسائل میں ان کی تقلید کرے حالانکہ آپ کو لاکھوں احادیث مبارکہ بمع سند و متن زبانی یاد تھیں لیکن ہم محض چند ایک کتب احادیث پڑھ کر کہہ دیں کہ ہمیں تقلید کی ضرورت نہیں (یا للعجب) بلکہ بعض شدت پسند غیر مقلد تقلید کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں ان کی مثال حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ان فوجیوں جیسی ہے کہ جو آپ کی زیر قیادت امیر معاویہ سے برسر پیکار تھے لیکن جب آپ نے بادل خواستہ حکمین کے فیصلے کو ماننے (یعنی لڑائی ختم کرنے کے لئے اور انتخاب امیر کے لئے حضرت علی کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری اور امیر معاویہ کی طرف عمرو بن العاص دونوں جو بھی فیصلہ کر دیں قبول ہوگا) کا اعلان کیا تو فوجیوں کا یہ گروہ یہ کہتا ہوا آپ سے جدا ہو گیا کہ ”إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ“ یعنی حکم (فیصلہ کرنے والا) تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ جبکہ حضرت علی نے ابو موسیٰ اشعری اور عمرو ابن العاص

۱۔ ابجد العلوم ص 118 بحوالہ مذکورہ۔

۲۔ برصغیر پاک و ہند کے غیر مقلد سعودی عرب والوں کی بڑی تعریف کرتے ہیں اور ان سے مالی اور اخلاقی امداد حاصل کرتے ہیں حالانکہ سعودی عرب والے خود امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے مقلد ہیں اس بات کا وہ جا بجا کتب میں تقاریر میں اور فتاویٰ میں ذکر کرتے ہیں اگر تقلید شرک ہے تو سعودی عرب والوں پر فتویٰ کیوں نہیں لگتا شاید ریال کی عزت کی وجہ سے ۱۲۔

کو حکم مان کر شرک کا ارتکاب کیا ہے اور ہم شرک سے اظہار بیزاری کرتے ہوئے ان مشرکوں سے الگ ہوتے ہیں اسی لئے ان کو خارجی کہا جاتا ہے اور ان کے دین سے خارج اور جہنمی ہونے کی گواہی خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان وحی ترجمان سے دی حالانکہ وہ بڑی سختی کے ساتھ نماز روزہ کی پابندی کرنے والے تھے اور اتنے بڑے توحید پرست ہونے کے دعویدار تھے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت پر بھی انہوں نے شرک کا فتویٰ لگا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان پر شرک کا فتویٰ لگانے والے خارجیوں کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا۔

يَحْقُرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ
كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔ (صحیح بخاری^۱)

یعنی (وہ ایسے پکے نمازی ہونگے) کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلہ میں حقیر جانے گا۔ (اور وہ روزے کے اس قدر پابند ہونگے) کہ تم اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے مقابلہ میں حقیر جانو گے مگر وہ (بظاہر اس قدر پابند شریعت ہونے کے باوجود) دین سے اس طرح نکل چکے ہوں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ (یعنی وہ اپنے غلط عقیدہ میں ایسے ضدی ہونگے کہ ان کی واپسی بہت مشکل ہوگی) بخاری شریف کی احادیث نمبر 1821 اور 1822 میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ قرآن کریم کی بکثرت تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے زرخہ سے تجاوز نہ کرے گا۔ (قرآن کی عظمت ان کے دل میں نہ ہوگی جس طرح آج بھی بعض بے وقوف قرآن عظیم کو زمین پر رکھ دیتے ہیں) وہ لوگوں کو قرآن و حدیث کی طرف بلائیں گے حالانکہ میرا ان سے

^۱ صحیح بخاری باب من ترک الخوارج للتالف وان لا یغفر الناس عنہ، رقم الحدیث 1824 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

کوئی تعلق نہیں ہے۔ (صحیح بخاری^۱)

اس لئے قرآن و سنت کو آڑ بنا کر مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگانے سے پہلے خوب خوب غور کر لینا چاہیے کہ کہیں ان کا اپنا شمار خارجیوں میں نہ ہو جائے۔
(معاذ اللہ تعالیٰ)

نکتہ: مزید برآں اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ حضرت امام بخاری کے کئی اساتذہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے شاگرد ہیں جبکہ امام شافعی کے کئی اساتذہ امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں گویا امام اعظم ابو حنیفہ امام شافعی کے استاد الاساتذہ (دادا استاد) ہیں اور امام شافعی امام بخاری کے استاد الاساتذہ (دادا استاد) ہیں خود حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی نظر میں حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا کیا مقام و مرتبہ تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ حضرت امام شافعی جب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مزار مقدس پر حاضری کے لئے آتے تو وہاں اپنے مسلک کے خلاف رفع یدین ترک فرما دیتے اور فقہ حنفیہ کے مطابق نماز ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ میں یہ عمل صاحب مزار امام اعظم کے احترام کی وجہ سے کرتا ہوں کیونکہ یہ مجھ سے بڑھ کر فقیہ تھے۔ حضرت امام شافعی عموماً فرمایا کرتے تھے کہ سب لوگ فقہ میں حضرت ابو حنیفہ کی اولاد کی طرح ہیں بلکہ یہاں تک فرماتے کہ جو شخص فقہ میں تبحری اور مہارت کا ارادہ رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو امام ابو حنیفہ کی فرزندگی میں دے۔ (یعنی وہ امام ابو حنیفہ کو اپنے روحانی باپ کا درجہ دے تب علوم فقہ کے دروازے اس کے لئے کھلتے ہیں)
(تبویض^۲)

۱۔ صحیح بخاری رقم الحدیث 1821 ، 1822 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

۲۔ تبویض الصحیفہ ص 20۔

تسلیح: حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کو رب کائنات جل شانہ نے بے مثل حافظہ سے نوازا تھا آپ آسمان علم حدیث پر آفتاب بن کر چمکے اس میں شک نہیں کہ تبع تابعین میں آپ جیسا عظیم الشان محدث کوئی بھی پیدا نہ ہوا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بے پناہ قوت حافظہ کے کارنامے سن کر ایک عام آدمی کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ آپ کے ایک ہم سبق حاشد بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ لڑکپن میں امام بخاری ہمارے ساتھ مشائخ کی خدمت میں حاضر دیتے اور سماعت حدیث کرتے امام بخاری کے سوا ہم سب ساتھی احادیث سن کر تحریر کرتے رہتے سولہ دن گزر جانے کے بعد ہم ساتھیوں نے امام بخاری کو کہا تم نے اتنے دن برباد کر دیئے اور ایک حدیث بھی نقل نہ کی اس پر آپ نے فرمایا کہ تم اپنی اپنی تحریریں لے آؤ میں تم کو زبانی سناتا ہوں چنانچہ امام بخاری نے علی الترتیب سلسلہ وار احادیث سنانا شروع کیں یہاں تک کہ پندرہ ہزار احادیث مبارکہ بمعہ سند اور متن کے اس قدر صحیح سنائیں کہ ہمیں یوں گمان ہوتا تھا کہ گویا ہمیں یہ ساری احادیث لکھوائی ہی بخاری نے ہیں۔ (بخاری عربی اردو)

امام بخاری نے اپنی صحیح کا اپنے ذہن میں محفوظ چھ لاکھ احادیث نبوی میں سے انتخاب فرمایا اور آپ کے حیران کن حافظہ میں احادیث نبویہ کے اسناد و متون کس قدر صحیح انداز میں محفوظ تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ حافظ احمد بن عدی بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری جب بغداد تشریف لائے تو بغداد کے محدثین نے آپ کا امتحان لینے کے لئے ایک سو احادیث کا انتخاب کیا ان کی اسناد اور متون میں جان بوجھ کر ردو بدل کر دیا پھر آپ کے اعزاز میں مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی جس میں عوام و خواص کی بہت بڑی تعداد نے شرکت کی طے

۱۔ بخاری عربی اردو ص 8 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

شدہ پروگرام کے تحت ان میں سے ایک محدث کھڑے ہوئے اور بدلی ہوئی سند کے ساتھ ایک حدیث پڑھ کر امام بخاری سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ حدیث پہلے سنی ہے آپ نے نفی میں جواب دیا اس نے دوسری حدیث سنائی حتیٰ کہ بدلی ہوئی سند کے ساتھ دس احادیث سنائیں مگر ہر مرتبہ امام بخاری نے نفی میں ہی جواب دیا پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور پہلے شخص کی طرح بدلی ہوئی سند کی احادیث پڑھ ڈالیں حتیٰ کہ دس شخصوں نے وہ منتخب شدہ سوا حدیث غلط اسناد کے ساتھ آپ کو سنائیں اور ہر مرتبہ آپ نے نفی میں ہی جواب دیا خواص تو امام بخاری کے علم پر حیران جبکہ عوام آپ کے عجز پر پریشان تھے۔ جب وہ سب سوالات سے فارغ ہو گئے تو امام بخاری اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا پہلے شخص نے جو پہلی حدیث بیان کی تھی اس نے اس کی یہ سند بیان کی تھی حالانکہ اس کی صحیح سند یہ ہے اس طرح ایک ایک کر کے علی الترتیب ان سب کی پڑھی ہوئی سو کی سو احادیث کی غلط اسناد بھی سنا دیں اور ان کی صحیح اسناد بھی بیان فرما دیں۔ جیسے ہی امام بخاری نے اپنے بیان کو ختم فرمایا تمام مجلس علم میں تحسین و مرحبا اور آفرین صد آفرین کا وہ شور غلغلہ اٹھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی سب عوام و خواص نے بالاتفاق امام بخاری کے فضل و عظمت کا اقرار کر لیا۔ (ہدی الساری)

ان تمام تر عظمتوں اور رفعتوں کے باوجود حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ ایک انسان تھے اور کوئی بھی انسان سوائے ان ذوات مقدسہ کے کہ جن کو رب ذوالجلال نے اپنے ذمہ حفاظت میں لیا معصوم عن الخطا اور کوتاہی سے مبرا و منزہ نہیں ہے۔ آپ سے صحیح بخاری شریف میں سہو، نسیان اور تسامح کا واقعہ ہو جانا کوئی ناممکن امر نہیں ہے اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ساری کی

۱۔ ہدی الساری ج 2 ص 251 بحوالہ بخاری مترجم ج 1 ص 11 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

ساری مخلوق میں میرے آقا و مولیٰ رسول عربی ﷺ (فداہ روحی و جسدی) سے بڑھ کر کوئی سچا، بے عیب اور کامل ترین پیدا نہ ہو اسی طرح آسمان کے نیچے قرآن سے بڑھ کر نہ تو کوئی کتاب سچی ہے اور نہ ہی مکمل ترین، مخلوق کی ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی عیب رہ ہی جاتا ہے۔ اگر کوئی عیب نہیں ہے تو خالق کائنات کی کتاب میں نہیں ہے۔ یہ ناچیز حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے کسی ایک تسامح کا بھی کبھی ذکر نہ کرتا اگر یہ سمجھنا مقصود نہ ہوتا کہ بخاری شریف کی ہر حدیث پر آنکھیں بند کر کے عمل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کچھ اس قسم کے لوگ پھٹے جاتے ہیں کہ جو بخاری کی ہر حدیث کو تو صحیح مانتے ہیں اور امام بخاری کے علم و فضل پر اعتراض برداشت نہیں کرتے مگر خیرانی ہے ان کی کم فہمی پر کہ جس نبی ﷺ کے صدقہ سے امام بخاری علیہ الرحمہ کو یہ عزت ملی وہ لوگ اس نبی ﷺ کے علم پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور فضل پر بھی معترض ہوتے ہیں حالانکہ امام بخاری کی طرف کمی علم، سہو، نسیان یا خطا کی نسبت کر دینا کفر نہیں ہے جبکہ نبی کو خطا کار سمجھنا یا کم علم سمجھنا بہت بڑی جرأت ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ)

اس جگہ مذکورہ بالا دعویٰ کی تصدیق و تائید میں بطور دلیل حضرت امام

بخاری علیہ الرحمہ کے چند ایک تسامح کا ذکر کیا جاتا ہے مثلاً

بیان سند میں تسامح:

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ کے تحت ایک حدیث اس سند کے ساتھ ذکر فرمائی کہ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ غَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَالِكٍ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ..... الخ..... امام

بخاری سے اس حدیث میں دو لغزشیں واقع ہوئیں پہلی یہ کہ امام بخاری نے بحیثیت کو مالک کی ماں قرار دیا ہے حالانکہ وہ عبداللہ کی والدہ اور مالک کی بیوی تھی۔

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ سَمِعْتُ رَجُلًا مِّنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ

مَالِكُ بْنُ بَحِينَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ..... الخ..... یعنی اس حدیث

کو انہوں نے مالک سے روایت کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث مالک کے بیٹے عبداللہ بن نحیث سے مروی ہے مالک تو مسلمان ہی نہ ہوا تھا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

اس روایت میں دو جگہ وہم ہے اول یہ کہ نحیث عبداللہ کی والدہ ہے نہ کہ مالک کی دوسرے یہ کہ صحابی اور راوی حضرت عبداللہ ہیں نہ کہ ان کے باپ مالک۔

أَلَوْهْمُ فِيهِ مَوْضِعَيْنِ أَحَدُهُمَا أَنَّ بَحِينَةَ وَالِدَةَ بَحِينَةَ عَبْدِ اللَّهِ وَلَا مَالِكَ وَثَانِيهَا أَنَّ الصُّحْبَةَ وَالرَّايَةَ لِعَبْدِ اللَّهِ وَلَا لِمَالِكٍ^۱

متن حدیث میں تسمیح:

کتاب الزکوٰۃ میں امام بخاری ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعض ازواج نے آپ سے عرض کیا کہ ہم میں سے سب سے پہلے کون (انتقال

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَيْنَا أَسْرَعُ بِكَ لِحُوقًا قَالَ أَطْوَلُ كُنَّ يَدًا فَاخْذُوا قِصْبَةَ

۱ فتح الباری ج 1 ص 29 بحوالہ صحیح بخاری (عربی، اردو) ج 1 ص 36 مطبوعہ لاہور۔

کے بعد) آپ کی خدمت میں حاضر ہوگی۔ فرمایا جس کے ہاتھ لمبے ہونگے چنانچہ انہوں نے ایک (باریک) لکڑی لی اور اپنے اپنے ہاتھ ماپنے لگیں ان میں سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے تھے اور بعد میں ہم کو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کی لمبائی سے مراد صدقہ ہے اور اس کا انتقال سب سے پہلے ہوا اور وہ خیرات کرنے کو بہت پسند کرتی تھی۔

يَذَرُ غَوْنَهَا فَكَانَتْ سَوْدَةَ
اَطْوَلُهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ اَنَّهَا
كَانَتْ طَوَّلُ يَدِهَا الصَّدَقَةَ

اس حدیث میں كَانَ طَوَّلُ يَدِهَا کے جملہ میں كَانَ کی ضمیر حضرت سودہ کی طرف راجع ہے کیونکہ درمیان میں کسی اور کا کوئی ذکر نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد سب سے پہلے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا حالانکہ یہ بات درست نہیں تمام ارباب سیر و تواریخ و محدثین کے نزدیک سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال پہلے ہوا کثرت خیرات کی وجہ سے ان کا ہی کا لقب ام المساکین تھا ان کا انتقال 20ھ میں ہوا جبکہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال 54ھ میں ہوا دراصل بات یہ ہوئی کہ راوی نے درمیان میں حضرت زینب بنت جحش کا نام چھوڑ دیا اور امام بخاری نے بھی زیادہ غور فرمائے بغیر اس کو اپنی صحیح میں ذکر کر دیا۔ حالانکہ صحیح مسلم میں یہی جملہ اس طرح ہے:

۱ بخاری رقم الحدیث نمبر 1330 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

وَكَانَتْ زَيْنَبُ اطْوَلَنَا يَدًا لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ وَتَصَدَّقُ۔ (صحیح مسلم^۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے بھی طویل گفتگو کے بعد یہی فیصلہ کیا

ہے کہ اس روایت میں ابو عوانہ کو وہم ہوا اور امام بخاری نے اسی راوی کی اس غیر مکمل روایت کو اپنی صحیح میں ذکر فرما دیا۔ (فتح الباری^۲)

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب احداث البراءة علی غیر زوجہا کے تحت نقل فرمایا۔

زینب بنت ابوسلمہ سے مروی ہے

کہ جب شام سے ابوسفیان کی

موت کی خبر آئی تو تیسرے دن

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے

زرد خوشبو منگوائی اور اسے اپنے

چہرے اور کلائیوں پر مل کر فرمایا

”اگرچہ مجھے اس کی کوئی ضرورت

نہیں لیکن میں نے نبی کریم ﷺ

سے سنا ہے کہ فرمایا ”کسی عورت

کے لئے جائز نہیں جو کہ اللہ تعالیٰ

اور قیامت کے دن پر یقین رکھتی ہو

وہ کسی بھی میت پر تین دن سے

زیادہ سوگ کرے سوائے خاوند کے

کہ اس کا سوگ چار ماہ دس دن

ہے۔

عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَتْ

لَمَّا جَاءَ نَعْيُ أَبِي سُفْيَانَ مِنَ

الشَّامِ دَعَتْ أُمَّ حَبِيبَةَ بِصُفْرَةٍ

فِي يَوْمِ الثَّلَاثِ فَمَسَحَتْ عَارِ

ضِيهَا وَذَرَا عَيْهَا وَقَالَتْ إِنِّي

كُنْتُ عَنْ هَذَا لَغَنِيَّةٌ لَوْلَا أَنِّي

سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحَدَّ عَلَى مَيِّتٍ

فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا

تُحَدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا.

(بخاری^۱)

۱۔ بخاری شریف کتاب الجنائز رقم الحدیث 1200 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

اس حدیث میں امام بخاری نے بیان فرمایا ہے کہ ابو سفیان کی وفات کی اطلاع ملک شام سے آئی حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر قطعاً غلط ہے کیونکہ باتفاق مورخین ابو سفیان کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ:

وَفِي قَوْلِهِ مِنَ الشَّامِ نَظْرًا لَأَنَّ

ابِاسْفِيَانَ مَاتَ بِالْمَدِينَةِ

بِاخْتِلَافٍ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ

بِالْأَخْبَارِ وَالْجَمْهُورِ عَلَى أَنَّهُ

مَاتَ إِثْنَيْنِ وَثَلَاثِينَ وَقِيلَ

ثَلَاثٌ وَثَلَاثِينَ..... الخ.....

(فتح الباری)

اس روایت میں شام کے لفظ پر

اعتراض ہے کیونکہ مورخین میں سے

کسی کا اس بات پر اختلاف نہیں

ہے کہ حضرت ابو سفیان کا انتقال

مدینہ طیبہ میں 32ھ یا 33ھ میں

ہوا تھا..... آخر تک.....

حق کو پہچانیے:

مذکورہ بالا روایات کو نقل کرنے کا مقصد معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ

ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ امام بخاری کو معمولی شخصیت ثابت کیا جائے نہیں نہیں بلکہ

بخاری علیہ الرحمہ تو آسمان علم الحدیث کے ایسے نیرتاباں ہیں کہ ان کی ضیا پاشیوں

سے آج بھی فضائے علم جگمگا رہی ہے۔ بتانا صرف یہی مقصود ہے کہ جو لوگ بات

بات پر یہ سوال کرتے ہیں کیا یہ بخاری میں ہے؟ وہ جان لیں کہ تسامح امام بخاری

سے بھی ہو سکتا ہے مگر تعجب ہے ان لوگوں کی عقل و دانش پر کہ حضور اکرم رحمت

عالم سلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم ترین شخصیت کہ جن سے بڑھ کر خالق

۱ فتح الباری جلد نمبر 3 ص 388 بحوالہ صحیح بخاری عربی اردو ج 1 ص 37 مطبوعہ فرید بکنال لاہور۔

کائنات نے کسی کو شرف و فضل سے نوازا ہی نہیں جن کے علم کو رب کائنات وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ اور الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ کہہ کر جن کے فضل و کرم کو وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ فرما کر، جن کے اختیار کو وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کی خوش خبری سنا کر جن کی عطا کو اغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ کی خبر دے کر جن کی حفاظت کی وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ کی نوید سنا کر قرآن کریم کو مزین فرمایا ان کو وہ لوگ اپنے جیسا بشر کہہ کر غلطی سے مبرا ماننے کے لئے تیار نہیں اسی نبی ﷺ کے ناپید کنار بحر علم و عرفان سے پیاس علم بجھانے والے خوش نصیب حضرت سیدنا امام بخاری علیہ الرحمہ کو ہر قسم کی لغزش سے مبرا مانتے ہیں۔ حالانکہ کسی بھی امتی کا بارگاہ رب العزت میں شرف قبول سے نوازا جانا نبی کریم ﷺ کی سچی غلامی کے سوا ممکن ہی نہیں۔

اجتہاد اور تسامح:

یہاں ایک غیر جانب دار شخص سوال کر سکتا ہے کہ اگر امتی سے لغزش ممکن ہے تو پھر وہ لوگ سچ کہتے ہیں کہ مقلد نبی علیہ السلام کو چھوڑ کر اپنے امام کی تقلید کرتا ہے۔ حالانکہ امام معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ اس لیے تقلید کرنے والا شرک فی الرسالت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقت ان لوگوں کا شرک فی الرسالت کا یہ فتویٰ بالکل اسی فتویٰ کی طرح ہے جو کہ حضرت علی المرتضیٰ پر لگا تھا (جو کہ آپ چند صفحات پہلے پڑھ آئے ہیں) حضرت سیدنا علی المرتضیٰ پر شرک کا فتویٰ لگانے والوں نے بھی آیت قرآنیہ سے استدلال کیا تھا۔ آپ نے جواباً فرمایا تھا کہ ”آیت مبارکہ تو درست ہے مگر یہ لوگ اس کی تاویل غلط کر رہے ہیں“۔ اسی طرح ہم بھی یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کو ترجیح دینا حرام ہے کفر ہے مگر وہ لوگ مقلدین پر الزام تراشی کر رہے ہیں کیونکہ کوئی بھی سچا مقلد اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول کے خلاف اپنے امام کا کوئی بھی حکم ماننے کو تیار نہیں ہے بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ اور اس رسول کے حکم کی اطاعت و تشریح میں اپنے امام کا حکم مانتا ہے جس طرح ایک عام مقتدی پر واجب ہے کہ وہ دوران نماز اپنے امام کی مکمل اتباع کرے یعنی جب امام قیام کرے تو مقتدی بھی قیام کرے اس کے رکوع پر یہ رکوع کرے اس کے قومہ پر قومہ کرے اس کے سجدہ پر سجدہ کرے حتیٰ کہ اگر امام سے غلطی ہوگئی اور مقتدی سے نہیں بھی ہوئی تو امام کی اتباع میں مقتدی سجدہ سہو بھی کرے حالانکہ سہو ایسے ہوا ہی نہیں تھا۔ اگر مقتدی ایسے نہیں کرے گا تو اس کی نماز برباد ہو جائے گی لیکن اگر امام کی اطاعت و اتباع کرے گا تو رب کریم ایک نماز کا ثواب ستائیس نمازوں کے برابر عطا فرمادے گا۔ مگر اس اطاعت امام میں یہ لحاظ ضرور رکھا جائے گا۔ وہ امام اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول کی اطاعت میں ہو بصورت دیگر اس کی اطاعت واجب نہیں ہوگی۔ بالکل اسی طرح ایک سچا مقلد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت میں اپنے امام کی اطاعت کرتا ہے اگر امام کا قول اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہو تو قول امام کو ترک کر دیتا ہے خود امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا یہ ارشاد نہایت ہی مشہور و معروف ہے کہ اگر میرا کوئی قول حدیث مصطفیٰ ﷺ کے خلاف ہو تو میرے قول کو دیوار پر پھینک دو اور حدیث مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا لو بلکہ اجتہاد تو کیا ہی وہاں جاتا ہے جہاں قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ سے دلیل نہ مل سکے اور یہ وہ عمل ہے کہ جس کا حضور اکرم ﷺ نے خود حکم دیا۔

بطور دلیل ذیل میں عظیم ذخیرہ احادیث میں سے صرف دو روایات نقل

کی جاتی ہیں۔ ماننے والے کے لئے یہی کافی ہیں۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حاکم فیصلہ کرتے وقت اجتہاد (یعنی خوب غور و فکر) سے کام لے پھر اگر صحیح فیصلہ کرے گا تو دو گنا اجر ملے گا اگر اس سے فیصلہ میں خطا ہوگی تو ایک اجر ملے گا۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا ”بتاؤ تم فیصلہ کس طرح کرو گے انہوں نے عرض کیا کہ کتاب اللہ کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم اس میں نہ پاؤ تو انہوں نے عرض کی رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق فرمایا اگر تم رسول اللہ ﷺ کی سنت میں بھی نہ پا سکو تو پھر کیا کرو گے۔“

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمَ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَأَخْطَا فَلَهُ أَجْرٌ وَاحِدٌ. (جامع ترمذی)

عَنْ مَعَاذٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعَثَ مَعَاذًا إِلَى يَمَنِ فَقَالَ كَيْفَ تَقْضِي فَقَالَ أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ اجْتَهَدُ رَأَيْ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

جامع ترمذی باب ماجاء فی القاضی یصیب ویخطی ص 313 رقم الحدیث

(1326) مطبوعہ ریاض

انہوں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے تیرے خیال کو اپنے رسول کے خیال کے موافق فرما دیا۔ (یا فرمایا کہ جس نے اپنے رسول کے قاصد کو یہ توفیق عطا فرمائی)۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قرآن و سنت کو سامنے رکھ کر اجتہاد کرنا شریعت مطہرہ کے منافی نہیں ہے لیکن خوب یاد رہے کہ اجتہاد تو اجتہاد رہا قرآن کریم کی تمام آیات مبارکہ کو سمجھنا بھی ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ورنہ حشر وہی ہوتا ہے جو قرآن کریم کی آیت مبارکہ پڑھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شرک کا فتویٰ لگانے والے خارجیوں کا ہوا یہی وجہ ہے کہ ہم کسی مسئلہ کو سمجھنے کیلئے محلے کے مولوی کی بجائے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ اور آپ کے رفقاء کی طرف رجوع کرتے ہیں تاکہ قرآن کریم کی آیت مبارکہ فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ (سورۃ النحل آیت نمبر 43) ترجمہ: ”اگر تم کو علم نہ ہو تو اہل الذکر (یعنی جید قسم کے علماء ربانی) سے پوچھ لیا کرو“۔ (النحل آیت 43) پر عمل ہو سکے۔

۱۔ جامع ترمذی باب ماجاء فی القاضی کیف یقضى ص 313 رقم الحدیث (1327)

مطبوعہ ریاضی سعودیہ

فقہاء میں اختلاف:

اس جگہ ایک اور سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ پھر امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم کا آپس میں بعض مسائل میں اختلاف کیوں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف بحمد اللہ تعالیٰ موجب فتنہ نہیں ہے بلکہ اس میں اخلاص اور تحقیق کا عنصر شامل ہے یہی وجہ ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے جاتے تو وہاں اپنے مسلک کے خلاف عمل کرتے ہوئے رفع یدین ترک فرما دیا کرتے تھے۔ اور یہ اختلاف ایسے ہی ہے کہ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارہ میں حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مشورہ کیا تھا تو ان دونوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا تھا کہ ان کو فد یہ لے کر چھوڑ دیا جائے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا تھا کہ نہیں ان کو چھوڑا نہ جائے بلکہ یہ کافروں کے سردار ہیں ان کو قتل کر دیا جائے۔ جس جس صحابی کا جو جو رشتہ دار اس وقت قید میں ہے وہ خود اس کو قتل کرے۔ اس اختلاف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض نہیں ہوئے تھے بلکہ دونوں حضرات کی تعریف فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو قبول فرمایا تھا۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب مانعین زکوٰۃ کے خلاف علم جہاد بلند کیا گیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے استدلال پیش فرمایا کہ اس جہاد کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں ان کے خلاف جہاد ناجائز ہے جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موقف تھا کہ انہوں نے زکوٰۃ

کا انکار کر کے کفر کا ارتکاب کیا ہے اس لئے کہ مرتد ہیں ان کے خلاف جہاد جائز اور ضروری ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موثقہ کی تائید کی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فیصلہ سے رجوع فرمایا اور اس مسئلہ میں خلیفہ اول کے ہمنوا بن گئے تھے۔ آئمہ مجتہدین کا آپس میں اختلاف اسی قسم کا اختلاف ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

فقہ حنفیہ کا ایک نہایت روشن پہلو:

اب آئیے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا استخراج مسائل کا کیا انداز تھا۔ اللہ رب العزت جل شانہ نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کو معاملہ فہمی کا عظیم ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ مشکل ترین مسائل کا نہایت آسان حل تلاش کر لیا کرتے تھے۔

فہم و فراست کی چند مثالیں:

ایک مرتبہ ایک شخص امام اعظم کی خدمت میں فتویٰ کے لئے حاضر ہوا اور کہا کہ میرا بیوی سے جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس نے مجھے طعنہ دیا کہ ہر مرتبہ لڑائی کے بعد پہلے تم ہی مجھ سے کلام کرتے ہو میں تو نہیں کرتی اس پر میں نے غصہ میں آ کر کہہ دیا کہ اب کی بار اگر میں تجھ سے کلام کروں اس سے پہلے کہ تو مجھ سے کلام کرے تو تجھ پر تین طلاق ہے۔ چنانچہ اس نے بھی قسم اٹھائی کہ جب تک پہلے تو بات نہیں کرے گا میں تجھ سے بات نہیں کروں گی۔ امام صاحب نے یہ سن کر فرمایا جاؤ جا کر اپنی بیوی سے کلام کر لو اس طرح تم دونوں میں کوئی بھی حانت (یعنی قسم توڑنے والا) نہیں ہوگا۔ حضرت سفیان ثوری اس پر برہم ہو گئے اور کہنے لگے تم حرام کو حلال کر رہے ہو کہ خاوند کے کلام سے عورت مطلقہ ہو جائے

گی تم کہتے ہو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا تو حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جس وقت شوہر نے قسم اٹھائی اُس وقت سے اُس کی قسم شروع ہوگئی اس کے بعد جب اُسکی عورت نے اسے مخاطب کیا تو خاوند کی قسم پوری ہوگئی کہ اس کی عورت نے قسم کے بعد اُسے پہلے مخاطب کر لیا ہے۔ اب عورت کی قسم باقی ہے جب یہ اُسے مخاطب کرے گا تو اس کی قسم بھی پوری ہو جائے گی۔ یہ سن کر حضرت سفیان ثوری پکار اٹھے کہ واللہ آپ پر علوم کے وہ دروازے کھولے جاتے ہیں کہ جن سے ہم غافل ہیں۔

☆ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک اجنبی عورت حاضر ہوئی اور کہا کہ میرا بھائی فوت ہو گیا ہے اور اس نے چھ سو دینار ترکہ چھوڑا ہے۔ مجھے اپنے بھائی کے ترکہ سے صرف ایک دینار ملا ہے۔ میں آپ کے پاس فتویٰ کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔ تاکہ مجھے میرا حق مل جائے آپ نے فرمایا تمہارے حصوں کو تقسیم کس نے کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ حضرت داؤد طائی نے آپ نے فرمایا داؤد طائی صحیح فیصلہ کرتے ہیں تو بتا کہ کیا تیرا بھائی دو لڑکیاں، ایک بیوی، ایک ماں بارہ بھائی اور ایک بہن چھوڑ کر مرا ہے؟ اس عورت نے حیران ہو کر کہا کہ ”آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے“۔ آپ نے فرمایا اگر ایسے ہی ہے تو سن مسئلہ اس طرح ہے کہ:

چھ سو میں سے ثلاثین یعنی چار سو دینار اُس کی دونوں بیٹیوں کا ہوا، چھٹا حصہ یعنی سو دینار اُس کی ماں کو ملا۔ آٹھواں حصہ یعنی پچھتر دینار اس کی بیوہ کے حصہ میں آئے۔ باقی بچے پچیس دینار تو یہ دو، دو دینار ہر بھائی کے حصہ میں آئے اور بہن کو ایک دینار ملا۔ (الخیرات الحسان^۱)

۱ الخیرات الحسان فی سیرة النعمان۔

سبحان اللہ تعالیٰ آپ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے وسعتِ عقل و فہم کا اندازہ فرمائیے کہ عورت کے محض اس سوال پر کہ چھ سو دینار سے مجھے صرف ایک دینار ملا ہے۔ آپ نے مرحوم کے سارے ورثا کی اصل تعداد کو جان لیا۔ اس قسم کے پینتالیس واقعات علامہ ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان میں درج فرمائے دوسری کتب سیرت میں مندرج واقعات اس کے علاوہ ہیں۔

احتیاط: اس قدر فہم و شعور کے ہوتے ہوئے بھی آپ محض اپنی ذات پر ہی اعتماد نہ فرماتے تھے بلکہ اپنے استاد محترم حضرت حماد بن ابی سلیمان کی رحلت مبارکہ کے بعد جب علماء کرام کے اصرار پر آپ اس مسند علم و فضل پر رونق افروز ہوئے تو آپ نے پوری دنیائے اسلام کے لئے تدوین فقہ کا ارادہ فرمایا تا کہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق ہر قسم کے مسائل کو قرآن و سنت اور اجماع سے ثابت کیا جائے اور آنے والے لوگوں کو آسانی ہو چنانچہ آپ نے چوٹی کے علماء کی چالیس رکنی مجلس مشاورت تشکیل دی جس میں علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، علم لغت، علم قرأت، الغرض تمام علوم کے ماہر ترین علماء کو شامل کیا اور ان کے مشورہ سے فقہ کے باقاعدہ اصول بنائے اور اسے مدون کیا۔ فقہی مسائل کی تدوین کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ایک فرضی سوال پیش کیا جاتا کہ اگر فلاں مسئلہ پیش آجائے تو کیا کرنا چاہیے؟ اس مسئلہ پر بحث ہوتی بعض اوقات ایک ایک مسئلہ پر کئی کئی دن بلکہ ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ بحث و تمحیص ہوتی رہتی۔ پھر جب سب علماء ایک نتیجے پر پہنچ جاتے تو وہ مسئلہ لکھ لیا جاتا۔ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کسی پر اپنی رائے مسلط نہیں فرماتے تھے بلکہ اراکین مجلس پوری آزادی کے ساتھ اپنی اپنی آرا پیش فرماتے پھر خوب جرح و قدح ہونے کے بعد جو بات

سمجھ میں آتی وہ قبول کر لی جاتی۔ ہماری اس گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقہ حنفیہ ایک شخصی نہیں بلکہ اجماعی فقہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگردان حضرت امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر وغیر ہم آپ کے ساتھ کئی مسائل میں اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ مگر فقہ حنفیہ کا کوئی بھی مقلد حضرت امام اعظم کے شاگردوں کے اس اختلاف کو گستاخی یا ضد پر محمول نہیں کرتا بلکہ فقہ میں اس کو ایک مخصوص اہمیت حاصل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حنفی مقلد امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی اندھی تقلید نہیں کرتا بلکہ آپ کے شاگردوں کے اختلاف بلکہ آپ کے اپنے مختلف اقوال کو بھی پیش نظر رکھتا ہے۔

آپ کی مجلس شوریٰ کے بعض ارکان:

کسی بھی مجلس شوریٰ کی اہمیت کا اندازہ اُس کے ارکان کی اہمیت سے لگایا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کی چالیس رکنی مجلس شوریٰ کے بعض ارکان درج ذیل ہیں اور یہ سب امام اعظم کے شاگرد تھے۔

(1) حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ کا نام یعقوب بن ابراہیم ہے آپ تفسیر، حدیث، مغازی اور تاریخ عرب کے حافظ تھے۔ (یاد رکھئے حافظ الحدیث اُسے کہتے ہیں کہ جسے ایک لاکھ حدیث بمعہ متن و سند زبانی یاد ہو) حضرت امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین آپ کے شاگرد تھے آپ ہارون رشید کے زمانہ میں قاضی القضاة یعنی چیف جسٹس کے عہدے پر فائز رہے۔

(2) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ کا پورا نام محمد بن حسن شیبانی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے شاگرد تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم حاصل کیا اگر میں ان کا شاگرد نہ ہوتا تو مجھ پر علم کے دروازے اس طرح نہ کھلتے۔ امام شافعی نے مزید فرمایا کہ جب آپ مسئلہ بیان فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ جیسے وحی نازل ہو رہی ہو۔ حضرت امام محمد کی علوم دینیہ میں تصانیف کی تعداد نو سو نوے ہے۔ ان میں سے بعض شائع ہو چکی ہیں۔

(3) امام زفر بن ہذیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ فقہ اور حدیث دونوں کے امام تھے۔ آپ کو قیاس اور اجتہاد میں ملکہ حاصل تھا۔

(4) حضرت حسن بن زیاد لؤلؤی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ نہایت سلیم الطبع کامل فقیہ اور علامہ شخصیت تھے۔ آپ 194ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔

(5) حضرت امام ہذیل التیمی العنبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ عظیم المرتبت عالم دین نہایت ذکی الفہم تھے۔

(6) امام حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما:

آپ حضرت امام اعظم کے نامور فرزند ہیں علم فضل میں آپ والد ذی وقار کے صحیح جانشین تھے۔

(7) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

مشہور عابد و زاہد فقیہ اور مقام ولایت پر فائز ایک بے مثال شخصیت تھے۔

(8) امام داؤد بن نصر طلائعی علیہ الرحمہ:

آپ علامہ اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ اتنے بڑے عابد و زاہد تھے

کہ آپ کو راہب ہذا الامۃ یعنی اس امت کے راہب کہا جاتا ہے۔

(9) امام فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ قرآن و سنت کے عظیم ماہر و عامل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت

بڑے ولی اللہ تھے۔ اولیاء اللہ کی سیرت و مناقب پہ لکھی جانے والی کتب میں

آپ کا ذکر نہایت نمایاں انداز میں کیا جاتا ہے۔

(10) حضرت امام قاسم بن معن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

پوتے ہیں آپ اپنے پردادا حضرت عبداللہ بن مسعود کے علم کے بہترین وارث

تھے۔ علم فقہ کی تاریخ میں آپ کا بہت بلند مقام ہے۔

انصاف کی بات

محترم قارئین کرام! انصاف کا ترازو آپ کے ہاتھ میں ہے خود ہی

فیصلہ فرمائیں کہ اس قسم کے جید اور یگانہ روزگار محدثین کرام کا جن کو لاکھوں

احادیث مبارکہ زبانی یاد تھیں اور جن کے تقویٰ و طہارت کی قسمیں اٹھائی جاسکتی

ہیں جو صائم النہار اور شب زندہ دار تھے۔ خود حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ کے بارہ میں متواتر ثابت ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کے

وضو سے نماز فجر ادا فرمائی۔ اکثر اوقات ایک ایک رکعت میں پورا قرآن کریم تلاوت فرما لیتے اور جس جگہ آپ نے رحلت فرمائی وہاں آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم فرمایا تھا۔ آپ دوران عبادت خوف الہیہ سے اس قدر روتے کہ ہمسائیوں کو بھی آپ پر رحم آنے لگتا۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ آپ ماہ رمضان المبارک میں یوم عید الفطر تک باسٹھ قرآن کریم ختم فرما لیتے آپ بہت بڑے سخی اور فیاض تھے۔ (ملاحظہ فرمائیں الخیرات الحسان^۱)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب و سنت اور اقوال صحابہ کے مقابل قیاس و اجتہاد کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ وہ خود اپنا مسلک یوں بیان فرماتے ہیں کہ ”میں سب سے پہلے قرآن کریم کو لیتا ہوں۔ اگر اس میں مجھے مطلوبہ مسئلہ نہ ملے تو سنت رسول کریم ﷺ میں تلاش کرتا ہوں۔ اگر وہاں بھی نہ پاسکوں تو پھر صحابہ اکرام کے ارشادات عالیہ کی طرف آتا ہوں۔ ان میں جو زیادہ معتبر ہو اس کو قبول کر لیتا ہوں اور اگر اقوال صحابہ میں بھی نہ ملے تب اجتہاد کرتا ہوں۔“ (الخیرات الحسان^۲)

غور فرمائیے کہ ایک طرف تو اس قدر احتیاط کے ساتھ ان نابغہ روزگار شخصیات کے قرآن و سنت کی روشنی میں اٹھ کر وہ مسائل (فقہ حنفیہ) ہوں اور دوسری طرف چودھویں بلکہ پندرھویں صدی کے ایک عام عالم دین کے بتائے ہوئے مسائل۔ انصاف فرمائیے کہ ان میں کون قابل تقلید ہے اور کون لائق تردید؟ پھر ہر شخص اس لائق نہیں ہوتا کہ استنباط مسائل کر سکے جیسا کہ خارجی قرآن کریم کی آیتہ مبارک کا مطلب نہ سمجھ سکے حالانکہ وہ صحابہ اور تابعین کا

۱ الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان۔

۲ الخیرات الحسان فی سیرۃ النعمان۔

زمانہ تھا۔ مگر خارجیوں نے قرآن فہمی میں ایسی غلطی کی کہ وہ دین سے نکل گئے یہی وہ حقیقت ہے کہ مقلد حضرات عوام الناس کو اجتہاد کرنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں جید علما اور محدثین کہ جو علم و عمل کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں وہ ضروری مسائل میں اجتہاد فرماتے ہیں۔

محترم قارئین کرام! بحمد اللہ تعالیٰ حق سورج سے بھی زیادہ نمایاں ہو چکا ہے۔ اب جس کا جی چاہے اس آفتاب ہدایت کی سنہری کرنوں سے اپنے دل و دماغ کو روشن کر کے صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی مبارک راہ پر چلے اور جس کا جی چاہے خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ کا مصداق بن کر عَذَابُ الْيَمِّ کے کنویں میں چھلانگ لگا دے۔

(معاذ اللہ تعالیٰ)

اللَّهُمَّ اجْعَلْنَا مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى
رَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.

نوٹ

یہ مضمون اس ناچیز مولف کتاب ہذا کی غیر مطبوعہ کتاب

”تقلید۔ قرآن و سنت کی روشنی میں“

سے بمطابق ضرورت اخذ کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی
آلِهِ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ ثم الحمد للہ تعالیٰ کہ پروردگار عالم جل شانہ نے ہم ناچیز بندوں پر
بے پایاں احسان و کرم فرمایا کہ ہمیں حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ کا امتی بنا
دیا اور حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کی وساطت و وسیلہ سے ہمیں قرآن کریم کی
دولت عطا فرمائی اور عبادت کے طریقے سکھا دیئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کے حضور اعلیٰ ترین عبادتوں میں سے ایک
عبادت ”صلوٰۃ“ یعنی نماز بھی ہے جس کا قرآن مجید میں بار بار حکم دیا گیا اور کتب
احادیث جس کے تذکرہ سے مالا مال ہیں۔ یہ اس قدر اہم عبادت ہے کہ قرآن و
حدیث میں اس کے ترک کو کفر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

اس عظیم الشبان عبادت کا طریقہ بھی حضور اکرم نبی ﷺ نے اپنی
امت کو سکھایا اور فرمایا۔ صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمْوْنِیْ اُصَلِّیْ۔ ”صلوٰۃ“ یعنی ”نماز اس
طرح ادا کرو جس طرح مجھے ادا کرتا ہوا دیکھو“۔ (بخاری ۱)

زمانہ جانتا ہے کہ دین اسلام کوئی ایک آدھ دن یا ایک دو ماہ میں مکمل
نہیں ہوا بلکہ (اس دین متین کی بنیادی کتاب) قرآن مجید مسلسل تیس برس
نازل ہوتا رہا اس میں ناسخ و منسوخ احکامات نازل ہوتے رہے۔ اسی طرح

۱۔ بخاری ج 1 ص 88 باب الاذان للمسا فر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

عبادت کے طور و طریقے بھی بدلتے رہے۔ یہی صورت حال نماز کی ہے کہ شروع میں دوران نماز گفتگو کرنا جائز تھی کہ آدمی نماز بھی پڑھ رہا ہوتا اور ضرورت کی بات بھی کر لیتا۔ لیکن ”قَوْمُوا لِلَّهِ قَتِيْنًا“ (۲/۲۲۸) کے نازل ہونے کے بعد نماز میں گفتگو سے منع فرما دیا گیا۔ (ابوداؤد)

اسی طرح نماز میں تراویم ہوتی رہیں یعنی رفع یدین کیا بھی گیا اور نہیں بھی۔ بلند آواز سے آمین کہی بھی گئی اور پست آواز سے بھی۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں مختلف زمانوں میں مختلف وفود حاضر ہوتے اور نماز پڑھنے کا طریقہ دیکھتے اس دوران وہ رسول محتشم رحمت عالم ﷺ کو جس طرح نماز ادا فرماتے دیکھتے اپنے علاقہ میں جا کر خود بھی اسی پر عمل کرتے اور لوگوں کو بھی اس کی نصیب دیتے۔ تو جس کسی نے رسول اللہ ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا اس نے وہ بھی اس پر عمل کیا اور لوگوں کو بھی یہی بتایا لیکن جس نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی بھی جگہ رفع یدین نہیں کیا اس نے بھی سوائے تکبیر تحریمہ کے کہیں رفع یدین نہ کیا گویا ان دونوں حضرات نے اپنے اپنے انداز میں سنت مصطفیٰ ﷺ پر عمل کیا۔ شاید! اللہ تعالیٰ عزوجل کو یہ ہی منظور تھا کہ نماز کے بارہ میں اس کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری اداؤں پر ہی عمل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت کسی بھی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نماز کو ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے، سینے پر باندھنے، کھلے چھوڑنے، رفع یدین کرنے یا نہ کرنے، آمین بالجہر کہنے یا پست آواز سے کہنے کی بنا پر مردود یا قابل قبول قرار نہیں دیتے۔ یہ ہی سبب ہے کہ ہم ان سارے اماموں کا نہایت بوجہ و احترام سے ذکر کرتے ہیں کسی کی شان میں گستاخی نہیں کرتے بلکہ سیدنا

ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الہی عن الکلام فی الصلوٰۃ ص 150 مطبوعہ الریاض۔

الشیخ عبدالقادر جیلانی المعروف غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ جن کے بارہ میں مشہور ہے کہ آپ حنبلی تھے اور رفع یدین فرماتے تھے۔ اُن کو اپنا شیخ اور بلجا و ماویٰ مانتے ہیں۔ ہر ماہ اُن کے ایصالِ ثواب کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ اُن کی نسبت سے خود کو قادری کہلواتے ہیں یعنی ہم محض رفع یدین کی وجہ سے کسی کے مخالف نہیں کیونکہ یہ بھی عمل مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ جس کی نماز کو چاہے قبول فرمائے۔ جسے چاہے رد فرمادے کسی مولوی کو یہ اختیار نہیں کہ حکم لگا دے کہ فلاں کی نماز قبول ہے یا فلاں کی مردود۔

یاد رکھئے: اصل اختلاف عقیدہ کا ہے کون نہیں جانتا کہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی بہت بڑا توحید پرست تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور نبی علیہ السلام کی گستاخی نے لاکھوں برس کی عبادت تباہ و برباد کر کے رکھ دی۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی اور اس کے منافق ساتھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے۔ مسجد نبوی شریف کہ جس میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اس مسجد میں حضور امام الانبیاء ﷺ کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے تھے۔ مگر ایمان سے بتائیے کہ ان کی کوئی نماز قبول ہے؟ یقیناً ہر صاحب ایمان کا جواب نفی میں ہو گا۔ کیا وہ جو رسول اللہ ﷺ کی زیرِ قہذت کفار سے لڑائی کرتے تھے ان کا یہ جہاد قبول ہو گا؟ ہر صاحب ایمان یہی کہے گا کہ منافق کی کوئی بھی عبادت قبول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کہ ”إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ“ (القرآن) کے مطابق منافق جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں یعنی عام کافر سے بھی زیادہ ذلیل و خوار ہونگے۔ آخر سبب کیا ہے کہ توحید پرست ہونے کے باوجود ان کی نمازیں، روزے، حج، زکوٰۃ، جہاد سارے کے سارے اعمال

برباد ہو گئے۔ اس کا جواب صرف یہ ہو گا کہ ان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہیں تھی وہ آپ ﷺ کو سچا نہیں مانتے تھے اور بس یہی وہ جرم عظیم ہے کہ جس کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ:

”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ

لَا يَجِدُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا“ (النساء 65)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں کہ اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ لوگ اس وقت تک ایمان والے نہیں (ہو سکتے) جب تک اپنے جھگڑوں (معاملات) میں آپ کو اپنا حاکم (آقا و فیصلہ فرمانے والا) تسلیم نہیں کرتے۔ پھر آپ جو بھی فیصلہ فرماویں وہ اپنے جی میں اس کے بارہ میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ خوب اچھی طرح تسلیم کر لیں۔

آیت مبارکہ کے اس مفہوم سے پتہ چلا کہ مومن کے دل میں حضور اکرم ﷺ کے کسی بھی فیصلہ پر تنگی محسوس نہیں ہوتی اور یہ صورت صرف کمال محبت کی وجہ سے ممکن ہے۔ جس طرح حدیث پاک میں اس کی تشریح بیان فرمائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں کوئی بھی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں جب تک وہ مجھے اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ (صحیح بخاری)

قرآن کریم کی سورۃ حجرات میں حضور اکرم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنا اور عامیانہ انداز میں حضور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرنے کو بھی تباہی اعمال کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ گویا قبولیت اعمال کیلئے درستگی عقیدہ ضروری ہے۔

صحیح بخاری ج 1 ص 7 باب حب الرسول من الایمان مطبوعہ کراچی۔

پھر کتاب کیوں لکھی:

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین فرمائیے کہ اس کتاب کے لکھنے کا یہ مقصد ہرگز ہرگز نہیں کہ ہمارے بیان کردہ طریقہ نماز کے سوا باقی سب طریقے (معاذ اللہ تعالیٰ) غلط یا مردود ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے یہ ایک لمحہ کے لئے بھی ذہن میں نہ لائے بلکہ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ یہ جو مکار قسم کے غیر مقلد سیدھے سادھے مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ تم غلط نماز پڑھتے ہو، یہ قبول نہیں ہوتی۔ اس کا مداوا کرنا ہے۔ اس جگہ مکار قسم کے غیر مقلد کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ غیر مقلد حضرات کے جید علماء رفع یدین کو صرف مستحب لکھتے ہیں۔ (مسلم شریف مع مختصر شرح نووی)

ظاہر ہے کہ مستحب کام کرنے یا نہ کرنے پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ جس طرح نماز نفل کھڑے ہو کر پڑھنا مستحب ہے لیکن بیٹھ کر بھی نفل پڑھ سکتے ہیں یعنی مستحب عمل پر بلاوجہ بحث نہیں کرنی چاہیے۔ مشہور غیر مقلد عالم دین نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں کہ ”رفع یدین کرنے میں جھگڑا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے، یعنی جو رفع یدین نہ کرنے والوں سے جھگڑا کرتے ہیں وہ جاہل اور ضدی لوگ ہیں۔ (تفصیل رفع یدین کے تحت ملاحظہ ہو)

اس لئے اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ضروری تھا کہ ہر حنفی مسلمان کو پتہ چلے کہ الحمد للہ تعالیٰ ہم اہل سنت جو نماز پڑھتے ہیں وہ عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہے اور اپنے مخالف کو ہر عمل نماز پر قرآن و حدیث سے دلیل پیش کر سکے۔

۱ صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی مترجم اہل حدیث علامہ وحید الزما نمطبوعہ خالد احسان لاہور

ج 2 ص 18

۲ فتاویٰ نذیر یہ ج 1 ص 441 مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ

بارگاہ رب العزت میں نہایت درجہ عاجزی و انکساری سے ماتمس ہوں کہ اے میرے معبود برحق..... اے رب محمد مصطفیٰ ﷺ..... اے میرے خالق و مالک..... میری قلبی کیفیت سے تو خوب واقف ہے۔ تیرے اس عاجز بندے نے یہ کتاب صرف اور صرف تیری اور تیرے محبوب ﷺ کی رضا کے لئے لکھی ہے تاکہ تیرے ان بندوں کی نمازوں پر کیا جانے والا وہ طعن دفع ہو جائے جو نادان لوگ کرتے ہیں تو ہی سب کی ”صلوٰۃ“ کو قبول فرمانے والا ہے۔ اے میرے پالنے والے..... بے شک اس کتاب میں جو کچھ میں نے حق لکھا ہے وہ تیری رحمت کے ساتھ لکھا ہے اور وہ تیری طرف سے ہے لیکن اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہو تو وہ میری شامت اعمال کی وجہ سے ہے۔ تو اپنی شان کریبی کے صدقہ مجھے معاف فرما اور اپنے محبوب مکرم رحمت عالم ﷺ کی شفاعت میرا مقدر فرما۔ (آمین)

بِحَاہِ حَبِيبِكَ الرَّؤْفِ الرَّحِيمِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلٰى حَبِيبِهِ
مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ.

طالب عفو محتاج رحمت، متمنی شفاعت

سید محمد سعید الحسن بن سید نیاز احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(20 رمضان المبارک 1422ھ بوقت سحر)

دوبارہ ترتیب: 20 شعبان المعظم 1425ھ بعد از نماز ظہر

مسجد بیت الحرام حرم کعبۃ اللہ کے سامنے

باب اوّل:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الطہارۃ

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے کہ!

ترجمہ: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِیْنَ۔ (التوبہ 108)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ خوب اچھی طرح پاک و صاف رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اور فرمایا: وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ (المدثر 4)

ترجمہ: ”اور اپنے لباس کو (ہمیشہ) پاک و صاف رکھو۔“

فقہاء کرام کے نزدیک طہارت نماز کے لئے شرط ہے یعنی ضروری ہے کہ نمازی کا جسم ہر طرح کی نجاست (حکمی، حقیقی، خفیفہ، غلیظہ) سے پاک ہو۔
(نور الایضاح^۱، قدوری^۲)

اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(1) الطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ۔ پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ (مشکوٰۃ^۳)

(2) حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ.

۱ ہدایہ اولین ج 1، شرح وقایہ ج 1، شرح نقایہ ج 1، عالمگیری، نور الایضاح۔

۲ قدوری، بہار شریعت ج 3 ص 32، مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز کراچی لاہور۔

۳ مشکوٰۃ ص 38 کتاب الطہارۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، مسلم عن ابی مالک اشعری

جلد نمبر 1 ص 118 کتاب الطہارۃ مطبوعہ کراچی۔

ترجمہ: نماز جنت کی کنجی ہے اور نماز کی کنجی (بہترین) وضو ہے۔ (احمد^۱)
 (3) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا تُقْبَلُ الصَّلَاةُ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَتَوَضَّأَ.

ترجمہ: بے وضو شخص جب تک وضو نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔
 (بخاری^۲، مسلم^۳، مشکوٰۃ^۴)

(4) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا تُقْبَلُ الصَّلَاةُ بِغَيْرِ طَهْوَرٍ وَلَا صَدَقَةٍ مِّنْ غُلُولٍ.

ترجمہ: نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی اور خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں۔ (ترمذی^۵)

(5) حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِّنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فَعِرَّ بِهَا

كَذَّاءٌ وَكَذَّاءٌ مِنَ النَّارِ.

ترجمہ: جس کسی نے ایک بال کے برابر جگہ غسل جنابت سے، چھوڑ دی یعنی اس

۱ احمد ج 2 ص 298 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

۲ بخاری ج 1 ص 25 باب لا تقبل الصلوة بغیر طہور مطبوعہ کراچی۔

۳ مسلم ج 1 ص 119 باب وجوب الطہارۃ الصلوة مطبوعہ کراچی۔

۴ مشکوٰۃ ص 40 باب ما یوجب الوضو مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۵ ترمذی ابواب الطہارہ ج 1 ص 90 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

کے ساتھ آگ میں ایسا اور ایسا (یعنی سخت عذاب) کیا جائے گا۔

(ابوداؤد^۱، احمد^۲، دارمی^۳)

(6) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

إِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَأَنْقُوا الْبَشْرَةَ.

(ابوداؤد^۱، ترمذی^۵، ابن ماجہ^۶، ابن ابی شیبہ^۷، مشکوٰۃ^۸)

ترجمہ: ہر بال کے نیچے جنابت ہے اس لئے بالوں کو دھوؤ اور بدن کو خوب اچھی طرح پاک و صاف کرو۔

(7) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

إِنِّي لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ. (ابوداؤد^۹)

۱ ابوداؤد ج 1 ص 45 باب فی الغسل عن الجنابة مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲ مسند امام احمد ج 1 ص 152 و ج 1 ص 163 مطبوعہ طبع جدید بیروت لبنان۔

۳ دارمی ج 1 ص 210 باب من ترک موضع شعرة من جنابة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ابن

ماجہ ص 44 باب تحت کل شعرة جنابة مطبوعہ کراچی۔ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 123 باب من کان یقول

بالغ فی غسل الشعر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ سنن الکبریٰ للبیہقی ج 1 ص 125 باب تحلیل اصول الشعر

بالماء مطبوعہ ملتان۔

۴ ابوداؤد ج 1 ص 45 باب فی الغسل من الجنابة مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۵ ترمذی ج 1 ص 123 باب ماجاء ان تحت کل شعرة جنابة مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۶ ابن ماجہ ص 44 باب تحت کل شعرة جنابة مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۷ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 123 باب من کان یقول بالغ فی غسل الشعر مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

۸ مشکوٰۃ ص 48 باب الغسل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۹ ابوداؤد ج 1 ص 43 باب فی الجنب یدخل المسجد مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

ترجمہ: میں کسی حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد میں (داخلہ کو) حلال قرار نہیں دیتا۔

(8) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا!

لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ.

حائضہ اور جنبی قرآن کریم کا کوئی حصہ تلاوت نہ کریں۔ (ترمذی^۱)

(9) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت بارگاہ

اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی۔ ”یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم میں سے کسی

عورت کے کپڑے کو خون حیض لگ جائے تو وہ کیا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

إِذَا أَصَابَ ثَوْبَ أَحَدَاكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرِضْهُ ثُمَّ

لَتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لِتُصَلِّ فِيهِ.

ترجمہ: جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو خون حیض لگ جائے تو اُسے انگلیوں

سے مل کر پانی سے دھو ڈالے پھر اس میں نماز پڑھ لے۔ (بخاری^۲)

(10) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم مسجد میں

رسول اللہ ﷺ کی خدمت فیض درجت میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور مسجد

میں پیشاب کرنے لگا۔ صحابہ کرام نے اُسے روکنا چاہا تو رسول کریم ﷺ نے ان

کو منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تم اس کا پیشاب بند نہ کرو اس کے حال پر چھوڑ دو۔

جب وہ پیشاب کر چکا تو حضور رحمت عالم ﷺ نے اُسے اپنے پاس بلایا اور فرمایا۔

إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلَعُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ وَالْقَدْرِ إِنَّمَا

هِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ.

۱۔ ترمذی ج 1 ص 129 باب ماجاء فی الجنب والحائض لا یقرآن القرآن مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ بخاری، غسل دم الخیض ج 1 ص 45 مطبوعہ کراچی۔

ترجمہ: بے شک یہ مساجد گندگی کے لائق نہیں ہیں۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے نماز پڑھنے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے کیلئے ہیں یا اسی طرح کا کوئی جملہ ارشاد فرمایا۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ۳)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو حکم دیا اور وہ پانی کا بھرا ہوا ڈول لایا اسے پیشاب پر بہا دیا۔ (یعنی اس جگہ کو دھویا)۔

استنجا کا بیان

پیشاب و پاخانہ کے بعد طہارت کرنے کو استنجا کرنا کہتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے مٹی وغیرہ کے ڈھیلے بھی استعمال ہو سکتے ہیں اور پانی بھی لیکن ڈھیلے صرف اسی صورت میں کفایت کریں گے کہ نجاست نے مخرج نجاست کو ایک درہم کے برابر (یعنی تقریباً 2 سح م قطر) آلودہ نہ کیا ہو ورنہ پانی کے استعمال کے بغیر طہارت نہ ہوگی اور اگر کوئی ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی سے بھی طہارت کرے تو یہ عمل بہت ہی اعلیٰ ہے جبکہ صرف پانی سے طہارت کرنا بھی بہترین طہارت ہے۔ کتب فقہ میں بیت الخلا کے آداب درج ہیں مثلاً:

مسئلہ: بیت الخلا میں داخل ہونے سے قبل یہ دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے اے اللہ تعالیٰ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ہر طرح کی پلیدی اور خباثت سے۔

پھر بائیں قدم آگے بڑھا کر بیت الخلا میں داخل ہو اور نکلتے وقت دایاں

۱ بخاری ج 1 ص 35 مطبوعہ کراچی باب حب الماء علی البول فی المسجد۔

۲ مسلم ج 1 ص 183 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ مشکوٰۃ ص 52 باب تطہیر النجاسات مطبوعہ کراچی۔

پاؤں باہر نکالے اور کہے۔

غُفْرَانِكَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي مَا يُؤْذِينِي وَأَمْسَكَ
عَنِّي مَا يَنْفَعَنِي.

ترجمہ: تیری ہی طرف سے مغفرت ہے اے میرے پروردگار ساری تعریفیں
اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے مجھ سے اُس چیز کو مجھ پر روک لیا جو میرے
لئے نفع بخش تھی۔

(یہ امور مستحب ہیں)

مسئلہ: پیشاب و پاخانہ یا طہارت کرتے وقت قبلہ کی طرف مونہہ یا پیٹھ کر کے
نہ بیٹھے۔

مسئلہ: ہوا کے رُخ اور سخت زمین پر کہ جہاں چھینٹے پڑیں پیشاب نہ کرے یعنی
ایسی جگہ یا اس انداز سے کہ چھینٹے پڑیں پیشاب کرنا منع ہے۔

مسئلہ: کنویں، حوض یا چشمے کے کنارے یا پانی میں اگرچہ بہتا ہو، اسی طرح
پھلدار یا سایہ دار درخت کے نیچے کہ جہاں لوگ بیٹھتے ہوں، یا مسجد یا
عیدگاہ کے پہلو میں (اگر باقاعدہ استنجا خانے نہ بنے ہوئے ہوں تو) یا
راستہ میں یا غسل خانہ میں یا وضو کی جگہ پر پیشاب و پاخانہ کرنا منع ہے۔

مسئلہ: اپنے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی پہن کر اسٹکر یا بیج لگا کر رفع حاجت کے لئے
نہ جائے کہ جس پر کلمات مقدسہ درج ہوں۔

مسئلہ: جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور دوران رفع
حاجت کسی سے کلام نہ کرے بلکہ زبان سے اذان کا جواب بھی نہ دے

مسئلہ: بڈی، گوبر اور ہر وہ شے جسے انسان یا جانور کھائیں نیز کونکہ وغیرہ سے
بھی استنجا نہ کرے۔

مسئلہ: ڈھیلوں کی خاص تعداد متعین نہیں اصل مقصد صفائی ہے البتہ بہتر ہے کہ طاق ہوں۔

مسئلہ: اگر عذر شرعی نہ ہو تو دائیں ہاتھ سے استنجا نہ کریں۔

مسئلہ: رفع حاجت کے لئے پردہ کا خاص اہتمام نہ کرے یعنی یا تو لوگوں سے دور چلا جائے یا بیت الخلاء استعمال کرے۔

مسئلہ: کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے مثلاً سانپ یا چوہے کی بل وغیرہ۔
یہ مسائل کتب حنفیہ کی تمام معتبر کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔ اب اس موضوع پر قرآن و حدیث کے دلائل کا مطالعہ فرمائیں۔

فِيهِ رَجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ

(التوبہ 108)

ترجمہ: اُس (بستی) میں ایسے مرد ہیں جو پاک و صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب صاف ستھرا رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

(11) حضرت ابو ایوب، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول محترم رحمت عالم ﷺ نے (اہل قبائسے) فرمایا۔

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ آثَنِي عَلَيْكُمْ فِي الطُّهُورِ فَمَا طُهُرُواكُمْ

ترجمہ: اے گروہ انصار بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکیزگی کی تعریف فرمائی ہے۔ تم کس طرح طہارت کرتے ہو۔

تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں۔ جنبی ہوں تو غسل کرتے ہیں اور پانی کے ساتھ استنجا کرتے ہیں۔ تو آپ

ﷺ نے فرمایا:

فَهُوَ ذَالِكَ عَلَيْكُمْ وَهُ. بس یہی وہ بات ہے (یعنی پانی سے استنجا کرنا جو قابل تعریف ہے)۔ تم اس کو لازم پکڑے رکھو۔ (ابن ماجہ^۱)

(12) حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسولِ محتشم رحمت عالم ﷺ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو (یہ دعا) پڑھتے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخُبَائِثِ

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ میں تیری پناہ میں آتا ہوں تمام پلید اور گندی چیزوں سے۔ (ابن ماجہ^۲، نسائی^۳، ترمذی^۴، مسلم^۵ و بخاری^۶ باب ما یقول عند الخلاء)

(13) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی رحمت ﷺ بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو کہتے ”غُفْرَانِكَ“ ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ (جامع ترمذی^۷)

(14) سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

سِتْرُ مَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجِنَّ وَعَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ

۱ ابن ماجہ ص 29 باب الاستنجا بالماء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ ابن ماجہ ص 26 باب ما یقول اذا دخل الخلاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ نسائی ج 1 ص 9 باب القول عند دخول الخلاء مطبوعہ کراچی۔

۴ ترمذی ج 1 ص 95 باب ما یقول اذا دخل الخلاء مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۵ صحیح مسلم ج 1 ص 163 باب ما یقول اذا اراد دخول الخلاء مطبوعہ کراچی۔

۶ بخاری ج 1 ص 26 باب ما یقول عند الخلاء مطبوعہ کراچی۔

۷ جامع ترمذی ج 1 ص 96 مکتبہ رحمانیہ لاہور، ابن ماجہ ص 26 باب ما یقول اذا خرج من الخلاء مطبوعہ کراچی۔

الْخَلَاءَ أَنْ يَقُولَ بِسْمِ اللَّهِ. (ابن ماجہ^۱)

ترجمہ: جنات کی آنکھوں اور اولاد بنی آدم کی شرم گاہوں کے درمیان پردہ یہ ہے کہ تم میں سے جب کوئی بیت الخلاء میں جائے تو بسم اللہ کہہ لیا کرے۔ (اس طرح جنوں سے بھی پردہ ہو جائے گا)

(15) حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي. (ابن ماجہ^۲)

ترجمہ: ساری تعریفیں اس اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے مجھ سے تکلیف دہ شے کو دور فرما دیا اور مجھے عافیت عطا فرمائی۔ (ابن ماجہ)

(16) حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم شفیع معظم رحمت عالم ﷺ جب بیت الخلاء کو جاتے تو اپنی انگوٹھی مبارکہ اتار لیتے کیونکہ اس پر اسم گرامی (محمد رسول اللہ) کندہ تھا۔ (ابوداؤد^۳، ترمذی^۴، نسائی^۵)

(17) حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مشرک نے طنزیہ طور پر مجھے کہا ”میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے آقا تمہیں ہر چیز سکھاتے ہیں حتیٰ کہ رفع حاجت کا طریقہ بھی۔“ (حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) میں نے کہا ہاں آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم (اس دوران) قبلہ کی طرف مونہہ کر کے نہ بیٹھیں۔ اپنے دائیں ہاتھ سے استنجانہ کریں۔ تین ڈھیلوں

۱ ابن ماجہ ص 26 مطبوعہ کراچی۔

۲ ابن ماجہ ص 26 باب ما یقول اذا خرج من الخلاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ ابوداؤد ص 8 باب الخاتم یكون فيه ذكر الله تعالى يدخل به الخلاء مطبوعہ ریاض۔

۴ ترمذی ص 406 مطبوعہ ریاض سعودیہ باب ماجاء لیس الخاتم فی السمین۔

۵ نسائی ص 787 مطبوعہ ریاض باب نزع الخاتم عند دخول الخلاء۔

سے کم استنجانہ کریں اور یہ ڈھیلے نجاست (مثلاً لید، گوبر وغیرہ) کے نہ ہوں اور نہ ہی ہڈی ہو۔ (مشکوٰۃ^۱، نسائی، ابن ماجہ)

لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ.

ترجمہ: تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے پھر اسی میں غسل کرے یا وضو کرے کیونکہ اکثر وسواس کا یہی سبب ہے۔

(ابی داؤد^۲، ترمذی^۳، نسائی^۴، ابن ماجہ^۵)

(19) حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ دو قبروں کے قریب سے گزرے تو فرمایا۔

إِنَّهُمَا لِيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ. (مسلم^۵)

ترجمہ: ان دونوں قبر والوں کو عذاب کسی ایسی وجہ سے نہیں دیا جا رہا (جو تمہارے نزدیک) بہت بڑی ہو ان میں سے ایک تو پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا جبکہ دوسرا چغل خور تھا۔ (بخاری^۶)

۱ مشکوٰۃ عربی اردو ج 1 ص 91 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور باب اداب الخلاء۔ ابن ماجہ ص 83 باب الاستنجاء بالاجار وانھی عن الروث وثرمة۔ مطبوعہ ریاض سعودیہ۔ نسائی ص 15 باب انھی عن الاکتفاء فی الاستطاب باقال من ثلاثہ اجار مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

۲ ابوداؤد ج 1 ص 15 باب فی البول فی المستحم مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۳ ترمذی ج 1 ص 101 باب ماجاء فی کراہتہ البول فی المغتسل مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۴ نسائی ج 1 ص 15 باب کراہتہ البول فی المستحم قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۵ مسلم ج 1 ص 141 باب الدلیل علی نجاستہ البول ووجوب استبراء عنہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۶ بخاری باب من الکبار ان لا یستر من بولہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

پھر آپ ﷺ نے (کجھور کے درخت کی) ایک تازہ شاخ لی اور اُسے درمیان سے چیر کر دونوں قبروں پر ایک ایک (ٹکڑا) گاڑھ دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں فرمایا ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا۔

لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَبْسَا. (صحیح مسلم)

ترجمہ: اس امید پر کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف ہو۔

فائدہ: سبحان اللہ تعالیٰ رب ذوالجلال نے اپنے محبوب باکمال ﷺ کو کس قدر عظیم الشان علم و نظر سے نوازا کہ نہ صرف یہ دیکھ لیا کہ ان قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ بلکہ یہ بھی جان لیا کہ عذاب کا سبب کیا ہے اور پھر قبور پر تر شاخیں رکھ کر یہ بھی بتا دیا کہ کسی دوسرے کے ذکر اللہ اور دعاء کے وسیلہ سے بھی صاحب قبر کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(20) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ (کہیں جا رہا) تھا۔ آپ ﷺ نے پیشاب فرمانے کا ارادہ فرمایا تو ایک دیوار کے قریب نرم جگہ تشریف لے گئے اور فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔

إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيُرْتَدِدْ لِبَوْلِهِ۔ (ابوداؤد^۲)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے (مناسب) جگہ تلاش کرے۔

۱۔ مسلم ج 1 ص 141 باب الدلیل علی نجاستہ البول ووجوب استبلا عنہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲۔ ابوداؤد ج 1 ص 12 باب الرجل یتبول لبولہ۔ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

(21) حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی (مثلاً تالاب وغیرہ) میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔
(بخاری^۱، مسلم^۲، ابن ماجہ^۳)

(22) طبرانی کی روایت میں یہ زائد ہے کہ ”وَفِي الْمَاءِ الْجَارِي“ یعنی بہتے ہوئے پانی میں بھی پیشاب نہ کرے۔ (طبرانی^۴)

(23) حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسول محترم ﷺ نے فرمایا۔ ”اتَّقُوا اللَّاعِنِينَ“ اُن جگہوں سے بچو جو کہ لعنت کا سبب ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ کون سی جگہیں ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ .

ترجمہ: وہ جو ایسی جگہ رفع حاجت کرے جو لوگوں کا راستہ ہو اور ان کے سایہ کی جگہ۔ (ابوداؤد^۵)

(24) حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسول محترم ﷺ نے سوراخ (یعنی کسی جانور کے بل) میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد^۶)

فائدہ: چونکہ ہمارے آقا رسول عربی ﷺ سر اپنا رحمتہ للعالمین ہیں اس لئے پسند نہ فرمایا کہ میرا کوئی امتی کسی سوراخ میں پیشاب کرے اور وہاں سے کوئی موذی

۱ بخاری ج 1 ص 37 عن ابی ہریرہ باب البول فی الماء الدائم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ مسلم ج 1 ص 138 باب النھی عن البول فی الماء الراءد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ ابن ماجہ ص 29 باب النھی عن البول فی الماء الراءد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۴ ابوداؤد ج 1 ص 15 باب المواضع التي نھی عن البول منها مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۵ سنن ابوداؤد، باب النھی عن البول فی الحجر مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

جانور نکل آئے اور یوں اُسے پریشانی ہو۔

(25) حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَيْنِ عَنْ عَوْرَتَيْهِمَا
يَتَحَدَّثَانِ فَإِنَّ اللَّهَ يَمُقْتُ عَلَى ذَالِكَ۔ (مسند احمد)

ترجمہ: جب دو آدمی رفع حاجت کے لئے جائیں اور ستر کھولے (یعنی ننگے) باہم گفتگو کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوتا ہے۔ (سنن ابوداؤد) فائدہ: اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔ ہم میں بعض لوگوں کی عادت ہے کہ غسل خانہ میں غسل بھی کئے جا رہے ہوتے ہیں اور اہل خانہ سے باتیں بھی کرتے ہیں بلکہ بعض حضرات تو ٹیلی فون تک سن لیتے ہیں۔ اگر بامر مجبوری کبھی ایسا کرنا پڑے تو تولیہ وغیرہ بدن پر پیٹ کر ستر یعنی ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ڈھانپ لیں اور پھر گفتگو کریں ورنہ غضب الہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ من غضبہ)۔

غسل کرنے کا مسنون طریقہ

غسل کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کو دھوئے پھر استنجا کرے اگر بدن پر کسی جگہ نجاست لگی ہو تو اس کو دھوئے۔ پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرے اگر روزہ نہ ہو تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے۔ پھر اپنے سر پر پانی ڈالے پھر سارے بدن پر پانی بہائے یہاں تک کہ

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج 3 ص 424۔ طبع مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان مشکوٰۃ ص 43 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ سنن ابوداؤد، باب کراہتہ الکلام عند الخلاء ج 1 ص 14۔ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

کوئی حصہ بدن بلا عذر شرعی خشک نہ رہے۔ (عذر شرعی سے مراد کوئی ایسا عذر ہے کہ بدن کے متعلقہ حصہ کو پانی پہنچے تو نقصان کا اندیشہ ہو مثلاً کوئی زخم وغیرہ یا اس پر بندھی ہوئی پٹی کہ اس جگہ صرف مسح کرنا کافی ہوگا۔ اگر پٹی کھولنے سے خدا نخواستہ نقصان کا اندیشہ ہو تو پٹی کے اوپر سے ہی مسح کر لیا جائے گا)۔ آخر میں پاؤں دھوئے، ہاں اگر غسل ایسے مقام پر کر رہا ہے کہ غسل کا پانی قدموں میں جمع نہیں ہوتا بلکہ ساتھ ہی ساتھ بہ جاتا ہے۔ تو آخر میں پاؤں کا دھونا ضروری نہیں۔ (کتب فقہ) بطور دلیل ملاحظہ ہو۔

(26) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فَعَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَدْخُلُ أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا أَصُولَ شَعْرِهِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرَفَاتٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يُغِيضُ الْمَاءَ عَلَى جِلْدِهِ. كُلُّهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ. يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَهُمَا الْإِنَاءَ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ. (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح غسل جنابت فرمایا کرتے تھے کہ پہلے دونوں دست مبارک دھوتے، پھر اس طرح وضو فرماتے جیسے نماز کے لئے فرمایا کرتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈبوتے اور ان سے (سر انور کے) بالوں کی جڑوں کا خلال فرماتے، پھر اپنے دست مقدس سے سر انور پر تین لپ پانی ڈالتے پھر اپنے تمام جسم اطہر پر پانی بہاتے (رواہ بخاری مسلم) مسلم شریف کی روایت میں اتنا زائد ہے کہ آپ ﷺ

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص 48 باب الغسل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، بخاری ج 1 ص 39 باب الوضوء قبل الغسل مطبوعہ کراچی

برتن میں ہاتھ ڈالنے سے قبل دونوں ہاتھ دھوتے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالتے اور استنجا فرماتے بعد ازاں وضو فرماتے۔

(27) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَتْ مَيْمُونَةُ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا فَسَرَّتُهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلَيَّ يَدَيْهِ. فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ فَغَسَلَ فَرَجَهُ فَضْرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَهَا ثُمَّ غَسَلَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَزَرَاعِيَهُ ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاولَتْهُ ثَوْبًا فَلَمْ يَأْخُذْهُ فَاَنْطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ.

(متفق علیہ، مسلم ۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ ميمونه رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے غسل کا پانی (کسی برتن میں) رکھا اور کپڑے کے ساتھ آپ کے لئے پردہ کیا آپ ﷺ نے (پہلے) اپنے دونوں مبارک ہاتھوں پر پانی ڈالا اور اُن کو دھویا، پھر دائیں دست مبارک سے بائیں دست مبارک پر پانی ڈالا اور استنجا فرمایا پھر اپنا ہاتھ زمین مارا (یعنی ہاتھ کو تھوڑی سی مٹی لگائی) اور مل کر دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر رخِ زیبا کو دھویا پھر دونوں بازوؤں کو دھویا پھر سرِ انور پر پانی ڈالا پھر پورے جسمِ اطہر پر پانی بہایا، بعد ازاں مقامِ غسل سے ذرا ہٹ کر اپنے قدمین شریفین دھوئے پھر میں آپ ﷺ کے پاس کپڑا لے کر آئی (تا کہ بدن شریف

۱ متفق علیہ واللفظ للبخاری، مشکوٰۃ ص 48 باب الغسل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ مسلم ج 1 ص 147 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، بخاری ج 1 ص 41 باب نفیض الیدین من غسل الجنائہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

پونچھ لیں) لیکن آپ ﷺ نے کپڑا نہ لیا اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔

اس جگہ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ میرے آقا رسولِ عربی ﷺ (فداہِ روحی و جسدی) عموماً ستر ڈھانپ کر یعنی ناف مبارکہ سے گھٹنوں تک تہبند تشریف لے کر فرما کر غسل فرمایا کرتے تھے۔ (مختلف کتب احادیث سیرہ)

غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

جو غسل واجب ہے اس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے۔ باب ذوالجلال کے ارشاد گرامی کہ ”وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَطَهَّرُوا“ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خوب اچھی طرح طہارت حاصل کرو۔ یعنی جن اعضاء کو دھونے میں دقت نہیں ہے ان کو اچھی طرح دھولیا کرو۔ ظاہر ہے کہ دورانِ وضو کلی کر کے مونہہ کو اندر سے صاف کرنا اور ناک میں پانی چڑھا کر مناسب حد تک ناک کو صاف کرنا سنتِ مطہرہ ہے۔ اس لئے غسل جنابت میں صفائی کا یہ عمل فرض ٹھہرا اور جس جگہ دورانِ وضو پانی پہنچانا سنت نہیں۔ (مثلاً کان کے اندر یا کھلی آنکھ کے اندر وہاں غسل میں بھی نہیں)۔ آپ اس ”باب بیان غسل“ میں مذکورہ احادیث مبارکہ پڑھ چکے ہیں کہ رسولِ محترم ﷺ کا طریقہ غسل یہی تھا کہ کلی بھی فرماتے اور ناک میں پانی بھی چڑھاتے۔

امام بخاری نے کتاب الغسل میں حضرت میمونہ کے حوالہ سے ۹ احادیث مبارکہ نقل فرمائیں کہ حضور علیہ السلام غسل جنابت میں کلی فرماتے اور ناک میں پانی چڑھاتے۔ دوسری کتب احادیث میں ان کے علاوہ ہیں۔ (ملاحظہ فرمائیں مزید حوالہ جات)

! آیت نمبر 6، سورۃ المائدۃ۔

(28) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فَعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي رَكَانَ يَجُزُّ شَعْرَةَ.

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جنابت میں ایک بال کی جگہ بھی بغیر دھوئے چھوڑ دے تو اس کے ساتھ جہنم کی آگ سے ایسا اور ایسا کیا جائے گا۔ (یعنی شدید سزا دی جائے گی) سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی لئے میں اچھپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا (تین مرتبہ فرمایا) چنانچہ آپ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے سر کے بال کٹوا دیا کرتے تھے۔

ابن حجر نے تلخیص ج 1 ص 52 میں اس کی سند کو صحیح لکھا ہے۔

(29) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ وَأَنْقُوا الْبَشْرَةَ.

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

۱ ابو داؤد باب فی الغسل من الجنابة مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور ابن ماجہ ص 44 باب تحت کل شعر جنابة مطبوعہ رحمانیہ لاہور، مسند احمد بن حنبل ج 1 ص 152 و ج 1 ص 163 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان، رواہ ابو داؤد ج 1 ص 291 مع عنوان لمعبود حصہ اول مطبوعہ دارالکتب علمیہ بیروت لبنان، دارمی ج 1 ص 210 باب من ترک موضع شعرة من الجنابة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ابن ابی شیبہ ج 1 ص 123 باب من کان یقول بالغ فی غسل الشعر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، سنن الکبریٰ للبیہقی ج 1 ص 175 باب تحلیل اصول الشعر وایصالہ الی البشرة مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان، مشکوٰۃ ص 48 باب الغسل مطبوعہ کراچی۔

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ہر بال کے نیچے جنابت ہے پس تم بالوں کو دھولو اور بشرہ (یعنی ظاہر جلد، پورا جسم) پاک صاف کر لو۔

(رواۃ ابوداؤد^۱ والترمذی^۲، وابن ماجہ^۳، مشکوٰۃ^۴، ابن ابی شیبہ^۵)

(30) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْرِينَ قَالَ سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الِاسْتِنْشَاقَ فِي الْجَنَابَةِ ثَلَاثًا.

ترجمہ: حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (مرسلًا) مروی ہے کہ غسل جنابت میں تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا رسول اللہ ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔

(رواہ الدارقطنی^۶)

فائدہ: یہی حدیث اسی کتاب میں حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں ”سَنَّ“ کی بجائے ”أَمَرَ“ کے الفاظ ہیں۔ یعنی حکم دیا ہے رسول اللہ ﷺ نے چونکہ حنفیہ (شکر اللہ تعالیٰ سعیہم) احادیث مبارکہ پر وسیع نظر رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ احادیث مبارکہ پر عمل ہو جائے اس لئے فرماتے ہیں کہ چونکہ ناک میں بھی بال ہوتے ہیں۔ جبکہ مونہہ کے اندر کی جلد ”بشرہ“ میں داخل ہے اس لئے ایک مرتبہ کلی کرنا اور ایک مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت ہے تاکہ ہر بال کو دھونے اور بشرہ کے خوب پاک۔

۱ ابوداؤد ج 1 ص 45 باب فی الغسل من الجنابة مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲ ابن ماجہ ص 44 باب تحت کل شعرة جنابة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ ترمذی ج 1 ص 123 باب ماجاء ان تحت کل شعرة جنابة مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۴ مشکوٰۃ ص 48 باب الغسل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۵ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 123 عن الحسن مطبوعہ امدادیہ ماتان۔

۶ رواہ الدارقطنی فی صفحہ 166 جلد 1 مطبوعہ نشر السفر ماتان۔

۷ ملاحظہ ہو دارقطنی ج 1 ص 166 حدیث نمبر 404 مطبوعہ نشر النسة ماتان۔

صاف کرنے کے حکم پر عمل ہو جائے۔

(31) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ عثمان بن راشد سے وہ عائشہ بنت عجرہ سے اور وہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے (اور نماز پڑھ لے) تو اسے اس کو دھرانے یعنی دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر جنبی ہو تو اپنی نماز کو دوبارہ پڑھے۔

(ملاحظہ ہو دارقطنی^۱)

معلوم ہوا کہ ناک میں پانی ڈالنا اور کلی کرنا غسل جنابت میں نہایت ضروری ہے۔

عورت کے گوندھے ہوئے بالوں کا مسئلہ

جو عورت اپنے سر کے بالوں کو سخت گوندھتی ہو (جس کو مینڈھیاں بنانا کہتے ہیں) اس کے لئے ضروری نہیں کہ تمام بالوں کو کھول کر غسل کرے لیکن یہ ضروری ہے کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے۔ حدیث پاک میں ہے۔

(32) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَمْرَأَةٌ أَشَدُّ ضَفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَحْتِيَ عَلَى رَأْسِكَ ثَلَاثَ حَشِيَّاتٍ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكَ الْمَاءَ..... فَتَطْهَرِينَ.

ترجمہ: حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دربار رسالت مآب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں ایک ایسی عورت ہوں جو سر کے بالوں کو سخت گوندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لئے ان کو کھولا کروں۔

^۱ ملاحظہ ہو دارقطنی جلد 1 ص 167 مطبوعہ نشر النہ ملتان۔

آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم کو صرف یہ کافی ہے کہ تین لپ (پانی) اپنے سر پر ڈال لو پھر اپنے بدن پر پانی بہا لو تم پاک ہو جاؤ گی۔

(مشکوٰۃ ۱، ابن ابی شیبہ ۲، راوہ مسلم ۳)

مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ:

وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ أَفَّا نَقَضَهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا .

(رواۃ مسلم ۴)

ترجمہ: کیا میں غسل حیض و جنابت کیلئے بالوں کو کھولوں؟ تو فرمایا۔ نہیں!

(مسلم ۵)

فائدہ: بعض حضرات نے اس روایت کی بنا پر یہ ثابت کیا کہ عورت کے لئے فقط اتنا ہی کافی ہے کہ وہ تین لپ بھر کر پانی اپنے سر پر ڈال لے اُس کو بال کھولنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ وہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچائے۔ فقط بقیہ بدن دھونے سے جسم پاک ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے کیا ان کی نظر سے یہ حدیث مبارکہ نہیں گزری کہ۔

(33) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْحَيْضِ فَقَالَ تَأْخُذُ أَحَدًا كَنْ مَائِهَا وَ سِدْرَتِهَا فَتَطَهَّرَ فَتُحَسِّنِ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهَا دَلْكًَا شَدِيدًا حَتَّى تَبْلُغَ شُونَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ .

۱ مشکوٰۃ ص 48 باب الغسل۔

۲ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 93 مطبوعہ امدادیہ ماتان۔

۳ راوہ مسلم ص 149 مطبوعہ کراچی باب حکم صغائر المغتسلہ۔

۴ رواۃ مسلم ج 1 ص 149، مشکوٰۃ ص 40۔

۵ مسلم ص 150 باب مذکورہ مطبوعہ کراچی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے غسل حیض کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی پانی اور بیری کے پتوں کو ملائے۔ پھر طہارت کرے اور اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرے پھر سر پر پانی ڈالے اور اس کو سخت ملے یہاں تک کہ پانی سر کے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ پھر اس پر پانی ڈالے۔ (رواہ صحیح مسلم)

فائدہ: چونکہ اس زمانہ میں صابن وغیرہ کا رواج نہیں تھا اور سر دھونے کے لیے بیری کے پتوں کو پانی میں جوش دیا جاتا تھا۔ اس لئے بیری کے پتوں کا ذکر فرمایا ورنہ یہ وجوب میں داخل نہیں کیونکہ اسی حدیث پاک میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ:

(34) سَأَلْتُهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ أَوْ تُبْلِغُ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتَّى تَبْلُغَ شُونَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَفِيضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ. (رواہ مسلم)

میں نے حضور اکرم ﷺ سے غسل جنابت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”عورت پانی لے اور طہارت کرے اور خوب اچھی طرح طہارت کرے یا فرمایا کامل طہارت کرے پھر اپنے سر پر پانی ڈالے اور اس کو خوب اچھی طرح ملے حتیٰ کہ پانی سر کے بالوں کی جڑوں تک پہنچائے۔ پھر اپنے بدن پر پانی بہائے۔“

سنن داری میں ہے کہ حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

۱۔ رواہ صحیح مسلم ج 1 ص 150 باب استحباب استعمال المقتسلہ۔

۲۔ رواہ مسلم ج 1 ص 150 باب مذکور۔

جب عورت غسل کرے تو (بے شک) بال نہ کھولے لیکن اپنے بالوں کی جڑوں پر پانی ڈالے اور ان کو تر کرے۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔

(35) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا اغْتَسَلَتِ الْمَرْأَةُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَلَا تَنْقُضُ شَعْرَهَا وَلَكِنْ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى أُصُولِهِ وَتُبْلِغُهُ.

ترجمہ: حضرت ابو زبیر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عورت غسل جنابت کرے تو (بے شک) اپنے بال نہ کھولے لیکن بالوں کی جڑوں اور انتہا تک پانی پہنچائے۔ (دارمی^۱)

معلوم ہوا کہ بالوں کی جڑوں ج تک پانی پہنچانا نہایت ضروری یعنی فرض ہے۔

غسل کے بعد وضو

غسل کے بعد وضو کرنا ضروری نہیں ہے لیکن اگر کوئی وضو کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ آثار السنن میں ہے۔

(36) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ. (رواه خمسة^۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد وضو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ (آثار السنن^۳)

نوٹ: موجبات غسل (غسل واجب کرنے والی چیز) نواقض وضو (جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) کے بعد ملاحظہ ہو۔

۱ دارمی ص 280 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ رواہ خمسة و اسناد صحیح، ترمذی ص 124 باب فی الوضو بعد الغسل، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۳ آثار السنن ص 30 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

وضو کا بیان

وضو نماز کے لئے شرط ہے۔ بے وضو شخص کی نماز ناقابل قبول ہے۔

(37) حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے۔

لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوَرٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ.

ترجمہ: بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی جبکہ خیانت کے مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ (ترمذی، مسلم^۱)

(38) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَتَوَضَّأَ.

ترجمہ: بے وضو شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک وضو نہ کرے۔ (بخاری^۲)

اللہ رب العزت جل شانہ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھنے لگو تو اپنے مونہہ کو دھولیا کرو

اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور اپنے سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک اپنے پاؤں

دھولیا کرو۔ (المائدہ^۳)

اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کے اس ارشاد ذی شان سے ثابت ہوا

۱ ترمذی ابواب الطہارہ ج 1 ص 90 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲ مسلم شریف ج 1 ص 119 باب وجوب الطہارۃ للصلوٰۃ مطبوعہ کراچی۔

۳ بخاری ج 1 ص 25 باب لا تقبل الصلوٰۃ بغیر طہور مطبوعہ کراچی۔

۴ المائدہ آیت نمبر 6۔

کہ وضو کے چار (۴) فرائض ہیں۔

(۱) مونہہ کا دھونا (۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا

(۳) سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا

(1) مونہہ کا دھونا:

ایک کان کی ٹو سے دوسرے کان کی ٹو تک پیشانی سے ٹھوڑی کے نیچے

تک کا حصہ چہرہ یا مونہہ کہلاتا ہے۔ اس تمام حصے کا دھونا فرض ہے اگر بلا عذر شرعی کوئی حصہ خشک رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی۔

(2) دونوں ہاتھ کا دھونا:

ناخن سے لے کر کہنی کے جوڑ کے سرے تک یعنی کہنی سمیت دھونا فرض

ہے۔ اسی لئے فقہا کرام فرماتے ہیں کہ اگر ہاتھ میں کوئی انگوٹھی وغیرہ پہن رکھی ہو

کہ جس کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو انگوٹھی وغیرہ کو حرکت دے کر نیچے جلد تک پانی

پہنچانا فرض ہے ورنہ وضو نہ ہوگا۔ اسی لئے ناخنوں پر لگائی جانے والی پالش سے

منع کیا جاتا ہے کہ اس کی تہہ کے نیچے پانی نہیں پہنچتا اس طرح نہ غسل ہوتا ہے نہ وضو۔

(3) سر کا مسح کرنا:

چوتھائی حصہ سر کا مسح کرنا فرض ہے اور پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔

مزید وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ آگے آرہی ہے۔

(4) پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا:

پاؤں کے ناخن سے لے کر ٹخنے سمیت کا حصہ پاؤں کہلاتا ہے۔ اس

لئے پاؤں دھوتا ہوا ٹخنوں کو بھی ساتھ ہی دھوئے ورنہ وضو درست نہ ہوگا۔ بلکہ اگر

انگوٹھے وغیرہ کو کسی مرض کی وجہ سے دھاگہ وغیرہ کس کر باندھا ہو (جیسا کہ بعض

دیہاتی باندھ لیتے ہیں) تو اس کے نیچے بھی پانی پہنچائیں۔

عذر شرعی:

عذر شرعی سے مراد ایک تو یہ ہے کہ سرے سے پانی ہی میسر نہ آئے اس کا ذکر تیمم کے بیان میں ہوگا اور دوسرا یہ ہے کہ مذکورۃ الذکر اعضاء یا ان کے کسی حصہ کو پانی سے نقصان کا اندیشہ ہو تو وہاں پانی نہ پہنچائے بلکہ مسح کر لے یعنی ہاتھ پانی سے تر کر کے متعلقہ عضو یا پٹی وغیرہ پر پھیر لے۔ عذر شرعی غسل میں بھی ہے جس کی دلیل آپ انشاء اللہ تیمم کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

وضو کی سنتیں:

مذکورۃ الذکر فرائض کے علاوہ یہ تو وضو کی سنتیں ہیں یا مستحبات ان کا ذکر کتب احادیث میں جا بجا پایا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض احادیث مبارکہ کا مطالعہ فرما کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور کا سامان فراہم فرمائیں۔

(39) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نبی محترم رحمۃ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جس کی وجہ سے (یعنی جس کے وسیلہ سے) اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دیتا ہے اور درجات بلند فرما دیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمائیے آپ ﷺ نے فرمایا تکلیف کے وقت پورا وضو کرنا مساجد کی طرف زیادہ جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہ جہاد ہے۔

(ترمذی، مسلم ۲)

۱ ترمذی

۲ مسلم ج 1 ص 127 باب فضل اسباغ الوضوء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

(40) امام ترمذی مزید نقل فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت علی، عبد اللہ ابن عمر، ابن عباس، عبیدہ، عائشہ، عبدالرحمن بن عائش اور انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایات منقول ہیں۔ (ترمذی^۱)

(41) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور بہترین طریقہ سے وضو کیا اس کے جسم کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم^۲)

(42) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن میری امت روشن پیشانی اور سفید اُجلے اعضا کے ساتھ بلائی جائے گی۔ (اُن کے اعضاء کا یہ حسن و رعنائی) وضو کی وجہ سے (ہوگا) تم میں جو طاقت رکھے وہ اعضاء کو زیادہ سے زیادہ چمکدار بنائے۔ (کہ اعضاء وضو کو احسن طریقہ سے دھوئے اور مقام مقررہ سے تھوڑا آگے تک دھوئے)۔

(بخاری^۳، مسلم^۴)

(43) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (جنت میں) مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا۔ جہاں تک اُس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ (مسلم^۵)

۱ ملاحظہ ہو ترمذی ص 23 باب فی اسیاغ الوضوء مطبوعہ الریاض سعودیہ۔

۲ صحیح مسلم ج 1 ص 125 باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ بخاری۔

۴ مسلم۔

۵ مسلم شریف ج 1 ص 127 مطبوعہ کراچی۔

وضو کا سنت طریقه

(44) عَنْ أَبِي حَيَّةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ حَتَّى انْقَاهُمَا ثُمَّ تَمَضَّمْضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَذَرَا عَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَأَخَذَ فَضْلَ طُهُورِهِ فَشَرِبَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ أَحَبُّتُ أَنْ أُرِيكُمْ كَيْفَ كَانَ ظُهُورُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى وَآلِهِ وَسَلَّمَ. (نسائي^۱)

حضرت ابو حییہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا اور ان کو ماچھی طرح مل مل کر صاف کیا پھر تین بار کلی کی، پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار مونہہ کو دھویا اور تین بار بازوؤں کو دھویا اور ایک مرتبہ سر کا مسح فرمایا۔ پھر اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھوئے۔ پھر کھڑے ہوئے اور وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔ (ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ پانی چلو میں لے کر نوش فرمایا) پھر فرمایا ”میں نے اس بات کو پسند کیا کہ تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح (وضو فرمایا کرتے تھے۔

(ترمذی، نسائی)

(45) عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ دَعَا بِنَاءٍ فَافْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَارٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ ادْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضَّمْضَ وَاسْتَنْشَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ

۱ نسائی ج 1 ص 28 باب عدد غسل الیومین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ ترمذی ج 1 ص 107 باب فی وضو النبی ﷺ کیف کان۔

مِرَارٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ
وَضُوءِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ
ذَنْبِهِ.

ترجمہ: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام حمران کہتے ہیں کہ میں نے
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے (پانی کا) برتن منگوایا اور
اپنے ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا اور ان کو اچھی طرح دھویا پھر دایاں ہاتھ برتن
میں ڈال کر پانی لیا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر چہرے کو تین مرتبہ دھویا پھر
کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں
ٹخنوں تک دھوئے پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (اسی طرح وضو کر کے) فرمایا۔
جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر اپنے دل میں کوئی بات کئے بغیر دو
رکعت نماز پڑھے اس کے سابقہ (سارے) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

فائدہ: حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے
مروی ان دونوں احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ۔

(1) کلی کرنے سے قبل اپنے دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح دھولینا چاہیے۔

(ہر عمل صحاح ستہ کی متعدد روایات سے ثابت ہے)

(2) پانی کے برتن میں دھوئے بغیر ہاتھ داخل نہ کرے خصوصاً جب سو کر

اُٹھے کیونکہ دوسری حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

۱۔ بخاری ج 1 ص 27 باب الوضوء مطبوعہ کراچی، مسلم ج 1 ص 120 باب صفة الوضوء وکماله مطبوعہ
کراچی، نسائی ص 27 باب حد الغسل مطبوعہ ریاض سعودیہ، آثار السنن ص 35 باب الستمیہ عند الوضوء
مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

(46) إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيَّنَ بَاتَتْ يَدُهُ.

جب کوئی تم میں سے سو کر اٹھے تو وہ اپنے ہاتھ کو برتن میں ہرگز داخل نہ کرے جب تک کہ اُسے تین مرتبہ دھونہ لے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ حالت نیند میں اُس کا ہاتھ کہاں پہنچا ہو۔ (صحیح مسلم)

(3) تین مرتبہ الگ الگ پانی لے کر کلی کرے اسی طرح تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے جیسا کہ اس روایت میں مزید واضح ہے۔

(47) عَنْ أَبِي وَائِلٍ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ شَهِدْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا وَأَفْرَدَ الْمَضْمَضَةَ مِنَ الْإِسْتِشَاقِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا رَأَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ.

ترجمہ: شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا (اور دیکھا کہ) انہوں نے تین تین بار وضو کیا یعنی اعضائے وضو کو تین تین مرتبہ دھویا اور الگ پانی لے کر کلی کی اور الگ پانی لے کر ناک میں ڈالا، پھر انہوں نے فرمایا ہم نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔^۱

(4) وضو کا بچا ہوا پانی اور آب زم زم شریف کھڑے ہو کر پینا جائز ہے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کے اس عمل مبارک کو علماء بیان جواز پر محمول فرماتے ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم) جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت انور میں زم زم

۱ صحیح مسلم ج 1 ص 136 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی مشکوٰۃ ص 45 باب سنن الوضو مطبوعہ کراچی
۲ رواہ ابن السکن فی صحابہ۔

پیش کیا تو آپ نے اُسے کھڑے کھڑے ہی نوش جان فرمایا۔
(بخاری^۱، صحیح مسلم^۲)

وضو میں نیت کرنا

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ وضو پر پورا ثواب پالینے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کی نیت سے وضو کرنا ضروری ہے۔ وگرنہ وضو تو ہو جائے گا لیکن ثواب عظیم سے محروم رہے گا۔ جس کی مثال واضح ہے کہ ایک پیاسا اگر غٹا غٹ پانی پی لے تو پیاس یقیناً بجھ جائے گی لیکن اگر پانی پینے سے قبل ذہن میں یہ بات لے آئے کہ پانی میرے آقا رسول عربی ﷺ نے بھی نوش جان فرمایا تھا اور میں بھی پی رہا ہوں پھر حکم پر عمل کرتے ہوئے پانی پیئے تو نہ صرف پیاس ہی بجھے گی بلکہ ہر ہر گھونٹ پر سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کا الگ ثواب مل جائے گا۔ اگر اس بات کو پیش نظر رکھ لیا جائے تو خالص نفسانی فعل حقوق زوجیت ادا کرنا بھی نیکی بن جائے گا۔ اس لئے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے جیسا کہ بخاری^۳ میں ہے کہ:

(48) ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“ (بخاری^۴) یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اعمال (کی جزاء و سزا) نیتوں پر ہے۔ چونکہ وضو بھی ایک عمل ہے۔ اس لئے نیت کر لینی چاہیے۔ اگرچہ عند الفقہاء وضو کے لئے نیت فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ (واللہ اعلم)

۱۔ بخاری ج 1 ص 221 باب ماجاء فی زم زم کتاب الحج مطبوعہ کراچی۔

۲۔ صحیح مسلم ج 2 ص 173 باب فی الشرب قائماً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳۔ بخاری ج 1 ص 2 باب کیف کان بدء الوحی مطبوعہ کراچی۔

۴۔ بخاری ج 1 ص 221 باب ماجاء فی زم زم کتاب الحج مطبوعہ کراچی۔

وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

(49) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَاهُ هُرَيْرَةَ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَقُلْ بِسْمِ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ فَإِنَّ حِفْظَكَ لَا تَبْرَحُ تَكْتُبُ لَكَ الْحَسَنَاتِ حَتَّى تَحْدِثَ مِنْ ذَلِكَ الْوُضُوءِ^۱

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ! جب تو وضو (کا ارادہ) کرے تو بسم اللہ والحمد للہ! کہہ لے تو بیشک تیرے وضو کے ٹوٹنے تک تیرے محافظ فرشتے مسلسل تیرے نامہ اعمال میں نیکیاں درج کرتے رہیں گے۔

نوٹ:- اس حدیث کو طبرانی نے معجم صغیر میں ذکر فرمایا حافظ بیہقی نے فرمایا اس کی سند حسن (یعنی نہایت اعلیٰ) ہے۔ ملاحظہ ہو آثار السنن و تلخیص۔

(50) حضرت ابی ہریرہ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُطَهِّرُ جَسَدَهُ كُلَّهُ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ لَمْ يُطَهِّرْ إِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوءِ.
(دارقطنی^۲، سنن الکبریٰ^۳، مشکوٰۃ^۴)

ترجمہ: جس کسی نے وضو کیا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو پھر (گویا) اس نے پورے

۱ آثار السنن ص 35-34 باب التسمیہ عند الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۲ دارقطنی ج 1 ص 109 باب التسمیہ علی الوضوء۔

۳ سنن ابی یوسف ج 1 ص 45 باب التسمیہ علی الوضوء مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

۴ مشکوٰۃ، باب سنن الوضوء ص 47 مطبوعہ کراچی۔

جسم کو پاک کر لیا اور جس نے وضو کیا لیکن اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ذکر نہ کیا تو اس کا وضو صرف اُس کے اعضاء وضو کو پاک کرنے والا ہوگا۔

(51) حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ.

(رواہ ترمذی، ابن ماجہ^۲ و ابوداؤد^۳ عن ابی ہریرۃ)

ترجمہ: اس شخص کا وضو نہیں ہے کہ جس نے (وضو کرتے وقت) اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا۔

ان احادیث مبارکہ سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(1) وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف کا پڑھنا نہایت ہی اعلیٰ عمل ہے کہ اس سے نیکیوں میں گرانقدر اضافہ ہوتا ہے۔

(2) جس شخص نے وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف پڑھی۔ اُس کو ایسے ثواب ملے گا گویا اُس نے پورے بدن کو دھو کر یعنی غسل کر کے نماز پڑھی اور جس نے بسم اللہ شریف پڑھے بغیر وضو کر لیا اُس کا وضو تو ہو گیا لیکن وہ ثواب نہ مل سکا۔

(3) حضرت سعید بن زید والی روایت میں جو فرمایا گیا ہے کہ اُس کا وضو نہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کامل وضو نہیں ہے۔ اگر

^۱ ترمذی ج 1 ص 102 باب فی التسمیۃ عند الوضوء مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

^۲ ابن ماجہ ص 86 باب ماجاء فی التسمیۃ فی الوضوء مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

^۳ ابوداؤد ج 1 ص 25 باب فی التسمیۃ علی الوضوء مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 13

مطبوعہ امدادیہ ملتان۔ سنن کبریٰ للبیہقی ج 1 ص 43 باب التسمیۃ علی الوضوء مطبوعہ ادارہ تالیفات

اشرفیہ ملتان، مشکوٰۃ ص 46 باب سنن الوضوء مطبوعہ کراچی

سرے سے وضو ہوتا ہی نہیں تو پھر دوسری روایات کا کیا بنے گا حالانکہ وہ بھی جید صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ اس لئے تسلیم کرنا ہوگا کہ جس طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ ”لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ“ (مشکوٰۃ ص ۱۵) یعنی ”وہ صاحب ایمان نہیں جو وعدہ کی پابندی نہیں کرتا“۔ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ جس بھی مسلمان نے وعدہ کی خلاف ورزی کی اُسے مرتد واجب القتل قرار دے دیا جائے گا۔ یا ”مَنْ غَشَّنَ فَلَيْسَ مِنَّا“ کے مطابق (کہ جو بددیانتی کرے وہ ہم میں سے نہیں) بددیانتی کرنے والے کو خارج الاسلام اور کافر مرتد قرار دے دیا جائے۔

یا اس حدیث پاک کہ (مفہوم) وہ صاحب ایمان نہیں جو خود تو پیٹ بھر کے کھائے اور اس کا ہمتا یہ بھوکا ہو۔ کی بنا پر کسی مسلمان کو مرتد قرار دے کر قتل نہیں کر دیا جائے گا تیرا ہمتا یہ رات بھوکا سویا جب کہ تیرا پیٹ بھرا ہوا تھا۔ بلکہ جس طرح ان احادیث مبارکہ (اور اس قسم کی دیگر بہت سی روایات) سے کامل ترین ایمان مراد لیا جائے گا۔ (وگرنہ صاحب ایمان چراغ لے کر ڈھونڈنے والی بات ہوگی) اسی طرح اس حدیث مبارکہ سے کامل ترین وضو مراد لینا ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ وضو کرتے وقت بسم اللہ شریف ضرور پڑھیں تاکہ عظیم ثواب سے محروم نہ رہ جائیں لیکن اگر کسی نے بسم اللہ شریف پڑھے بغیر وضو کر لیا تو اُس کا وضو ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ زیادہ ثواب سے محروم رہ گیا۔

(وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ)

۱ مشکوٰۃ ص 15 کتاب الایمان مطبوعہ کراچی۔

۲ مسند احمد بن حنبل ج 2 ص 147 و ج 3 ص 144 طبع جدید بیروت لبنان۔ صحیح مسلم ج

1 ص 70 مطبوعہ کراچی۔

مسواک کرنا

مسواک کرنا ہمارے آقا رسول عربی ﷺ کی نہایت محبوب سنت ہے۔ آپ ﷺ نے سفر و حضر میں اسے ترک نہ فرمایا اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مبارکہ مروی ہیں یہ ناچیز (مؤلف) چند ایک روایات مبارکہ نقل کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(52) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دس (۱۰) چیزیں فطرت سے ہیں۔ (یعنی شرفِ عادتِ انسانیت سے ہیں) (۱) مونچھوں (لبوں) کا ترشوانا، (۲) داڑھی کا بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) پانی سے ناک صاف کرنا (۵) ناخنوں کا کٹوانا (۶) جوڑوں کی جگہ کا دھونا (۷) بغلوں کے بال دور کرنا (۸) زیر ناف بال موٹنا (۹) پانی کے ساتھ استنجا کرنا (اس حدیث کے راوی) مصعب بن شیبہ فرماتے ہیں کہ دسویں بات میں بھول گیا اور وہ غالباً کلی کرنا ہے۔ (ابوداؤد، مسلم)

(53) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسواک منہ کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے۔
(ابن ماجہ، احمد، دارمی، نسائی، بخاری، مشکوٰۃ)

۱ ابوداؤد ج 1 ص 19 باب السواک من الفطرة مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲ مسلم باب خصال الفطرة ج 1 ص 129 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ ابن ماجہ ص 25 باب السواک مطبوعہ کراچی۔

۴ سند امام احمد ص 175 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

۵ دارمی۔

۶ نسائی۔

۷ بخاری۔

۸ مشکوٰۃ ص 45 باب السواک مطبوعہ کراچی۔

(54) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب بھی نیند سے بیدار ہوتے خواہ دن ہو یا رات مگر یہ کہ وضو فرمانے سے قبل مسواک ضرور فرماتے۔ (مشکوٰۃ^۱، ابوداؤد^۲، سند امام^۳)

(55) حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ رسول محترم ﷺ جب کاشانہ مقدس میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے کیا کام فرماتے تھے۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ”مسواک فرمایا کرتے تھے“۔ (مسلم^۴)

(56) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ جب رات کو نماز تہجد ادا فرمانے کے لئے کھڑے ہوتے تو مسواک فرماتے۔ (بخاری^۵، مسلم^۶)

(57) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو انہیں ضرور حکم دیتا کہ نماز عشاء تاخیر سے پڑھیں اور ہر نماز کیلئے مسواک کریں۔ (بخاری^۷، مسلم^۸، مشکوٰۃ^۹)

۱ مشکوٰۃ ص 45 باب السواک مطبوعہ کراچی۔

۲ ابوداؤد باب السواک لمن قام باللیل مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۳ سند امام احمد ص 175 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

۴ مسلم ج 1 ص 128 باب السواک مطبوعہ کراچی۔

۵ بخاری ج 1 ص 38، ج 1 ص 122 مطبوعہ کراچی۔

۶ مسلم باب السواک مطبوعہ کراچی۔

۷ سند امام احمد ج 1 ص 7، ج 1 ص 20، ج 7، 340، 210، 170، 92، 72 طبع جدید بیروت لبنان

۸ داری ج 1 ص 184 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۹ نسائی ج 1 ص 5 باب ترغیب فی السواک مطبوعہ کراچی۔

(58) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ ”لَا مَرْتُهُمُ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ“ میں حکم دیتا کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کرو۔ (بخاری^۱)

مسواک حالت روزہ میں بھی کی جائے گی

(59) حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو بے شمار مرتبہ حالت روزہ میں مسواک کرتے دیکھا۔

(ابوداؤد^۲، ترمذی^۳)

(60) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نماز کے لئے مسواک کی جائے وہ نماز بغیر مسواک کے نماز سے ستر درجہ افضل ہے۔ (مشکوٰۃ^۴)

داڑھی کا خلال کرنا

چہرہ دھوتے ہوئے داڑھی کا خلال کرنا بھی رسول محتشم رحمت عالم ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔

(61) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تو اپنی ریش انور کا پانی سے خلال فرماتے۔

(رواہ احمد^۵، آثار السنن^۶)

۱ صحیح بخاری ص 259 باب السواک الرطب والیابس للصائم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ ابوداؤد۔

۳ ترمذی۔

۴ مشکوٰۃ ص 45 باب السواک مطبوعہ کراچی، رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

۵ رواہ احمد باسناد حسن ج 7 ص 334 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

۶ آثار السنن ص 37 باب تحلیل اللحية مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

(62) حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا تو داڑھی میں خلال کیا۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ داڑھی میں خلال کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا بھلا میں خلال کیوں نہ کروں جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی ریش انور میں خلال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ترمذی^۱)

(63) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی مبارک کا خلال فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی^۲)

امام ترمذی مزید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔ محمد بن اسماعیل (یعنی امام بخاری) فرماتے ہیں کہ اس باب میں عامر بن شفیق اور ابو وائل کے واسطے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح ترین حدیث ہے اکثر صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے کہ داڑھی کا خلال کیا جائے۔ (یعنی یہ سنت ہے) (ترمذی^۳)

(64) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرایا تو آپ ﷺ نے اپنی ٹھوڑھی شریفہ کے نیچے دست مہارک ڈال کر ریش انور کا خلال فرمایا، میں نے عرض کیا کہ یہ کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے“۔ (مشکوٰۃ^۴)

۱ ترمذی ابواب الطہارۃ ص 104 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲ ترمذی ص 104 باب فی تخلیل اللحیہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۳ ترمذی ص 104 باب فی تخلیل اللحیہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۴ مشکوٰۃ ص 46 باب سنن الوضوء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

انگلیوں کا خلال کرنا

بِحمد اللہ اسلام دین فطرت ہے۔ اس کے تمام اصول و قوانین اپنے دامن میں لا تعداد حکمتیں سمیٹے ہوئے ہیں۔ ہاتھ پاؤں دھوتے وقت خصوصاً پاؤں کی انگلیوں کے درمیان (جب پاؤں ذرا بھاری ہوں تو) میل کچیل رہ جاتا ہے۔ کئی احباب کے پاؤں کی انگلیوں کی درمیانی جگہ بعض اوقات گل جاتی ہے جس کے لئے ادویات استعمال کی جاتی ہیں۔ قربان جائیے اپنے آقا رسول رحمت اللہ علیہ کے کہ آپ ﷺ نے انگلیوں کا خلال کر کے اس عمل کو سنت بنا دیا تا کہ اہل ایمان ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کی درمیانی جگہ دھو کر نہ صرف بیماری کی مصیبت سے بچ سکیں بلکہ سنت پر عمل کرنے کا ثواب بھی لوٹ لیں۔ (الحمد للہ ثم الحمد للہ)

(65) حضرت عاصم بن لقیط اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلِ الْأَصَابِعَ“ جب تم وضو کرو تو انگلیوں کا خلال کیا کرو۔ (ترمذی^۱، مسند امام احمد^۲)

(66) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلِ أَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ“ جب تم وضو کرو تو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا کرو۔ (ترمذی^۳، ابن ماجہ^۴)

(67) حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

^۱ ترمذی ج 1 ص 105 باب فی تخلیل الاصابع مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

^۲ مسند امام احمد ص 616 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

^۳ ترمذی ج 1 ص 106 باب فی تخلیل الاصابع مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

^۴ ابن ماجہ ص 35 باب تخلیل الاصابع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی چھنگلیا سے خلال فرماتے تھے۔ (ترمذی^۱، ابن ماجہ^۲)

دائیں طرف کو ترجیح دینا

(68) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنا ہر کام دائیں جانب سے شروع فرمائیں مثلاً غسل و وضو فرمانے میں، کنگھی فرمانے میں، نعلین مبارک پہننے میں۔ (مشکوٰۃ^۳، بخاری^۴)

خیال رہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اپنا دایاں قدم آگے رکھیں اور باہر آتے ہوئے پہلے بائیں قدم نکالیں گے جبکہ بیت الخلا میں اس کے برعکس کریں گے۔ یہی سنت مطہرہ ہے۔

(69) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”اِذَا لَبِسْتُمْ وَاِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَاَبْدُءُ وَاَبَايَا مِيْنِكُمْ“ جب تم لباس پہنو اور جب تم وضو کرو تو (ہمیشہ) دائیں جانب سے شروع کیا کرو۔ (مسند امام احمد^۵، مشکوٰۃ^۶)

۱۔ ترمذی باب فی تحلیل الاصابع ج 1 ص 106 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ ابن ماجہ ص 35 باب تحلیل الاصابع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳۔ مشکوٰۃ باب سنن الوضوء ص 46 مطبوعہ کراچی۔

۴۔ بخاری باب التمیم فی الوضوء والغسل مطبوعہ کراچی۔

۵۔ مسند امام احمد ج 3 ص 35 طبع جدید بیروت لبنان۔

۶۔ مشکوٰۃ باب سنن الوضوء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

اعضاء وضو تین تین مرتبہ دھونے کو ترجیح

اگرچہ ایک ایک مرتبہ اعضائے وضو دھونے والے کا بھی وضو تو ہو جائے گا لیکن بہتر ہے کہ اعضائے وضو تین تین مرتبہ دھوئے جیسا کہ قبل ازیں ”وضو کا سنت طریقہ“ کے تحت احادیث مبارکہ سے ثابت ہے بایں ہمہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث پاک میں بڑے احسن انداز میں اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

(70) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے (ہمیں) وضو (کی تعلیم دینے) کے لئے پانی منگوایا۔ پھر اپنے رخ زیا اور مبارک ہاتھوں کو ایک مرتبہ دھویا اور قد میں شریفین کو بھی ایک مرتبہ ہی دھویا پھر فرمایا۔ ”هَذَا وَضُوءٌ مَنْ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ غَيْرُهُ“ یہ اس کا وضو ہے کہ جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے سوا کچھ بھی قبول نہیں فرماتا۔ ایک ساعت بعد پھر آپ ﷺ نے پانی منگوایا پھر اپنے روئے انور اور مبارک ہاتھوں کو دو، دو مرتبہ دھویا پھر فرمایا۔ ”هَذَا وَضُوءٌ مَنْ يُضَاعِفُ اللَّهُ لَهُ الْأَجْرَ“ یہ اس شخص کا وضو ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ دو گنا اجر عطا فرماتا ہے۔ پھر آپ ﷺ ایک ساعت مزید ٹھہرے پھر پانی منگوایا اور اپنے پُر نور چہرے کو اور مبارک ہاتھوں کو تین تین مرتبہ دھویا پھر فرمایا ”هَذَا وَضُوءٌ نَبِيِّكُمْ وَوَضُوءُ النَّبِيِّ قَبْلَهُ أَوْ قَالَ قَبْلِي“ یہ وضو ہے تمہارے نبی ﷺ کا اور وضو ہے ان انبیاء علیہم السلام کا جو اس سے پہلے ہوئے یا فرمایا مجھ سے پہلے ہوئے۔

اس حدیث پاک کو ابن علی نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا۔ (تلخیص ۱)

۱۔ تلخیص الجیر علامہ ابن حجر جلد اول۔

معلوم ہوا کہ افضل ترین طریقہ یہی ہے کہ اعضائے وضو تین تین مرتبہ دھوئے جائیں۔ لیکن اس پر مزید کمی بیشی نہ کرے جیسا کہ اس حدیث پاک سے عیاں ہے۔

(71) حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد محترم سے ان کے والد (یعنی عمرو کے دادا محترم) نے روایت کیا کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت فیض درجت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیے وضو کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ اس پر رسول محترم رحمت عالم ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگوایا پھر اس (پانی) سے اپنے دونوں ہاتھ مبارک تین مرتبہ دھوئے پھر تین مرتبہ چہرہ اقدس دھویا پھر تین مرتبہ اپنی کلاسیاں دھوئیں، پھر اپنے سر انور کا مسح کیا اور اپنی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل فرمایا اور دونوں انگوٹھوں سے کانوں کے بیرونی حصے کا اور شہادت کی انگلیوں سے کان کے اندرونی حصے کا مسح فرمایا۔ پھر تین تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں مبارک دھوئے پھر ارشاد فرمایا۔ ”هَكَذَا الْوُضُوءُ فَمَنْ زَادَ عَلَيَّ هَذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ أَسَاءَ وَ ظَلَمَ أَوْ ظَلَمَ وَأَسَاءَ“ یہ ہے وضو کا طریقہ جس نے اس میں اضافہ کیا یا کمی کی اس نے بُرا کیا اور ظلم کیا یا فرمایا ظلم کیا اور بُرا کیا۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد)

وضاحت: یاد رہے کہ اس جگہ ظلم سے مراد خلاف اولیٰ کام ہے ورنہ امام ابو داؤد علیہ الرحمۃ نے اس روایت کے متصل بعد جو حدیث مبارک نقل فرمائی اس میں اعضائے وضو دو، دو مرتبہ دھونے کا ذکر ہے اس کے بعد ایک روایت چھوڑ کر جو حدیث بیان فرمائی اس میں ایک ایک مرتبہ اعضائے وضو دھونے کا ذکر ہے نیز

۱ ابن ماجہ ص 34 باب ماجاء فی القصد فی الوضوء مطبوعہ کراچی ج 1 ص 29 مطبوعہ لاہور،

۲ رواہ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ۔

اس کی مثل جامع ترمذی ابواب الطہارۃ اور صحیح بخاری کتاب الوضوء میں مذکور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ یا دو دو مرتبہ یا تین تین مرتبہ دھویا جاسکتا ہے لیکن تین مرتبہ سے زیادہ نہ کرے کہ فضول خرچی ہے اور نہ یوں کرے کہ کوئی عضو صحیح طریقہ سے دھلے بغیر رہ جائے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اعضائے وضو دھونے میں کوتاہی کرنا

اعضائے وضو دھونے میں ہرگز کوتاہی نہیں کرنی چاہیے ورنہ وضو نہیں ہوگا۔

(72) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول محترم رحمت عالم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا (کہ اس نے وضو کیا مگر) ایک ناخن کے برابر اس کا پاؤں خشک رہ گیا اس پر آپ ﷺ نے اُسے حکم دیا کہ ”ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وَضُوءَكَ“ واپس لوٹ جاؤ اور اپنا وضو صحیح طریقہ سے کرو۔ (ابی داؤد، مسلم^۱)

(73) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہم (صحابہ کرام) حضور سرور کائنات ﷺ کی زیر قیادت باسعادت مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف رواں دواں تھے کہ بوقت عصر ہم پانی کے ایک تالاب پر پہنچے ہم میں سے ایک جماعت نے وضو کرنے میں جلدی کی جب ہم ان کے پاس پہنچے تو تیزی سے وضو کرنے والے ان احباب کی ایڑیاں چمک رہی تھی اور ان تک پانی نہیں پہنچا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا ”وَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ اسْبِغُوا الْوُضُوءَ“ ہلاکت ہے ایڑیوں کے لئے جہنم کی آگ سے (اللہ کے بندو) پورا وضو کرو۔ (نسائی^۲، مسلم^۳)

۱۔ ابی داؤد ج 1 ص 35 باب فی تفریق الوضوء مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ مسلم ج 1 ص 125 عن عمر بن الخطاب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳۔ نسائی ج 1 ص 30 باب ایجاب غسل الرجلین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۴۔ مسلم شریف ج 1 ص 125 باب وجوب غسل الرجلین بکمالہما مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

معلوم ہوا کہ اعضائے وضو دھونے میں پوری احتیاط سے کام لینا چاہیے ورنہ ڈر ہے کہ جو عضو صحیح دھلنے سے رہ جائے وہ (معاذ اللہ تعالیٰ) کہیں جہنم کی آگ سے معذب نہ کیا جائے۔ (اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھے)۔

اعضائے وضو قدرے مبالغہ سے دھوئے

اعضائے وضو کے دھونے میں حد سے زیادہ مبالغہ اگرچہ درست نہیں یعنی تین مرتبہ سے زیادہ نہ دھوئے کہ افراط و تفریط دونوں کی ممانعت ہے۔ البتہ اعضائے وضو کچھ دراز کرے۔

(74) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے وضو کیا اور اپنے چہرے کو دھویا اور اپنے وضو کو کامل کیا (یعنی اچھے طریقہ سے چہرہ کو دھویا) پھر دائیں ہاتھ کو دھویا یہاں تک کہ بازو کو دھونے میں داخل کیا (یعنی کہنی کو اوپر سے اوپر تک دھویا) پھر بائیں ہاتھ کو دھویا یہاں تک کہ بازو کو دھونا شروع کیا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پاؤں دھویا یہاں تک کہ پنڈلی کو دھونے میں داخل کیا، پھر بائیں پاؤں دھویا یہاں تک کہ پنڈلی کو دھونے لگے؛ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے اسی طرح رسول کریم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

أَنْتُمْ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ فَمَنْ
اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهُ وَتَحَجِّلَهُ.

ترجمہ: قیامت کے دن تم کامل (بہترین انداز سے) کیے گئے وضو کی وجہ سے پانچوں اعضاء (وضو) روشن والے ہوں گے۔ (یعنی چہرہ دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں روشن ہونگے) پس جو شخص تم میں طاقت رکھے وہ اپنی پیشانی اور ہاتھ پاؤں

کی چمک میں مقدور بھرا ضافہ کرے۔ (صحیح مسلم^۱)

اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا اس پر اتباع ہے کہ دونوں کہنیاں اور دونوں ٹخنے وضو میں دھونے فرض ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم) (فتح الباری^۲)

سر کا مسح کرنا

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔ لیکن چوتھائی حصہ سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ اس لئے کم کرنا جائز نہیں۔ سر کے مسح کے بارہ میں بعض احادیث مبارکہ گذشتہ صفحات میں بھی گزر چکی ہیں چند روایات مقدسہ مزید نقل کرنے کا شرف حاصل کیا جاتا ہے۔

(75) حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے سر انور کا (یوں) مسح کیا کہ ان کو آگے سے پیچھے اور پیچھے سے آگے کی طرف لائے۔ (یعنی پیشانی انور سے (دونوں دست مبارک) پیچھے کی طرف لے گئے۔ گدی تک پھر اپنے مبارک ہاتھوں کو واپس لائے وہاں تک جہاں سے شروع فرمایا تھا۔ (ترمذی^۳)

(76) حضرت ربیعہ بنت معوذ بن عفرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور سر کے آگے اور سر کے پیچھے اور دونوں کنپٹیوں اور دونوں کانوں کا ایک ایک مرتبہ مسح فرمایا۔ امام ترمذی

۱۔ صحیح مسلم شریف ج 1 ص 126 باب استحباب اطالۃ الغرۃ والتجلیل فی الوضوء مطبوعہ کراچی۔

۲۔ فتح الباری ج 1 ص 234 مطبوعہ بیروت لبنان، بحر الرائق شرح کنز الدقائق۔

۳۔ ترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی مسح الراس ج 1 ص 105 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت علی المرتضیٰ اور طلحہ بن مصرف بن عمرو کے دادا سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ ربیعہ کی یہ حدیث (فنی اعتبار سے) حسن، صحیح ہے اور کئی طرق کے ساتھ حضور اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دفعہ ہی سرِ انور کا مسح فرمایا (یعنی دوسرے اعضاء وضو کی طرح دو یا تین مرتبہ نہیں) اکثر صحابہ کرام اور تابعین کا اسی پر عمل تھا۔ جعفر بن محمد سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہم یہ سب ایک ہی مرتبہ مسح کے قائل ہیں۔ (جامع ترمذی^۱) اور یہی مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

(77) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سرِ انور کانوں کے اندر اور باہر کا مسح فرمایا۔ (ترمذی^۲)

(79) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ کے سرِ انور پر قطرہ پگڑی تھی۔ (قطر ایک جگہ کا نام ہے) آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک پگڑی کے نیچے داخل فرما کر سر کے اگلے حصے کا مسح فرمایا اور عمامہ شریف کو نہ کھولا۔ (ابوداؤد^۳)

فائدہ: اس حدیث پاک سے سر کے چوتھائی حصہ پر مسح کی فرضیت ثابت ہوتی ہے جبکہ بعض حضرات نے چوتھائی حصہ کے مسح کی فرضیت پر کلام کیا ہے ابن حجر علیہ الرحمہ نے فتح الباری میں دلائل قاہرہ سے ثابت فرمایا کہ یہ حدیث بے غبار اور معتبر ہے۔ (فتح الباری^۴)

۱ جامع ترمذی ج 1 ص 105 ابواب الطہارۃ مطبوعہ لاہور۔

۲ ترمذی ج 1 ص 105 باب ماجاء فی مسح الاذنین۔ الخ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۳ ابوداؤد کتاب الطہارۃ ج 1 ص 31 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ۔

۴ ملاحظہ ہو فتح الباری جلد اول ص 238 مطبوعہ بیروت لبنان۔

گردن کا مسح

گردن کا مسح کرنا فقہاء کرام کے نزدیک مستحب ہے اور بعض نے سنت بھی کہا ہے۔

(79) حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عُنُقَهُ لَمْ يَغْلُ بِالْأَغْلَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“۔ جو شخص وضو کرے اور گردن کا مسح کرے اس کو قیامت کے دن طوق نہیں پہنایا جائے گا۔
(تلخیص الجیر^۱)

(80) حضرت طلحہ بن مصرف اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ سر انور کا مسح فرماتے یہاں تک کہ گدی تک پہنچ جاتے جو گردن کے اگلے حصے سے متصل ہے۔
(رواہ احمد^۲)

ابن تیمیہ نے اس حدیث کو اپنی کتاب منقح^۳ میں گردن کے مسح کے لئے بطور ثبوت نقل کیا، نیز ام طحاوی اس حدیث کو شرح معانی الآثار میں ذکر فرما کر اس سے گردن کے مسح کا استدلال فرماتے ہیں۔ (طحاوی^۴)
بعض حضرات محض شوق مخالفت میں گردن کے مسح کو بدعت سے تعبیر

^۱ تلخیص الجیر۔

^۲ رواہ احمد شرح معانی الآثار ج 1 ص 61 (عربی اردو) مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور رقم الحدیث 124۔

^۳ ملاحظہ ہو نیل الاوطار شرح منقح الاخبار ج 1 ص 248 باب مسح العنق مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

^۴ طحاوی ص 61 رقم الحدیث 124 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

فرماتے ہیں۔ حالانکہ مشہور غیر مقلد عالم دین نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اپنی کتاب بدور الاہلۃ^۱ پر واضح طور پر لکھا ہے کہ گردن کے مسح کو بدعت کہنا بجائے خود غلط ہے۔ اس لئے گردن کا مسح یا تو مستحب ہے یا سنت، بدعت ہرگز نہیں ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم)

موزوں پر مسح

اگر کسی شخص نے وضو کے بعد موزے پہنے ہوں پھر اس کا وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو میں پاؤں دھونے ضروری نہیں بلکہ صرف موزوہی کے اوپر مسح ہی کافی ہوگا۔ اس کا جواز بہت سی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے علامات اہل سنت میں ذکر فرمایا۔ عند الفقہاء موزے سے مراد چمڑے (یارگیزین وغیرہ) کی وہ جراب ہے کہ جو کم از کم ٹخنوں تک ہو۔ اگر اس سے نیچے ہو تو مسح جائز نہیں۔ موزے کا تلوہ ایسا ہو کہ آسانی کے ساتھ نماز پڑھی جاسکے جوتے کی طرح سخت نہ ہو۔ اگر صرف تلوہ چمڑے کا ہو اور باقی چمڑے کی طرح کے دبیز کپڑے کا کہ اس میں آسانی سے پانی نہ گزر سکے اس پر مسح کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ نہیں، مسح صرف وضو میں ہے نہ کہ غسل میں۔ غسل جنابت میں موزہ اتارنا ہوگا۔ اس موضوع پر احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

(81) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس بارہ میں (اپنے والد) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہاں یہ درست ہے۔ (اور سنو)

۱ بدور الاہلۃ (ص 28)

جب سعد تمہیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سنائیں تو اس کے متعلق کسی دوسرے سے سوال نہ کیا کرو۔ (بخاری^۱)

(82) حضرت جعفر بن امیہ ضمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔
(بخاری^۲)

(83) عروہ بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں حضور اکرم نبی محترم ﷺ کے ساتھ تھے فرماتے ہیں کہ میں نے (بوقت وضو احتراماً) حضور اکرم ﷺ کے موزے اتارنا چاہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”دَعُهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ“ ان کو رہنے دو کیونکہ میں نے جب ان کو پہنا تو میرے دونوں پاؤں پاک و طاہر تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان پر مسح فرمایا۔ (بخاری^۳)

(84) حضرت ابوزرعہ بن عمرو بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جریر نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا تو موزوں پر مسح کیا پھر فرمایا۔ بھلا میں موزوں پر مسح کیوں نہ کروں جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا فرماتے ہوئے دیکھا ہے (بعض) لوگوں نے کہا کہ ایسا تو سورۃ مائدہ کے نزول سے پہلے ہوتا تھا۔ حضرت جریر نے جواب دیا میں نے سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام قبول کیا۔ (یعنی میں یہ عمل سورۃ مائدہ کی آیات وضو کے نزول کے بعد دیکھا ہے)
(ابوداؤد^۴)

۱ بخاری کتاب الوضو ج 1 ص 33 باب مسح علی الخفین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ بخاری ج 1 ص 33 باب مذکورہ۔

۳ بخاری، کتاب الوضو ج 1 ص 33 باب مذکورہ۔

۴ ابوداؤد ج 1 ص 32 باب مسح علی الخفین مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

(85) عبدالرحمن بن ابونعم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا تو میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ بھول گئے ہیں (کہ پائے اقدس نہیں دھوئے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بَلْ أَنْتَ نَسِيتَ بِهَذَا أَمْرَ رَبِّي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ“۔ بلکہ تم بھول گئے ہو کیونکہ میرے عزت و عظمت والے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (ابوداؤد^۱)

مسح کا طریقہ

(86) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔

(ان سے ہی) مروی ہے کہ موزوں کی پشت پر مسح فرمایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد^۲)

(87) حضرت عبدخیر سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

نے فرمایا کہ اگر دین میں اپنی مرضی کرنا جائز ہوتا تو موزوں کے اوپر والے حصہ

کے مقابلہ میں نیچے (تلوں پر) مسح کرنا بہتر ہوتا۔ (کیونکہ زمین پر تو تلوے ہی

لگتے ہیں اور وہی آلودہ ہوتے ہیں) حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ

آپ ﷺ موزوں کے اوپر والے حصہ پر (یعنی پاؤں کی پشت پر) مسح فرماتے

تھے۔ (ابوداؤد^۳)

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح پاؤں کی پشت کی

جانب کیا جائے گا۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھوں کو تر کر کے کم از کم تین

انگلیاں دونوں پاؤں کی پشت پر رکھے اور پنڈلی کی جانب کم از کم تین انگل کے

۱۔ ابوداؤد ج 1 ص 33 باب المسح علی الخفین مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ ابوداؤد کتاب الطہارۃ ج 1 ص 33 باب کیف المسح مطبوعہ لاہور۔

۳۔ ابوداؤد ج 1 ص 34 باب کیف المسح مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

برابر کھینچے اور اگر پنڈلی تک کھینچے تو زیادہ افضل ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

مسح کی مدت

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن رات اور مسافر کے لئے تین دن رات ہے۔ یعنی مقررہ مدت کے دوران جب بھی وضو کی حاجت ہو خواہ سو کر اٹھا ہو یا حوائج ضروریہ سے فارغ ہوا ہو۔ پاؤں دھونے کی بجائے مسح کر سکتا ہے اور یہی سنت ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(88) حضرت ابو عبد اللہ جدلی نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ”الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمًا وَلَيْلَةً“۔ موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لئے تین دن اور مقیم کے لئے ایک دن رات ہے۔ (ابوداؤد)

جرابوں پر مسح

آج کل لوگ عام قسم کی سوتی، اونی اور نائیلون وغیرہ کی جرابوں پر مسح کر لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ ناجائز ہے۔ جن احادیث کو وہ حضرات بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ علماء کرام نے ان کی اسناد میں کلام فرمایا اور ثابت فرمایا کہ وہ احادیث قابل عمل نہیں ہیں مثلاً مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

(89) عَنِ الْمُغِيرَةَ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ مَسَحَ عَلَى الْجُورَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ ۝

ابوداؤد ج 1 ص 33 باب التوقيت في المسح مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور مسح فرمایا جرابوں پر اور نعلین مبارک پر۔

(احمد^۱، ترمذی^۲، ابوداؤد^۳، ابن ماجہ^۴)

فائدہ: کوئی بھی شخص ان کتب میں مذکورہ حدیث مبارکہ کو دیکھ کر کہہ دے گا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے جرابوں پر مسح فرمایا ہے تو منع کرنے والا کون ہوتا ہے۔

محترم قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابو داؤد علیہ الرحمۃ اس

حدیث پاک کو نقل کر کے کیا فرماتے ہیں۔

”كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ لَا يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ عَنِ الْمُغِيرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَيِ الْخُفَّيْنِ وَرُوِيَ هَذَا أَيْضًا عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَيِ الْجُودَبَيْنِ وَلَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِقَوِيٍّ“.

(ابوداؤد^۵)

ابوداؤد نے فرمایا کہ عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو بیان ہی نہیں کیا کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی مشہور ترین روایت سے تو یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا (نہ کہ جرابوں پر) اور اسی طرح حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

۱۔ مسند احمد ص 308 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

۲۔ ترمذی ج 1 ص 122 باب فی مسح علی الجوربین مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۳۔ ابوداؤد ج 1 ص 33 باب مسح علی الجوربین مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۴۔ ابن ماجہ ص 42 باب مسح علی الجوربین والنعلین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۵۔ ابوداؤد کتاب الطہارۃ ج 1 ص 33 باب مسح علی الجوربین مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

جراہوں پر مسح فرمایا اور یہ حدیث متصل نہیں ہے اور نہ ہی یہ قوی ہے۔ (اس لئے یہ قابل عمل یا لائق دلیل نہیں ہے)۔ (ابوداؤد^۱)

اب اس حدیث کے بارہ میں دیگر محدثین کی رائے ملاحظہ فرمائیں۔

(1) امام مسلم بن حجاج (صاحب صحیح مسلم شریف) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی ابو قیس اور ہذیل نے اس حدیث کے بقیہ تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔ چونکہ سب راویوں نے صرف موزوں پر مسح نقل کیا ہے۔ اس لئے محض ابو قیس اور ہذیل جیسے راویوں کی وجہ سے قرآن کریم کے حکم کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ (سنن کبریٰ^۲)

(2) امام بیہقی اس روایت کو نقل فرما کر فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے، سفیان ثوری، عبدالرحمن بن مہدی، امام احمد بن حنبل، ابن المدینی اور امام مسلم جیسے جلیل القدر علماء و محدثین نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (سنن کبریٰ^۳)

(3) امام نسائی فرماتے ہیں کسی ایک راوی نے بھی ابو قیس کی طرح اس روایت کو نقل نہیں کیا، حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے صرف موزوں پر ہی مسح کرنا منقول ہے۔ (نہ کہ جراہوں پر بھی) (سنن نسائی^۴)

(4) حضرت علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ اس روایت کو حضرت مغیرہ سے اہل مدینہ، اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے روایت کیا لیکن جب ہذیل نے اس کو نقل کیا تو ”مَسَحَ عَلَى الْجَوْدَبَيْنِ“ یعنی جراہوں پر بھی مسح کیا۔ کا اضافہ کر لیا اور سب

۱۔ ابوداؤد شریف ج 1 ص 33 باب مذکورہ مکتبہ مذکورہ۔

۲۔ ملاحظہ ہو سنن کبریٰ للبیہقی ج 1 ص 284 باب ماورد فی الجورین مطبوعہ ملتان

۳۔ سنن کبریٰ للبیہقی ج 1 ص 284 باب ماورد فی الجورین والنعلین مطبوعہ ملتان۔

۴۔ سنن نسائی ص 29 باب المسح علی الخفین فی السفر مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض سعودیہ۔

لوگوں کی مخالفت کی۔ (سنن کبریٰ)

(5) شارح صحیح مسلم اور مشہور محدث امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حفاظ حدیث اس روایت کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں اس لئے امام ترمذی کا قول کہ ”یہ حدیث حسن صحیح ہے“ قابل قبول نہیں ہے۔

محترم قارئین کرام! اس حدیث پر محدثین کی جرح سے ایک بات آپ نے یقیناً محسوس فرمائی ہوگی کہ بالاتفاق ان آئمہ اور محدثین کے نزدیک جرابوں پر مسح کرنا۔ خلاف سنت اور ناجائز ہے۔ یہی حال باقی تمام روایات کا ہے کہ جن سے جرابوں پر مسح جائز ثابت کیا جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مشہور غیر مقلد عالم دین میاں نذیر حسین دہلوی سے کسی نے فتویٰ پوچھا کہ ”اونی، سوتی“ جرابوں پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ انہوں نے اس کا بڑی تفصیل سے جواب دیا۔ ابتداء میں تحریر کرتے ہیں ”مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی (کوئی) صحیح دلیل نہیں اور مجوزین (جائز ہونے کا دعویٰ کرنے والے حضرات) نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں۔ اس کے بعد وہ ان خدشات کا ذکر کرتے ہیں کہ جو ان پر وارد ہوتے ہیں پھر آخر میں لکھتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ مسح کے جواز پر کوئی بھی دلیل قائم نہیں کی جاسکتی نہ تو کتاب و سنت سے (یعنی قرآن و سنت سے) نہ ہی اجماع سے اور نہ صحیح قیاس سے جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا۔ (فتاویٰ نذیریہ ۱)

اسی طرح نامور غیر مقلد عالم دین مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتاویٰ ثنائیہ میں ہے۔ ”یہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح کرنا، نہ قرآن سے ثابت ہوا، نہ حدیث

۱ سنن کبریٰ للبیہقی ص 284 باب ماوردنی الجورین والنعلمین مطبوعہ ملتان۔

۲ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ”فتاویٰ نذیریہ جلد 1۔“

مرفوع صحیح سے۔ نہ اجماع، نہ قیاس، نہ ماسویٰ چند صحابہ کے فعل سے اور اس کے دلائل سے اور غسلِ رجليں (یعنی دونوں پاؤں کا دھونا) نص قرآنی سے ثابت ہے۔ لہذا ہت چرمی (چمڑے کے بنے ہوئے موزے) کے سوا (عام) جراب پر مسح کرنا ثابت نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ^۱)

احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اپنی معمولی سی سستی کی وجہ سے نماز جیسے عظیم الشان فرض کو ضائع نہ کر لیا جائے۔ بلکہ احسن ترین طریقہ سے وضو کر کے نماز ادا کی جائے۔ رسول محترم ﷺ نے ایک شخص کے ناخن کے برابر پاؤں خشک رہنے پر تنبیہ فرمائی کہ ”ارْجِعْ فَأَحْسَنْ وَضُوءَكَ“ واپس لوٹ جا اور اپنا وضو اچھے طریقہ سے کر۔ (ابوداؤد^۲، نسائی^۳، مشکوٰۃ^۴)

جبکہ بعض لوگ کہ جن کی ایڑیاں خشک رہ گئی انہیں فرمایا۔ ”وَيُلِّ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبَغُوا الْوُضُوءَ“ ہلاکت ہے (ان) ایڑیوں کے لئے جہنم کی آگ سے (جو دوران وضو خشک رہ جائیں) اچھے طریقہ سے وضو کرو۔

(مسلم^۵، مشکوٰۃ^۶)

یہ دونوں احادیث قبل ازیں گزر چکیں ہیں۔ ذرا سوچئے کہ اگر معمولی سا پاؤں یا ایڑی خشک رہ جائے تو رسولِ رحمت ﷺ کتنی سخت وعید فرماتے ہیں تو جس کا پورا پاؤں ہی خشک رہ جائے اس کا کیا حال ہوگا۔ (فاعتبروا یا اولوالالباب)

۱۔ فتاویٰ ثنائیہ از ثناء اللہ امرتسری جلد 1 ص 327-326 مطبوعہ مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ۔

۲۔ ابوداؤد۔

۳۔ نسائی۔

۴۔ مشکوٰۃ۔

۵۔ مسلم ج 1 ص 125 باب غسل الرجلین بکمالہما مطبوعہ کراچی۔

۶۔ مشکوٰۃ ص 46 باب سنن الوضوء مطبوعہ کراچی۔

وضو کے بعد کی دعاء

(90) حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے فرمایا۔

مَا مِنْ كُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبَلِّغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ. رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ
الْمُتَطَهِّرِينَ.

تم میں سے جو کوئی وضو کرے اور بہترین وضو کرے یا فرمایا پورا پورا وضو کرے پھر کہے۔ اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ..... الخ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا و یگانہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہ کہنے والے کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں وہ جس سے چاہے داخل ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۰)

اس حدیث پاک کو امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اس میں اتنا اضافہ فرمایا کہ اس کے بعد یہ بھی کہے۔ ”اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ“۔ اے اللہ تبارک تو مجھے ان لوگوں میں کر دے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور مجھے ان میں شامل فرما جو نہایت پاکیزہ ہیں۔ (یعنی جن کو توبہ کرنے والے سے پاک فرما دیا ہے)۔

جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (نواقض وضو)

(1) پیشاب و پاخانہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”أَوْ جَاءَ أَحَدُكُمْ مِنَ الْغَائِطِ“^۱ یعنی یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے (تو وہ وضو کرے)۔

(2) ہوا کا خارج ہونا:

(91) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي الصَّلَاةِ مَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ مَا لَمْ يُحْدِثْ.

مسجد میں نماز کا انتظار کرنے والے کو مسلسل نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ جب تک کہ وہ بے وضو نہ ہو۔

ایک عجیبی شخص نے حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا کہ یہ ”حدث“ (بے وضو ہونا) سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا ہوا کا خارج ہونا۔ (صحیح بخاری^۲)

(3) مذی اور ودی کا اخراج بھی وضو کو توڑ دیتا ہے:

(92) حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ

میں نے بارگاہ نبوی علیہ السلام میں مذی کے بارہ میں سوال عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”عَنِ الْمَذِيِّ الْوُضُوءُ وَمِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ“۔ (ترمذی^۱)

اخراج مذی سے وضو اور اخراج منی سے غسل (واجب) ہو جاتا ہے۔

^۱ سورة المائدہ۔

^۲ صحیح بخاری ج 1 ص 30 باب من لم ير الوضوء الا من الخرجین مطبوعہ کراچی۔

(4) گہری نیند سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے:

(93) جیسا کہ حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا ”اِذَا كُنَّا سَفَرًا اَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَّا لِيَهِنَ الْاَمِنْ جَنَابَةِ لِكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ“۔ کہ جب ہم سفر میں ہوں تو تین دن رات ہم اپنے موزے نہ اتاریں۔ ہاں البتہ اگر جنابت ہو جائے تو (غسل کے لئے) موزے اتار دیں۔ لیکن پیشاب و پاخانہ اور نیند سے بیدار ہو کر موزے اتارنے ضروری نہیں۔ (بلکہ وضو میں ان پر مسح کر لینا ہی کافی ہے)۔ (ترمذی) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پیشاب و پاخانہ کی طرح نیند سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن کم گہری نیند مثلاً کھڑے کھڑے سو جانا۔ حالت تشہد میں بیٹھے سو جانا یا بغیر ٹیک لگائے سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(94) جیسے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نمازِ عشاء کے وقت حضور اکرم ﷺ کے انتظار میں ہوتے یہاں تک کہ نیند کی وجہ سے ان کے سر جھک جاتے پھر وہ یونہی نماز پڑھتے رہتے وضو کو نہ دہراتے۔ اصل الفاظ حدیث یہ ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ اصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُوْنَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ حَتَّى تَخْفِقَ رُؤُسُهُمْ ثُمَّ يُصَلُّوْنَ وَلَا يَتَوَضَّؤْنَ۔ (ابوداؤد)

(5) قے اور نکسیر بھی ناقض وضو ہے:

(95) حضرت ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو (ایک مرتبہ) قے آگئی تو آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ اس

۱۔ ترمذی ج 1 ص 125 باب ما جاء في المنى والمذى مطبوعه لاہور۔

۲۔ ترمذی ج 1 ص 121 باب مسح على الخفين للمسافر والمقيم مطبوعه لاہور۔

۳۔ ابوداؤد ج 1 ص 38 باب الوضوء من النوم مطبوعه رحمانیہ لاہور۔

روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

”وَقَدَرَوِيْ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم وَغَيْرِهِمْ مِنَ التَّابِعِيْنَ الْوُضُوْءَ مِنَ الْقُسِيِّ
وَالرِّعَافِ“ (ترمذی^۱)

یعنی اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم
کا یہی مسلک ہے کہ قے اور نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
(96) حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی
کریم رؤف الرحیم ﷺ نے فرمایا۔

اِذْ رَعَفَ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهِ فَلْيَنْصِرْفْ فَلْيَغْسِلْ عَنْهُ الدَّمَ ثُمَّ
لْيَعِدْ وَضُوْءًا هٗ وَالْيَسْتَقْبِلْ صَلَاتَهُ. (معجم طبرانی^۲)

ترجمہ: اگر کسی کو دورانِ نماز نکسیر آجائے تو وہ نماز توڑ دے پھر خون دھو کر وضو
کرے اور از سر نو نماز پڑھے۔

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ان حضرات کو کہ جو فقہاء کرام سے بلا وجہ
عداوت رکھتے ہیں اور ان کے ارشادات عالیہ کو غلط ثابت کرنے کی ناکام اور
مذموم کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قے اور نکسیر سے وضو نہیں ٹوٹتا اور فقہاء کا یہ
دعویٰ بلا دلیل ہے جبکہ خود نامور غیر مقلد عالم دین نواب صدیق حسن خاں بھوپالی
نقل کرتے ہیں کہ ”وَقُسِيْ وَرِعَافٍ نَاقِضٍ وَضُوْاْسَتْ وَحَدِيْثِ قَاءٍ فَتَوْضَاً
حَسَنٌ اَسْتِ وَقِيْءٌ“

یعنی قے اور نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور حدیث قاء فتوضا (قے کی
اور وضو فرمایا) حسن درجہ کی ہے ملاحظہ ہو۔ (بدور الاہلہ^۳)

۱ ترمذی ج 1 ص 118 باب الوضوء من القی والرعا فی مطبوعہ لاہور۔

۲ معجم طبرانی۔

۳ بدور الاہلہ ص 30۔

موجبات غسل (غسل واجب کرنے والی چیز)

(1) مادہ منویہ کا اپنے مقام سے شہوت کے ساتھ خارج ہونا۔

(2) احتلام ہونا۔ (3) جماع کرنا اگرچہ انزال نہ ہو۔

(4) حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

یہ سب موجبات غسل سے ہیں اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہوگا تو اُسے بھی غسل کا حکم دیا جائے گا تاکہ اُس کے باطن کے ساتھ ساتھ اُس کا جسم بھی پاک ہو جائے۔ اس موضوع پر احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(97) حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ”مذی“ کے بارہ میں عرض کیا تو ”فَقَالَ إِذَا حَذَفْتَ فَأَغْتَسِلْ مِنَ الْجَنَابَةِ وَإِذْلَمْ تَكُنْ حَازِفًا فَلَا تَغْتَسِلُ“۔ (رواہ^۱)

آپ ﷺ نے فرمایا جب تم پھینکو (یعنی مادہ اچھل کر خارج ہو) تو غسل کرو اور جب تم یوں نہ پھینکو (یعنی مادہ اچھل کر نہ نکلے) تو غسل نہ کرو۔ (احمد)

بخاری شریف کتاب الغسل میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے یہ سوال شرم کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کی معرفت سے کیا تھا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بوس و کنار سے خارج ہونے والی رطوبت سے محض وضو ہی ٹوٹتا ہے لیکن اگر اچھل کر مادہ خارج ہو تو غسل بھی واجب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرضِ جریان میں جو مادہ مخصوص پیشاب کے اول یا آخر خارج ہوتا ہے اُس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

۱۔ رواہ احمد ج 1 ص 73 طبع جدید بیروت لبنان۔

ﷺ نے فرمایا کہ اخراجِ مذی سے وضو اور اخراجِ منی سے غسل واجب ہوتا ہے۔

(ترمذی^۱)

(98) امام ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں کہ: ”إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْإِحْتِلَامِ“ یعنی احتلام میں خروجِ منی سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (ترمذی^۲)

(99) مروی ہے کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ایک ایسے آدمی کے بارہ میں سوال کیا گیا کہ جسے (خواب میں) ہونے والا احتلام تو یاد نہ تھا لیکن (جب وہ جاگا تو کپڑوں پر) تری دیکھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ غسل کرے اور (پھر) ایسے آدمی کے بارہ میں سوال عرض کیا کہ (جسے خواب میں) احتلام تو یاد ہے مگر (کپڑوں اور جسم پر) کوئی تری نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”لَا غُسْلَ عَلَيْهِ“ یعنی اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ بات دیکھنے سے عورت پر بھی غسل (واجب) ہے تو فرمایا ہاں عورتیں بھی مردوں ہی کی طرح ہیں۔ (ترمذی^۳)

(100) ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی ام سلیم بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ حق بیان فرمانے میں نہیں شرماتا (تو فرمائیے) کیا عورت پر غسل (واجب) ہے جبکہ اسے احتلام ہو جائے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے

۱۔ ترمذی ج 1 ص 125 ابواب الطہارۃ مطبوعہ لاہور۔

۲۔ ترمذی، ابواب الطہارۃ ص 124 مطبوعہ لاہور۔

۳۔ ترمذی، ابواب الطہارۃ ج 1 ص 124 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

فرمایا ”نَعْمَ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ“ ہاں جب وہ پانی دیکھے تو (غسل ضرور کرے)۔
(بخاری^۱)

(101) حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مذی کے (اخراج کی وجہ سے) مشقت برداشت کیا کرتا تھا اور اکثر غسل کیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارہ میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”إِنَّمَا يُجْزِئُكَ مِنْ ذَلِكَ الْوُضُوءُ“ یعنی اس سے صرف وضو کر لینا ہی تجھے کافی ہے۔ (ترمذی^۲)

(102) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ”إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ“ یعنی جب آدمی اپنی پوی کے پاس جائے اور وظیفہ زوجیت کرے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (بخاری^۳)

امام بخاری اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”هَذَا أَجْوَدُ وَأَوْكَدُ“ یعنی یہی زیادہ عمدہ اور مضبوط بات ہے کہ انزال ہو یا نہ ہو محض دخول سے غسل واجب ہو جائے گا۔ بعد ازیں حضرت ابو ایوب سے مروی اسی قسم کی دوسری حدیث پر بحث فرماتے ہوئے امام بخاری فرماتے ہیں۔ ”الْغُسْلُ أَحْوَطُ وَذَلِكَ الْآخِرُ“ یعنی (اگرچہ انزال نہ ہو محض دخول سے) غسل واجب ہے اسی میں احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے۔ (بخاری^۴)

۱ بخاری کتاب الغسل ج 1 ص 42 باب اذا احتلمت المرأة مطبوعہ کراچی۔

۲ ترمذی ج 1 ص 125 ابواب الطہارۃ، باب فی المذی یصیب الثوب مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۳ بخاری ج 1 ص 43 باب اذا التقی الختان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۴ بخاری شریف کتاب الغسل باب مذکورہ۔

(103) صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ الذکر حدیث مبارکہ نقل فرما کر امام مسلم اتنا زائد نقل فرماتے ہیں کہ ”وَفِي حَدِيثِ مَطَرٍ وَإِنْ لَمْ يُنَزَلْ“ (ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ) مطر کی حدیث میں ہے کہ اگرچہ انزال نہ ہو (غسل واجب ہے)۔ (صحیح مسلم)

(104) ترمذی میں ہے۔ ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ“ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مرد کے ختنے کا مقام عورت کے ختنہ کے مقام سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (انزال شرط نہیں ہے)۔ امام ترمذی مزید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور اکثر صحابہ کرام کہ جن میں حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و علی اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل ہیں اور فقہاء، تابعین، جو بعد والے ہیں مثلاً حضرات سفیان ثوری، شافعی، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے کہ دو شرمگاہوں کے باہم ملنے (یعنی محض دخول سے) غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (ترمذی^۱)

(105) ابن ماجہ کی روایت میں ہے ”وَتَوَرَّاتِ الْحَشْفَةِ“ یعنی جب حشفہ (ختنہ کی جگہ) غائب ہو جائے تو غسل واجب ہے۔ (رواہ^۲)

(106) امام ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا کہ ”إِنَّمَا كَانَتْ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ أَمَرْنَا بِالْغُسْلِ بَعْدُ“ یعنی سوائے اس کے نہیں کہ (محض دخول سے غسل نہ کرنے کی) رخصت ابتداءً اسلام

۱ صحیح مسلم شریف ج 1 ص 156 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ ترمذی، ابواب الطہارۃ ج 1 ص 124 باب ماجاء فی وجوب الغسل اذا التقى الختان مطبوعہ کراچی۔

۳ رواہ ابن ماجہ، عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں تھی پھر بعد میں ہمیں اس پر غسل کا حکم دے دیا گیا۔ (ابن ماجہ^۱)

فائدہ: مذکورہ الذکر احادیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ فقہاء کرام کا مسلک حق ہے اور وہ ساری روایات کہ جو اس کے برعکس مروی ہیں وہ ابتداء اسلام کی ہیں اور منسوخ ہیں جبکہ ”وجوب غسل“ آخری اور پہلے احکامات کا نسخ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم)

حیض و نفاس:

خواتین کو ہر ماہ مخصوص ایام میں جو خون آتا ہے اور اصطلاح میں اسے حیض کہا جاتا ہے اور جو بچہ کی ولادت کے بعد خون آتا ہے نفاس کہلاتا ہے۔ اگر حیض دس دن سے تجاوز کر جائے یا نفاس میں چالیس یوم سے زیادہ دنوں تک خون آئے تو استحاضہ کہلاتا ہے۔ ان کے احکامات جدا جدا ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ آذَى فَاَعْتَزِلُوا فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ^۱

ترجمہ: (یا رسول اللہ ﷺ) اور یہ آپ سے حیض کے بارہ میں پوچھتے ہیں آپ ان کو فرما دیجئے وہ ناپاکی ہے۔ اس لئے تم عورتوں سے ایام حیض میں الگ رہو اور ان سے نزدیکی (یعنی قرب صنفی) نہ کرو جب تک کہ وہ اچھی طرح پاک و صاف نہ ہو لیں۔

اب اس باب میں احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

(107) بخاری شریف جلد اول میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

^۱ ابن ماجہ: ابواب الطہارة و سننہا ص 45 باب ماجاء فی وجوب الغسل اذا اتقی الختانان

مطبوعہ کراچی۔

^۲ البقرہ 222۔

سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو استحاضہ کا مرض تھا۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کا مسئلہ پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

ذَالِكَ عِرْقٌ وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاغْتَسَلِي وَصَلِّي.

ترجمہ: یہ ایک رگ کا خون ہے۔ حیض نہیں ہے پس جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دیا کرو اور جب ختم ہوگا تو غسل کر لیا کرو اور نماز پڑھ لیا کرو۔ (بخاری^۱)
(108) امام بخاری نے اسی روایت کو دوسرے طرق سے ذکر فرماتے ہوئے نقل فرمایا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔

”إِنِّي اسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادَعِ الصَّلَاةَ“

یعنی مجھے استحاضہ کی شکایت ہے لہذا پاک نہیں رہتی تو کیا نماز چھوڑ دوں؟ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

”لَا إِنَّ ذَالِكَ عِرْقٌ وَلَكِنْ دَعِيَ الصَّلَاةَ قَدَرِ الْأَيَّامِ الَّتِي كُنْتَ تَحِيضِينَ فِيهَا ثُمَّ اغْتَسَلِي وَصَلِّي“

نہیں نہیں یہ تو ایک رگ کا خون ہے ہاں تم ان دنوں نماز چھوڑ دیا کرو جب تمہیں حیض آئے۔ پھر غسل کر کے نماز پڑھا کرو۔ (صحیح بخاری^۱)

(109) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ النَّفْسَاءُ تَجْلِسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَرْبَعِينَ يَوْمًا.

ترجمہ: حضرت ام سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ام المؤمنین) فرماتی ہیں کہ عہد نبوی میں نفاس والی عورتیں چالیس دن (شرعی پابندیوں سے) مستثنیٰ رہتی تھیں۔ (ترمذی^۲)

^۱ بخاری: باب اقبال الحيض ج 1 ص 46 مطبوعہ کراچی و ترمذی ص 127 باب في المستحاضة مطبوعہ لاہور

^۲ ترمذی شریف ص 131 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

امام ترمذی علیہ الرحمۃ اس روایت کو نقل فرمانے کے بعد اس پر بحث فرماتے ہوئے نقل فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین عظام اور بعد کے فقہاء و علماء کرام کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ نفاس والی عورتیں چالیس دن تک نماز چھوڑیں گی البتہ جو عورت اس مدت سے پہلے ہی طہر محسوس کرے وہ غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ (سنن ترمذی^۱)

مستحاضہ غسل کرے یا وضو:

استحاضہ (حیض و نفاس کی مدت کے بعد والے خون کو مستحاضہ کہتے ہیں) والی کو صرف پہلی مرتبہ غسل کرنا کافی ہے ہر نماز کے لئے ضروری نہیں البتہ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ:

(110) نبی کریم ﷺ نے مستحاضہ کے لئے فرمایا کہ وہ ایام حیض میں نماز ترک کر دے پھر غسل کرے اور ہر نماز کے لئے نیا وضو کرے اور روزے رکھے اور نماز پڑھے۔ (ترمذی^۲)

(111) امام ترمذی نے حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو قبل ازیں گزر چکی ہے) نقل کر کے فرمایا۔ قَانَ أَبُو مُعَاوِيَةَ فِي حَدِيثِهِ وَقَالَ تَوَضَّئِ لِكُلِّ صَلَاةٍ حَتَّى يَجِيءَ الْوَقْتُ۔ (ترمذی) یعنی ابو معاویہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ہر نماز کے لئے الگ وضو کرو یہاں تک کہ وہ وقت آجائے۔ (یعنی دوبارہ ایام کا)۔ (ترمذی^۳)

(112) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نبی محترم

۱۔ سنن ترمذی ج 1 ص 131 باب ماجاء فيكم تمكث النفساء مطبوعه لاہور۔

۲۔ ترمذی عن عدی بن ثابت ص 127 مطبوعه لاہور۔

۳۔ ترمذی ج 1 ص 127 باب في المستحاضه مطبوعه مکتبه رحمانیہ لاہور۔

ﷺ نے فرمایا ”لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ“ حائضہ اور جنبی قرآن کریم سے کچھ بھی تلاوت نہ کریں۔ (ترمذی^۱)

فائدہ: معلوم ہوا کہ حیض و نفاس میں عورت ناپاک ہوتی ہے۔ اس لئے اس حالت میں نہ تو نماز پڑھے گی نہ ہی روزہ رکھے گی نہ مسجد میں داخل ہوگی۔ نہ طواف کعبہ کرے گی اور نہ ہی قرآن کریم کی تلاوت کرے گی۔ البتہ حالت استحاضہ میں یہ سب کچھ جائز ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کے مرض سیلان الرحم (لیکوریہ) سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ البتہ اس مرض میں عورت کو چاہیے کہ نماز کے لئے الگ وضو کرے۔ حیض و نفاس کے ایام میں رہ گئے روزوں کی قضا لازم ہوگی لیکن ان ایام کی نمازیں معاف ہیں۔

(113) جیسا کہ حضرت معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ حائضہ روزہ تو قضا کرتی ہے لیکن نماز نہیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کیا تم حرور یہ ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حرور یہ نہیں ہوں لیکن مسئلہ کی وضاحت چاہتی ہوں۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ”جب ہماری یہ حالت ہوتی تو ہمیں روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا۔ نماز کا نہیں۔ (مسلم^۲، بخاری^۳)

خیال رہے کہ حرورہ ایک جگہ کا نام ہے جہاں اُس زمانہ میں منوارج کا ہیڈ کوارٹر تھا یہ لوگ عام مسائل میں مسلمانوں سے الجھتے رہتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پر بھی شرک کا فتویٰ لگایا تھا۔ اس قسم کے

^۱ ترمذی ج 1 ص 129 مطبوعہ لاہور۔

^۲ مسلم شریف ج 1 ص 153 باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوٰۃ (مطبوعہ کراچی)

^۳ بخاری شریف ج 1 ص 46 باب لا تقض الحائض الصلوٰۃ مطبوعہ کراچی

لوگ آج بھی بات بات پر مسلمانوں پر شرک و بدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ غالباً اسی لئے مائتہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس سے پوچھا کہ تم حرور یہ تو نہیں کہ تمہاری عادت ہی بلا وجہ مسلمانوں میں عیب تلاش کرنا اور بحث کرنا ہے۔
(بخاری شریف)

تیمم کا بیان

جب غسل یا وضو کے لئے پانی میسر نہ آئے یا پانی تو موجود ہو لیکن وضو یا غسل کرنے سے مرض کے بڑھ جانے کا یا ہلاکت کا اندیشہ ہو تو ان صورتوں میں پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے تیمم کرنا ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:-

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ وَمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو (کہ پانی کا استعمال نقصان دے گا) یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا تم میں سے کوئی اپنی بیویوں سے صحبت کر کے آئے اور پھر پانی میسر نہ آئے تو تم پاکیزہ مٹی سے تیمم کر لیا کرو (یعنی) پھر تم اس پاکیزہ مٹی سے اپنے ہاتھوں اور چہرے کا مسح کر لیا کرو (در اصل) اللہ تبارک و تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی ہو بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ تمہیں خوب پاک و صاف فرمادے اور وہ اپنی نعمتیں تم پر پوری فرمادے تاکہ تم اللہ تعالیٰ جل شانہ کا

۱ حاشیہ بخاری شریف مترجم ج 1 ص 221 مطبوعہ فرید بکسٹال لاہور۔

شکر ادا کرو۔^۱

(شُكْرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)

(114) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے غسل کی حاجت تھی پانی نہ ملنے کی وجہ سے.....

أَنَا فَتَمَعْتُكَ فَصَلَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذَاكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ هَكَذَا فَضْرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ الْأَرْضَ وَنَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفِّهِ۔ (بخاری^۱)

میں خاک میں لوٹ پوٹ ہوا اور نماز ادا کی پھر میں نے اس بات کا تذکرہ نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھے اتنا ہی کافی تھا (یہ فرما کر) حضور اکرم ﷺ نے (بطور تعلیم) دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان میں پھونک ماری پھر اپنے رخ انور اور دونوں ہاتھوں کا مسح فرمایا۔ (اس روایت کو امام مسلم^۲ نے بھی نقل فرمایا)

(115) حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

إِنَّهُمْ تَمَسَّحُوا وَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالصَّعِيدِ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصَّعِيدَ ثُمَّ مَسَحُوا بِوُجُوهِهِمْ مَسْحَةً وَاحِدَةً ثُمَّ عَادُوا فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصَّعِيدَ مَرَّةً أُخْرَى فَمَسَحُوا بِأَيْدِيهِمْ كُلِّهَا إِلَى الْمَنَاكِبِ وَالْأَبَاطِ مِنْ بَطُونِ أَيْدِيهِمْ ۝

۱۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر 6

۲۔ بخاری کتاب التیمم ج 1 ص 48 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ مسلم۔

ترجمہ: صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی معیت میں نماز فجر کیلئے تیمم کیا انہوں نے اپنی ہتھیلیوں کو مٹی پر مارا اور اپنے چہروں کا مسح کیا۔ دوبارہ پھر اپنے ہاتھوں کو مٹی پر مارا اور اپنے ہاتھوں پر کندھوں اور بغلوں تک مسح کیا۔ ہاتھوں کے اندر کی جانب سے۔ (ابی داؤد^۱)

(116) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ مجھے غسل جنابت کی حاجت ہوگئی (تو میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کرنے کیلئے) مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا۔

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِضْرِبْ
وَضْرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ ثُمَّ ضَرَبَ فَمَسَحَ بِهِمَا إِلَى
الْمِرْفَقَيْنِ۔ (سنن کبریٰ^۲)

تو حضور اکرم رسول اللہ ﷺ نے اُسے فرمایا کہ اس طرح ہاتھ مار (یہ فرما کر) پھر آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ زمین پر مار کر اپنے رخ انور کا مسح فرمایا پھر دوبارہ دونوں ہاتھ زمین پر مار کر اپنے ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح فرمایا۔

تیمم کا طریقہ

تیمم کے بارہ میں مٹی پر ایک مرتبہ ہاتھ مارنے اور دو مرتبہ ہاتھ مارنے کی روایات موجود ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ احادیث کہ جن میں دو ضرب کا ذکر ہے۔ زیادہ معتبر ہیں اور یہی مذہب امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعض اصحاب کا ہے۔ جبکہ حضرت سیدنا علی

۱۔ ابی داؤد کتاب الطہارۃ ج 1 ص 56-57 باب تیمم مطبوعہ لاہور۔

۲۔ سنن کبریٰ للبیہقی ج 1 ص 207 باب کیف تیمم مطبوعہ اشرفیہ ملتان۔

المرتضى، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت حسن بصری، شعبی، سالم بن عبداللہ، سفیان ثوری اور بہت سے دیگر محدثین کا بھی یہی مذہب ہے۔

طریقہ یوں ہے کہ تیمم کی نیت کر کے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر انہیں جھاڑ دے پھر دونوں ہاتھوں کو مونہہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر جھاڑے اور بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت پر رکھے اور کھینچتا ہوا کہنی تک لے جائے اور یونہی کہنی کے اندر کی جانب سے واپس انگوٹھے کی پشت کی جانب لے آئے اور مسح کرے اسی طرح دوسرے ہاتھ پر کہنی سمیت مسح کرے پھر انگلیوں کا خلال کرے اگر انگوٹھی وغیرہ پہنی ہو تو اس کو بھی حرکت دے تاکہ کوئی حصہ مسح سے خالی نہ رہ جائے۔

باب دوم

اوقات نماز

(117) حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور ایک آدمی نے نماز کے اوقات کے بارہ میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دو دن تو ہمارے ساتھ نماز ادا کر (پہلے دن) یوں ہی سورج ڈھلا آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اذان ظہر کہیں۔ پھر اقامت کہنے کا حکم دیا (اور نماز ادا فرمائی) پھر نماز عصر (کی اذان) کا حکم دیا جبکہ سورج ابھی بلند اور خوب چمک رہا تھا اور صاف تھا۔ (نماز ادا فرمائی) پھر نماز مغرب (کی اذان) کا حکم ارشاد فرمایا (کہ ابھی) سورج غروب ہوا ہی تھا۔ پھر جب دوسرا دن ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کرے (یعنی دیر سے اذان دے) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اسے اچھی طرح ٹھنڈا کیا۔ (یعنی ظہر کے آخری وقت اذان دی) پھر آپ ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی جبکہ آفتاب بلند تو تھا مگر پہلے روز سے تاخیر کی (یعنی زرد ہونے سے قبل ادا فرمائی) پھر نماز مغرب ادا فرمائی شفق غروب ہونے سے قبل (یعنی عشاء کا وقت ہونے سے تھوڑی دیر پہلے) اور عشاء کی نماز ادا فرمائی جبکہ رات ایک تہائی گزر چکی تھی پھر فجر کی نماز پڑھی جب خوب روشنی ہو گئی۔ (دوسری روایت میں ہے جبکہ سورج نکلنے کے قریب تھا) پھر فرمایا۔ وقت کا پوچھنے والا کہاں ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ فرمایا تمہاری نماز کا وقت ان ہی اوقات کے درمیان ہے جو تم نے دیکھے۔ (صحیح مسلم)

۱۔ صحیح مسلم کتاب المساجد ج 1 ص 223 باب اوقات الصلوة الخمس مطبوعہ کراچی۔

(118) حضرت عبداللہ بن رافع مولیٰ ام سلمہ (زوجہ نبی کریم ﷺ) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (تعلیم نبوی کے مطابق) اوقات نماز کا پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔

صَلِّ الظُّهْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ وَالْعَصْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ
مِثْلِكَ وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَالْعِشَاءَ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ ثُلُثِ
الَّيْلِ وَصَلِّ الصُّبْحَ بَغَبْشٍ يَعْنِي الْغَلَسَ.

ترجمہ: ظہر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے (جسم کے) برابر ہو اور جب سایہ دوگنا ہو جائے تو نماز عصر کا وقت ہے اور جب سورج غروب ہو جائے تو نماز مغرب اور تہائی رات تک نماز عشاء ہے جبکہ فجر اندھیرے میں پڑھنا۔ (موطائے)
(119) مالک بن ابو عامر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی موسیٰ اشعری کو لکھا کہ نماز ظہر اس وقت پڑھو جب سورج ڈھل جائے۔ عصر ایسے وقت جبکہ سورج سفید ہو اور اس پر زردی نہ آئی ہو۔ نماز مغرب جبکہ سورج غروب ہو جائے اور نماز عشاء سونے تک ہے اور فجر ایسے وقت پڑھنا جب تارے چمکتے ہوں اور ان (دور کعتوں میں) دو طویل سورتیں پڑھنا۔ (موطائے)

اوقات مسنونہ و مستحبہ

بمجد اللہ تعالیٰ کتب احادیث میں اوقات نماز کے بارہ میں بہت سی روایات موجود ہیں صحیح مسلم شریف کی حدیث مبارکہ جو ابھی گزری ہے اس باب میں نہایت جامع ہے یعنی اس دوران جب بھی نماز پڑھی جائے گی درست ہوگی اور وقت مسنونہ میں ہوگی۔ اس سے زیادہ تاخیر مکروہ ناجائز ہوگی۔ اسی طرح قبل

۱۔ موطا امام مالک ص 5 باب وقوت الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کراچی۔

۲۔ موطا امام مالک ص 5 باب وقوت الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کراچی۔

از وقت نماز پڑھنا بھی درست نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذی شان ہے۔

”إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا“

یعنی اس میں شک نہیں کہ نماز ایمان والوں پر مقرر شدہ اوقات میں فرض ہے۔^۱

لیکن ان اوقات میں زیادہ افضل وقت کونسا ہے۔ اب اسی بارہ میں کچھ احادیث مبارکہ نقل کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول و منظور فرمائے۔

نماز ظہر کا مستحسن وقت

اگر سردیوں کے دن ہوں تو نمازِ ظہر کا اول وقت میں پڑھنا زیادہ افضل ہے بلاوجہ دیر نہ کرے لیکن موسم گرما میں اتنی تاخیر کرنا کہ دوپہر کی گرمی میں ذرا کمی آجائے یہ ہی مستحب اور مستحسن ہے اس کی موید یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

(120) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ

نے فرمایا۔ ”إِذَا شَدَّ الْحَرُّ فَابْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ

جَهَنَّمَ“۔ (بخاری و نسائی باب مذکورہ) جب گرمی شدید ہو تو نمازِ ظہر کو ٹھنڈا کر

کے پڑھا کرو کیونکہ گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ (بخاری، نسائی، ترمذی)

(122) حضرت زید بن کعب سے مروی ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے فرمایا کہ (موسم گرما میں) بوقتِ ظہر حضور اکرم نبی محترم ﷺ کے مؤذن نے

اذان دینا چاہی تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

۱۔ سورة النساء، آیت نمبر 103۔

۲۔ بخاری ج 1 ص 77 باب الابراد بالظہر فی شدة الحر مطبوعہ کراچی۔

۳۔ نسائی ج 1 ص 87 باب الابراد بالظہر فی شدة الحر مطبوعہ کراچی۔

۴۔ ترمذی ج 1 ص 137 باب ماجاء فی تاخیر الظہر فی شدة الحر مطبوعہ کراچی۔

أَبْرِدُ، أَبْرِدُ، أَوْ قَالَ انْتِظِرْ، انْتِظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ
جَهَنَّمَ فَإِذَا شَتَّدَ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى رَأَيْنَا فِيءَ التَّلْوْلِ.
(بخاری شریف^۱)

ترجمہ: (موسم کو) ٹھنڈا ہونے دو ٹھنڈا ہونے دو، فرمایا ابھی انتظار کرو، ابھی
انتظار کرو، اور ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کے اثرات میں سے ہے۔ اس
لئے جب گرمی شدت اختیار کر جائے تو (موسم کے ذرا) ٹھنڈا ہونے پر نماز پڑھا
کرو۔ (اس طرح حضور اکرم ﷺ نے روکے رکھا) حتیٰ کہ ہمیں ٹیلوں کے سائے
نظر آنے لگے۔

(123) بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے کہ مؤذن نے اذان کہنا چاہی
تو حضور اکرم ﷺ نے روک دیا اور فرمایا ”أَبْرِدُ“ یعنی ٹھنڈی کرو۔ ذرا ٹھہر کر پھر
اذان کہنے لگا تو فرمایا ”أَبْرِدُ“ ابھی ٹھنڈی کر یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے
سائے دیکھے۔ (بخاری^۲، ابوداؤد^۳، ابن ابی شیبہ^۴، ترمذی^۵)

(124) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا الصَّلَاةَ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ
(صحیح مسلم شریف^۶، بخاری^۷، نسائی^۸، ابوداؤد^۹)

۱ بخاری شریف: باب ابراد الظہر فی شدۃ الحر ج 1 ص 76 مطبوعہ کراچی۔

۲ بخاری ج 1 ص 77۔

۳ ابوداؤد ج 1 ص 69 مطبوعہ لاہور۔

۴ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 357 مطبوعہ ملتان۔

۵ ترمذی ج 1 ص 138 مطبوعہ لاہور۔

۶ طحاوی ج 1 ص 382 مطبوعہ لاہور رقم الحدیث 1029 نے بھی روایت کی ہے

۷ مسلم ج 1 ص 224 مطبوعہ کراچی۔ ۸ بخاری ج 1 ص 77 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۹ نسائی ج 1 ص 87 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ۱۰ ابوداؤد ج 1 ص 70 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

جب گرمی زیادہ ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم کے اثر سے ہے۔

(125) امام ترمذی کے مطابق اس موضوع پر حضرت ابوسعید، حضرت ابوذر، حضرت ابن عمر، حضرت صفوان، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث مبارکہ مروی ہیں۔
(ترمذی^۱)

اسی لئے امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا زیادہ بہتر ہے (واللہ تعالیٰ اعلم)

نماز عصر کا مستحسن وقت

جب کسی چیز کا سایہ دو مثلے ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور غروب آفتاب کے قریب تک باقی رہتا ہے لیکن جب سورج اس قدر نیچے چلا جائے کہ زرد ہو جائے اس وقت نماز مکروہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ وقت عصر کے شروع ہونے پر جلد ہی نماز پڑھ لی جائے۔ بلاوجہ تاخیر نہ کرے۔

(126) حضرت علی بن شیبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز عصر کو مؤخر فرماتے جب تک سورج صاف اور سفید رہتا (یعنی زرد ہونے سے پہلے پہلے ادا فرمالتے)۔

(ابوداؤد^۲)

(127) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو جائے تو نماز ظہر ادا کرو اور جب سایہ دو گنا ہو جائے تو نماز

۱ ترمذی۔

۲ ابوداؤد وقت صلاة العصر ج 1 ص 70 مطبوعہ لاہور۔

عصر ادا کرو۔ (موطأ^۱)

نماز مغرب کا مستحسن وقت

سورج کے غروب ہونے سے لے کر شفق یعنی مغرب کی جانب کی سرخی کے ختم ہونے تک وقت نماز مغرب ہے لیکن اس کا اولین وقت میں پڑھ لینا ہی مسنون ہے۔ بلاوجہ تاخیر کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔

(128) حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ ظہر دوپہر (یعنی دن ڈھلے) پڑھتے، نماز عصر اس وقت پڑھتے جبکہ سورج ابھی خوب روشن ہوتا اور نماز مغرب واجب ہوتے ہی (یعنی سورج کے غروب ہوتے ہی) پڑھ لیتے، عشاء کبھی کسی وقت کبھی کسی وقت (یعنی جب ملاحظہ فرماتے کہ لوگ جلدی آگئے ہیں تو جلدی ادا فرما لیتے اگر نمازی دیر سے آتے تو مؤخر فرما دیتے) اور صبح کی نماز لوگ یا نبی کریم ﷺ ذرا اندھیرے میں ادا فرماتے۔ (بخاری^۱)

(129) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سورج کے غروب ہوتے ہی حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز مغرب پڑھ لیا کرتے تھے۔ (بخاری^۲)

نماز عشاء کا مستحسن وقت

نماز مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی نماز عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور ایک تہائی رات تک مستحب وقت ہے۔ بلاوجہ اس سے زیادہ دیر نہ کرے۔ ”عِنْدَ الْبَعْضِ“ آدھی رات تک دیر کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

۱۔ موطأ امام مالک، باب وقوت الصلوة ص 5 مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی۔

۲۔ بخاری، مواقیت الصلوة ج 1 ص 79 مطبوعہ کراچی۔

(130) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے فرمایا۔

لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَيَّ أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ.

اگر میں اپنی امت پر بوجھ محسوس نہ کرتا تو ان کو حکم دیتا کہ نماز عشاء ایک تہائی رات یا آدھی رات گزرنے پر پڑھا کریں۔ (ترمذی^۱)

نماز فجر کا مستحسن وقت

نماز فجر کا وقت اختتام سحری یعنی صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ اصطلاح شرع میں اگر اس وقت کے دو برابر حصے کئے جائیں تو پہلا حصہ ”غلس“ اور دوسرا ”اسفار“ کہلاتا ہے۔ حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے غلس اور اسفار دونوں میں نماز ادا فرمائی۔ البتہ اسفار میں نماز پڑھنے کو زیادہ پسند فرمایا۔ سوائے مزدلفہ کے کہ حاجی لوگ وہاں مونہہ اندھیرے نماز فجر ادا کریں۔

(131) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا۔ ”أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْجَائِرِ“ (یعنی) نماز فجر اسفار میں پڑھا کرو کیونکہ اس میں زیادہ ثواب ہے۔

(ابن ابی شیبہ^۲، سنن ترمذی^۳)

(132) اس حدیث پاک کو نقل کر کے امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس باب میں حضرت ابی ہریرہ، حضرت جابر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ

۱۔ ترمذی، تاخیر صلوة العشاء ج 1 ص 139 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 354 مطبوعہ ملتان۔

۳۔ سنن ترمذی، ابواب الصلوة ج 1 ص 137 مطبوعہ لاہور۔

عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں نیز سفیان ثوری اور شعبی نے یہ حدیث محمد بن اسحاق سے محمد بن عجلان نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کیا نیز فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔ (اسی لئے) بکثرت صحابہ کرام، تابعین صبح کی سفیدی خوب پھلنے پر نماز فجر پڑھنے کے قائل تھے۔ (ترمذی^۱) اور یہی مذہب ہے امام اعظم علیہ الرحمہ کا کہ ”اسفار“ میں نماز فجر زیادہ افضل ہے۔

(133) مذکورہ حدیث پاک امام ترمذی کے علاوہ ابو داؤد^۲، نسائی^۳، ابن ماجہ^۴، بیہقی^۵، ابو داؤد^۶، طیالسی اور طبرانی نے تھوڑے فرق کے ساتھ نقل فرمائی۔

(134) حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز غیر وقت میں پڑھی ہو سوائے مزدلفہ کے کہ وہاں حضور اکرم ﷺ نے نماز مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا اور صبح کی نماز (معمول کے) وقت سے پہلے ادا فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

خیال رہے کہ مزدلفہ میں کوئی نماز وقت سے پہلے نہیں پڑھی جاتی بلکہ نماز مغرب تاخیر سے عشاء اوّل وقت میں پڑھی جاتی ہے جبکہ نماز فجر طلوع فجر ہونے کے بعد ہی پڑھی جاتی ہے اور اس پر ساری امت کا اتفاق ہے۔ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ رسول اللہ ﷺ عموماً نماز فجر طلوع فجر کے بعد دیر سے یعنی اسفار میں پڑھا کرتے تھے لیکن مزدلفہ میں طلوع فجر کے بعد جلد ادا فرمائی۔

۱ ترمذی: باب ماجاء فی الاسفار بالفجر ج 1 ص 137-136 مطبوعہ لاہور۔

۲ ابو داؤد ج 1 ص 72 مطبوعہ لاہور۔

۳ نسائی ج 1 ص 94 مطبوعہ کراچی۔

۴ ابن ماجہ ج 1 ص 49 مطبوعہ کراچی۔

۵ سنن کبریٰ للبیہقی ص 78-377 مطبوعہ ملتان۔

۶ ابو داؤد طیالسی عربی اردو ج 1 ص 96 مطبوعہ ادارة القرآن کراچی۔

(135) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ!

يَا بَلَالُ نُورٌ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى يَبْصُرَ الْقَوْمَ مَوَاقِعَ نَبْلِهِمْ مِنْ

الْأَسْفَارِ.

ترجمہ: اے بلال نماز صبح ایسی روشنی میں ادا کیا کرو کہ لوگ اپنے پھینکے ہوئے تیر کی جگہ دیکھ لیا کریں۔ اسفار (اجالے) کی وجہ سے۔

(رواہ ابوداؤد^۱، ابن ابی شیبہ^۲، طبرانی^۳)

(136) نیز اس موضوع پر مزید روایات بخاری^۴، مسلم^۵، ابوداؤد^۶، نسائی^۷ اور

ابن ماجہ^۸ میں تھوڑے فرق سے حضرت یسار بن سلامہ سے مروی ہیں جبکہ دیلمی^۹

میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی^{۱۰} اور بزار^{۱۱} میں حضرت ابو ہریرہ

سے طحاوی^{۱۲} میں حضرت عبدالرحمن بن یزید سے، سنن الکبریٰ^{۱۳}، بیہقی^{۱۴} میں

۱۔ رواہ ابوداؤد طیالسی ج 1 ص 96 مطبوعہ ادار القرآن وعلوم اسلامیہ کراچی۔

۲۔ ابن ابی شیبہ۔

۳۔ طبرانی۔

۴۔ بخاری۔

۵۔ مسلم۔

۶۔ ابوداؤد۔

۷۔ نسائی۔

۸۔ ابن ماجہ۔

۹۔ دیلمی۔

۱۰۔ بزار۔

۱۱۔ طحاوی۔

۱۲۔ سنن الکبریٰ۔

۱۳۔ بیہقی۔

۱۴۔ بیہقی۔

حضرت ابو عثمان نہدی اور حضرت انس بن مالک سے روایات مذکور ہیں۔
(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے مذکورہ کتب)

اوقاتِ مکروہہ

فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ درج ذیل اوقات میں نماز کا پڑھنا مکروہہ تحریمی ہے یعنی ایسی پڑھی گئی نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا۔ مزید وضاحت ساتھ ساتھ ہوگی۔

- (1) طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک سنت فجر کے علاوہ کوئی بھی نفل پڑھنا مکروہہ ہیں البتہ اس دوران فوت شدہ نماز کے فرض کی قضا پڑھ سکتے ہیں۔ یہی حکم نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد کا ہے یعنی نماز عصر کے فرض پڑھنے سے قبل نوافل پڑھے جاسکتے ہیں۔ فرض ادا کرنے کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک نہیں البتہ قضا شدہ نماز کے فرض پڑھ لے لیکن لوگوں کے سامنے قضا شدہ نماز ادا کرنے سے گریز کرے کیونکہ اپنے گناہ پر لوگوں کو مطلع کرنا بجائے خود گناہ ہے۔
- (2) اسی طرح جب سورج غروب ہو رہا ہو یا طلوع ہو رہا ہو تو جس وقت تک اُس پر نظر ٹھہر سکے نماز ادا نہ کرے اور یہ وقت طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کا تقریباً بیس منٹ صبح اور بیس منٹ شام ہے۔ اس دوران فرض نماز کی قضا بھی جائز نہیں۔

(3) عین نصف النہار کے وقت بھی نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

نوٹ:- یہ وہ اوقات ہیں کہ مشرکین، ستارہ پرست سورج کو سجدہ کرتے تھے۔ سورج طلوع ہو رہا ہوتا تو اس کو دیکھتے اور سجدہ کرتے اور کہتے کہ ہمارا دیوتا آ گیا ہے۔ جب دوپہر یعنی نصف النہار ہوتا تو پھر سجدہ کرتے اور کہتے کہ ہمارا دیوتا

پورے جو بن پر ہے اور جب غروب ہوتے وقت زرد ہو جاتا کہ نظر ٹھہر سکے پھر سورج کو دیکھتے اور سجدہ کرتے اور کہتے کہ زیارت کر لو دیوتا جا رہا ہے۔ اہل ایمان کو ان تینوں اوقات میں کوئی بھی سجدہ، فرض، سنت، واجب، نفل ادا کرنے سے منع فرما دیا گیا تا کہ مشرکین سے مشابہت نہ ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اب اس موضوع پر چند ایک احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(137) حضرت عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسی بات ارشاد فرمائیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو ارشاد فرمائی ہو۔ جس کی مجھے خبر نہیں۔ خصوصاً نماز کے بارہ میں ارشاد فرمائیے تو حضور اکرم نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتَّى تَرْفَعَ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلَّى فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى تَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرِّيحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ حِينَئِذٍ تُسَجَّرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: صبح کی نماز پڑھ کر کوئی اور نماز پڑھنے سے رُکے رہو یہاں تک کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو جائے۔ گویا سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کفار (سورج پرست) اسے سجدہ کرتے ہیں۔ جب سورج کچھ

۱۔ صحیح مسلم باب الاوقات التي نهي عن الصلوة فيها۔

بلند ہو جائے تو پھر نماز پڑھو اس لئے کہ یہ نماز بارگاہ رب العزت میں (قبولیت کیلئے) پیش کی جاتی ہے۔ (یہ سارا نماز کا وقت ہے) یہاں تک کہ نیزہ بے سایہ ہو جائے۔ (یعنی وقت نصف النہار) تو پھر نماز نہ پڑھ، کہ یہ وقت جہنم کو بھڑکانے کا ہے (کہ سورج کی پرستش پر غضب خداوندی کا وقت ہے) اور جب سایہ بڑھنا شروع ہو جائے (یعنی سورج ڈھل جائے) تو پھر نماز پڑھ اور اس وقت نماز بھی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی جاتی ہے اور جب عصر پڑھ چکو تو دوسری نماز سے رک جاؤ چونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اس وقت بھی (سورج پرست) کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔

نوٹ:- اس قسم کی احادیث مبارکہ پڑھ کر بعض احباب پریشان ہو جاتے ہیں کہ حقیقتاً تو سورج غروب ہوتا ہی نہیں یعنی ایک طرف معلوم ہوتا ہے کہ غروب ہو رہا ہے حالانکہ عین اسی لمحے دوسری طرف طلوع ہو رہا ہوتا ہے۔ تو یہ شیطان کے سینگوں والا معاملہ کیا ہے؟ یاد رہے کہ عند بعض طلوع وغروب آفتاب کے وقت اس بستی کا سب سے بڑا شیطان اس بستی کے مشرق یا مغرب کی جانب یوں کھڑا ہو جاتا ہے کہ گویا سورج اس کے سینگوں کے درمیان سے نکل رہا ہے یا غروب ہو رہا ہے۔ اس وقت کفار جب سورج کو سجدہ کرتے ہیں تو وہ شیطان خوش ہو جاتا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ اس کی عبادت ہو رہی ہے اور ایسا ہر بستی میں ہوتا ہے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقته)

(138) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

لَا صَلَوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَوةَ بَعْدَ

الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيْبَ الشَّمْسُ. (صحیح بخاری^۱)

ترجمہ: نماز صبح کے بعد آفتاب کے بلند ہونے تک کوئی نماز نہیں ہے اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نماز (نفل) جائز نہیں۔

شبہ اور اُس کا ازالہ

بعض احادیث مبارکہ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ خود نمازِ عصر کے بعد دو رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے جبکہ متعدد احادیث مبارکہ میں اس کی ممانعت ہے۔ ان ساری روایات کی بہترین شرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ ارشاد گرامی جو ان کے آزاد کردہ غلام ذکوان کے حوالہ سے سنن ابوداؤد میں مذکور ہے۔

(139) حضور رحمتِ عالم ﷺ خود تو عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے لیکن دوسروں کو منع فرماتے اور خود تو صوم وصال (پے در پے کچھ کھائے پیئے بغیر کئی دن کا روزہ) رکھتے لیکن دوسروں کو منع فرماتے۔ (ابی داؤد) اس لئے عصر کے بعد کی دو رکعتیں پڑھنے کو رسول اللہ (ﷺ) کے خصائص میں شمار کرنا چاہیے۔

(سنن ابوداؤد^۲)

(واللہ تعالیٰ اعلم)

۱ صحیح بخاری ج 1 ص 82 باب لا تحری الصلوۃ قبل غروب الشمس مطبوعہ کراچی۔

۲ سنن ابوداؤد ج 1 ص 199 باب من رخص فیہما اذا کانت الشمس مرتفعۃ مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

باب سوم

اذان

اذان کا کہنا بہت ہی فضیلت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ أَحْسَنَ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر کسی کی بات احسن و اعلیٰ ہو سکتی ہے کہ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور خود بھی نیکی کرے اور تسلیم کرے کہ میں مسلمان ہوں۔^۱ بہت سی احادیث مبارکہ میں اذان کی فضیلت ذکر فرمائی گئی ہے چند ایک ملاحظہ فرما کر ایمان کو تازگی بخشیں۔

(140) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جن و انس اور ہر وہ شے جو مؤذن کی اذان کی آواز سنتے ہیں قیامت کے دن مؤذن کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ (بخاری شریف^۲)

(141) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سات سال تک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اذان دی اُس کے لئے جہنم سے آزادی تحریر فرمادی جاتی ہے۔ (ترمذی^۳، ابن ماجہ^۴)

۱۔ سورۃ حتم سجدہ، آیت 33۔

۲۔ بخاری شریف ج 1 ص 86 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ ترمذی ج 1 ص 150 باب ماجاء فی فضل الاذان مطبوعہ لاہور۔

۴۔ ابن ماجہ ص 83 باب فضل الاذان وثواب المؤذنین مطبوعہ لاہور۔

اذان کی مشروعیت

اذان ۲ھ میں شروع ہوئی۔ کتب سیرہ کے مطابق ایک دن حضور اکرم ﷺ نے جماعت صحابہ سے نماز کے لئے جمع ہونے کے بارہ میں مشورہ فرمایا تو صحابہ نے اس زمانہ کے مروجہ طریقے عرض کئے۔ مثلاً عرض کیا گیا کہ آگ جلا کر اونچی کر دی جائے تاکہ وقت نماز کا پتہ چلے مگر آتش پرستوں کی مشابہت کی وجہ سے یہ مشورہ رد کر دیا گیا پھر ناقوس اور سنکھ بجانے کا مشورہ پیش کیا گیا مگر یہود و نصاریٰ کی مشابہت کی وجہ سے اسے بھی پذیرائی نہ ملی۔ البتہ اس طرف بعض صحابہ کا دھیان ضرور گیا کہ اگر لوگوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کے لئے سنکھ (ایک مخصوص باجہ) بجالیا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ پھر ایک رات عبداللہ بن زید اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو خواب میں اذان کا طریقہ سکھلا دیا گیا۔ کتب احادیث میں ہے کہ!

(142) حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے ناقوس کا حکم ارشاد فرمایا تاکہ لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا جائے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی اپنے ہاتھ میں ناقوس پکڑے ہوئے ہے میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم ناقوس بچو گے؟ تو اس نے کہا کہ تو اس کو لے کر کیا کرے گا۔ میں نے کہا کہ ہم نماز کے لئے لوگوں کو بلائیں گے تو اس نے کہا کہ میں تجھے ایسی بات نہ بتاؤں جو اس سے بہتر ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں (یعنی ضرور بتائیے) تو اس نے کہا کہ کہہ اللہ اکبر..... اللہ اکبر..... آخر اذان تک..... اور اسی طرح اقامت ہے اور صبح ہوئی تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور جو میں نے خواب دیکھا تھا عرض کر دیا اس پر آپ ﷺ نے

فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ تم نے حق دیکھا ہے۔ پھر فرمایا تم بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اس لئے کہ بلال رضی اللہ عنہ کی آواز تم سے بلند ہے۔ تم اس کو بتاتے جاؤ یہ کہتا جائے گا۔ چنانچہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا اور ان کو بتانے لگا وہ اذان دیتے (جا رہے) تھے جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس آواز کو سنا تو اپنے گھر سے (اس قدر تیزی سے) نکلے کہ ان کی چادر زمین پر گھسٹی جا رہی تھی اور وہ کہہ رہے تھے یا رسول اللہ ﷺ مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے میں نے بھی اسی کی مثل ایسا ایسا خواب دیکھا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے (اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے) الحمد للہ فرمایا۔

اس حدیث مبارکہ کو امام ابی داؤد نے اپنی سنن میں بیان فرمایا نیز دارمی اور ابن ماجہ نے اس کو نقل فرمایا۔ مگر ”اقامت“ کا ذکر نہ کیا۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن و صحیح ہے۔ انہوں نے ناقوس کا ذکر نہ فرمایا۔ (ملاحظہ ہو ۱، ۲، ۳، ۴) (143) امام ابو داؤد نے جو کلمات اذان حضرت زید بن عبد اللہ سے نقل فرمائے وہ درج ذیل ہیں۔

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ	اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ	أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ	حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ

۱۔ ابو داؤد ص 83 باب کیف الاذان مطبوعہ ریاض۔

۲۔ سنن دارمی ج 1 ص 287 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ ترمذی ج 1 ص 146 باب ماجاء فی بدء الاذان مطبوعہ لاہور۔

۴۔ ابن ماجہ ص 135 باب بدء الاذان مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض سعودیہ۔

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(ابوداؤد^۱)

(144) فجر کی اذان میں اضافہ:

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ

پھر اگر صبح کی نماز کا وقت ہو تو کہو

الْصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ

نماز نیند سے بہتر ہے۔

الْصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ

نماز نیند سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد^۲)

خیال رہے کہ یہ طویل حدیث پاک کا ایک حصہ ہے۔ اس میں حضور

اکرم ﷺ نے حضرت ابو محذورہ کو پوری اذان سکھلائی اور اذان صبح میں حَيَّ

عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کا حکم دیا۔

(145) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اذان فجر میں حَيَّ عَلَى

الْفَلَاحِ کے ساتھ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہنا سنت ہے۔

اذان کا جواب دینا

جب اذان ہو رہی ہو تو نہایت خاموشی اور وقار کے ساتھ اذان سنے اور

مؤذن کے کلمات کو اسی طرح دہراتا ہوا جواب دیتا جائے۔ سوائے حَيَّ عَلَى

۱۔ ابوداؤد ج 1 ص 83 مطبوعہ لاہور۔

۲۔ ابوداؤد ج 1 ص 84 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۳۔ رواہ البیہقی ص 423 وقال اسنادہ صحیح باب التثویب فی اذان الصبح

مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے ان کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ پڑھے۔ اگر بہت سی مساجد میں اذان ہو رہی ہو جس طرح کہ آج کل ہو رہا ہے تو سب سے پہلے شروع ہونے والی اذان یا پھر قریب والی مسجد کی اذان سننا اور جواب دینا کافی ہے۔ اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے لئے وسیلہ کی دعا مانگے اور یہ بات دخولِ جنت کا باعث ہے۔ ملاحظہ فرمائیں احادیث مبارکہ!

(146) حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب مؤذن اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ کہے تو تم میں سے ہر ایک اللہ اکبر اللہ اکبر کہے۔ پھر جب مؤذن کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ تو کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر جب مؤذن کہے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ تو (جواباً) کہے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ پھر جب مؤذن کہے حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ تو جواباً کہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ پھر جب مؤذن کہے اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ تو کہے اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ پھر جب مؤذن کہے لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ تو کہے لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (یاد رکھو جس نے) صدق دل سے یہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم شریف ۱)

(147) حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ!

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ اِنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُكَ وَابْعَثْهُ مَقَامَ مُحَمَّدَانَ الَّذِي وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو اذان سن کر یہ دعا کرے کہ“ اے اللہ

۱ صحیح مسلم شریف ص 167 مطبوعہ کراچی۔

تعالیٰ اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب (حضرت) محمد مصطفیٰ ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر مبعوث فرما کہ جس کا تو نے وعدہ فرمایا ہے۔ اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (بخاری شریف، مشکوٰۃ ص ۶۷)

(148) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ۔ (صحیح مسلم ص ۷۷)

ترجمہ: جب تم مؤذن کی اذان سنو تو تم بھی اسی طرح کہتے جاؤ جس طرح مؤذن کہتا ہے۔ پھر (جب اذان ہو چکے) تو مجھ پر درود شریف بھیجو اس لئے کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو بے شک وسیلہ جنت میں (نہایت ہی اعلیٰ) درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے کو دیا جائے گا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ (صاحب وسیلہ) میں ہی ہوں گا اور جو کوئی میرے لئے وسیلہ مانگے گا میری شفاعت اس کے لئے حلال ہوگی۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو صاحب ایمان اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے لئے وسیلہ طلب کرے گا۔ اس پر نبی کریم ﷺ کی شفاعت واجب

۱۔ بخاری شریف ج 1 ص 86 باب الدعاء عند النداء مطبوعہ کراچی۔

۲۔ مشکوٰۃ ص 65 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 166 مطبوعہ کراچی۔

ہو جائے گی۔ اور حلال ہو جائے گی اور یہ زبان مصطفیٰ ﷺ سے ارشاد ہوا ہے۔
 ذرا سوچئے جو ایسا کرے گا اس کے لئے تو شفاعت حلال ہوگی۔ لیکن جو اس کا
 انکار کرے گا اس کے لئے شفاعت اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔
 یاد رکھئے! نہ تو درود شریف کو اذان کا حصہ بنایا جائے گا کیونکہ کلمات اذان
 مقرر شدہ ہیں ان میں کمی بیشی حرام و بدعت ہے اور نہ ہی درود شریف پڑھنے سے
 روکا جائے گا کہ شفاعت سے محرومی کی دلیل ہے۔ اس کے لئے درمیانی راہ اختیار
 کریں گے یعنی درود شریف کو اذان سے علیحدہ کر کے پڑھیں گے۔ اس جگہ اس
 موضوع پر زیادہ بحث نہیں کی جائے گی۔ اگر آپ چاہیں تو مولف کتاب ہذا کی
 تالیف ”امت وسطیٰ“ کا مطالعہ فرمائیں۔ مسلکی جھگڑوں کے بارہ میں نہایت ہی
 مفید کتاب ہے۔

اقامت کا بیان

اقامت کے کلمات مسنونہ سترہ ہیں یعنی اذان کے کلمات کے علاوہ حَیَّ
 عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دو مرتبہ ہیں۔
 (149) حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کی طرح رسول اللہ ﷺ کے مؤذن تھے) فرماتے ہیں کہ اذان اور اقامت کا طریقہ
 خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھلایا اور فرمایا کہ اقامت کے کلمات سترہ ہیں یعنی:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ	اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ	أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ	حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ

حَيَّيْ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّيْ عَلَى الْفَلَاحِ
 قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ
 اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 (سنن ابی داؤد^۱)

(150) امام ترمذی نے بھی مذکورہ بالا حدیث پاک کو نقل کر کے فرمایا ہذا حدیث حسن صحیح۔ نیز حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی اذان اور اقامت دو دو مرتبہ تھی (یعنی کلمات اذان و اقامت دو دو مرتبہ ادا کرتے تھے)۔ (ترمذی^۲)

(151) بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ کلمات اذان بھی دو دو مرتبہ کہے جائیں اور کلمات اقامت بھی دو دو مرتبہ ہی کہے جائیں۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آدمی کے قریب سے گزرے جو کلمات تکبیر ایک ایک بار کہہ رہا تھا تو آپ نے (غصہ میں) فرمایا۔ ”مَشْنِي مَشْنِي لَا أُمَّ لَكَ“ تیری ماں نہ رہے دو دو بار پڑھ۔ (رواہ بیہقی^۳)

فائدہ: معلوم ہوا کہ کلمات اذان کی طرح کلمات اقامت بھی دو دو مرتبہ ہیں۔ ایک ایک کلمہ سے اقامت کہنا درست نہیں ہے اسی لئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک ایک مرتبہ کلمات اقامت کہنے والے کو ڈانٹا۔ ذرا سوچئے کہ احادیث مبارکہ کو ہم زیادہ سمجھتے ہیں یا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(152) بعض حضرات حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کو

۱ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 84 مطبوعہ لاہور۔

۲ ترمذی ابواب الصلوٰۃ ج 1 ص 146-147 مطبوعہ لاہور۔

۳ رواہ بیہقی ص 17-416 مطبوعہ ملتان۔

دلیل بناتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دوہرے اور کلمات اقامت اکہرے کہا کریں۔ (رواہ بخاری^۱، مسلم^۲)

واضح ہو کہ حنفیہ کے نزدیک یہ حکم پہلا ہے لیکن جب یہ حکم منسوخ ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دو مرتبہ کلمات اقامت کہتے تھے۔ جیسا کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مستقل عمل دوہری اقامت کے کہنے کا رہا کہ جس پر روایات متواترہ دلالت کرتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ (رسول اللہ ﷺ کی جانب سے) حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہی حکم تھا۔
(طحاوی^۳)

(153) حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (کلمات) اذان بھی دو دو بار کہتے تھے اور اقامت بھی دو دو بار ان دونوں کو تکبیر سے شروع کرتے اور تکبیر پر ختم کرتے۔ (دارقطنی^۴)

(154) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے (کلمات) اذان اور اقامت دو دو بار کہا کرتے تھے۔ (دارقطنی^۵)

(155) سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ میں حضرت معاذ بن جبل سے ایک طویل حدیث مبارکہ مروی ہے جس میں نماز اور روزے کی مختلف زمانوں میں مختلف حالتوں کا ذکر ہے (یعنی پہلے اس طرح تھا پھر منسوخ ہو کر ایسے ہوا) اس میں بھی

۱۔ رواہ بخاری ج 1 ص 85 کتاب الاذان۔

۲۔ مسلم کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 164 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ طحاوی الاقامہ کیف ہی؟ ج 1 ص 277 عربی اردو، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۴۔ دارقطنی ج 1 ص 332 مطبوعہ نثر السنۃ ملتان۔

۵۔ دارقطنی ج 1 ص 332 مطبوعہ نثر السنۃ ملتان۔

اذان و اقامت کا ذکر ہے اُس کے مطابق اذان کے پندرہ کلمات ہیں جبکہ اقامت سترہ یعنی اذان کے کلمات کے علاوہ ”قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ“ دو مرتبہ اضافہ۔ (ابی داؤد^۱)

الحمد للہ معلوم ہوا کہ حنفیہ کی اذان و اقامت عین تعلیم نبوی ﷺ اور عمل صحابہ کے مطابق ہے اور یہ بھی کہ غیر مقلدین کے امام و علامہ شوکانی بھی نیل الاوطار جلد نمبر 2 باب صفة الاذان میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکہری اقامت والی روایت کو منسوخ مانتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ دوہری اقامت والی حدیث پر عمل کرنا لازم ہے۔ (شوکانی^۲)

۱ ملاحظہ ہو ابی داؤد کتاب الصلوة ج 1 ص 86 مطبوعہ لاہور۔

۲ ملخصاً شوکانی نیل الاوطار جلد نمبر 2 ص 48 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی

بیروت لبنان 1422ھ۔

طریقہ نمازِ مسنونہ

پاک و صاف جگہ پر پاکیزہ لباس پہن کر با وضو قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو اور نماز کی نیت کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کرے کہ انگوٹھے کانوں کی لو سے چھو جائیں۔ انگلیاں نہ تو دبا کر بند کرے اور نہ ہی تکلفاً کشادہ بلکہ اپنی اصلی حالت پر رہنے دے۔ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں پھر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ ناف پر یا اس کے نیچے یوں باندھ لے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کلائی کے سرے پر ہو۔ انگوٹھا اور چھنگلیا کلائی کے اگل بغل جبکہ درمیانی انگلیاں کلائی پر ہوں پھر ثنا یعنی ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ“ (آخر تک) پڑھے اگر باجماعت نماز پڑھتا ہو تو ثنا پڑھ کر خاموش ہو جائے اور امام کی قرأت سنے اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو ثنا کے بعد ”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم“ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھ کر سورۃ فاتحہ پڑھے پھر قرآن کریم کی کوئی سورۃ مبارکہ یا تین آیات مبارکہ یا ایک بڑی آیت مبارکہ جو تین چھوٹی آیات کریمہ کے برابر ہو پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور گھٹنوں کو پکڑے، سر اور پیٹھ برابر ہو رکوع میں کم از کم تین مرتبہ ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ کہے اگر امام ہو تو صرف ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہے اور مقتدی ”رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ“ کہے جبکہ تنہا پڑھنے والا دونوں جملے کہتا ہوا کھڑا ہو جائے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں اس طرح جائے کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ اور پھر ان ہاتھوں کے درمیان سر یعنی پہلے ناک پھر پیشانی زمین پر لگائے۔ بازوؤں کو کروٹوں، پیٹ کو رانوں اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے سجدہ میں دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھے زمین سے اٹھائے نہیں۔ ہاتھوں کی انگلیاں

بھی قبلہ رخ سیدھی ہوں سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ کہے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا پہلے سر پھر ہاتھ اٹھائے اور دائیں قدم کو یوں کھڑا کرے کہ انگلیاں قبلہ رو رہیں اور بائیں قدم بچھا کر اس پر سیدھا ہو کر بیٹھ جائے، دونوں ہاتھ رانوں پر گھٹنوں کے برابر اس طرح رکھے کہ انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھے اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے۔ اب صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قرأت شروع کر دے پھر حسب سابق رکوع سجود کے بعد مذکورہ طریقہ پر بیٹھ جائے اور التحیات، عبدہ ورسولہ تک پڑھے۔ اس میں اپنی جانب سے کوئی کمی بیشی نہ کرے۔ تشهد پڑھتے ہوئے جب کلمہ لا الہ کے قریب پہنچے تو دائیں ہاتھ کی درمیانی لمبی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنائے اس کے ساتھ والی انگلی اور چھنگلیاں کو ہتھیلی سے ملا کر انگشت شہادت کھڑی کرے اور جب کلمہ الا اللہ پر پہنچے تو انگشت شہادت کو گزا کر سب انگلیاں رو قبلہ سیدھی کرے اگر دو سے زیادہ رکعتیں ادا کرنا ہوں تو کھڑا ہو جائے اور حسب سابق نماز ادا کرے لیکن فرضوں کی آخری دونوں رکعتوں میں فاتحہ شریف کے بعد کوئی سورۃ ملائکہ ضروری نہیں البتہ سنن و نوافل میں ضرور ملائے۔ آخری قعدہ میں کہ جس کے بعد نماز ختم کرے گا التحیات شریف کے بعد درود شریف ابراہیمی پڑھے اور کوئی مسنونہ دعا پڑھے۔ ازاں بعد دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیر دے۔ نماز وتر میں تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہو کر رکوع سے قبل اللہ اکبر کہتا ہوا کانوں تک ہاتھ اٹھائے پھر ہاتھ باندھ کر کوئی مسنونہ دعائے قنوت پڑھے۔

عورت کے لئے نماز میں چند چیزیں مرد سے جدا ہیں مثلاً عورت تکبیر تحریمہ میں صرف کندھوں تک ہاتھ اٹھائے گی اور ہاتھوں کو دوپٹے وغیرہ سے باہر نہیں نکالے گی قیام میں ہاتھ سینے پر یوں باندھے گی کہ ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے گی

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ یوں رکھے گی کہ انگوٹھا ایک طرف اور باقی انگلیاں دوسری طرف رکوع و سجود سمٹ کر کرے گی یعنی سجدہ میں مرد کے برعکس پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے ملائے گی۔ التحیات میں بیٹھتے وقت دونوں پاؤں کو ایک طرف نکال کر سرین پر بیٹھے گی۔ کپڑے کو پاؤں کی پشت تک لٹکائے گی۔ ہاتھوں، چہرے اور پاؤں کے سوا باقی سارے جسم کو بمعہ کان اور سر کے بالوں کے کسی ایسے کپڑے سے چھپائے گی کہ بالوں کی سیاہی تک نظر نہ آئے۔

یاد رہے! نماز میں بعض چیزیں شرط ہیں مثلاً نمازی کا جسم، کپڑوں اور جائے نماز کا پاک ہونا۔ مرد کے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں اور عورت کے لئے سوائے ہاتھ، پاؤں اور چہرے کے تمام جسم کا ڈھکا ہوا ہونا، قبلہ کی طرف رخ کا ہونا۔ نماز کے وقت کا ہونا۔ نیت کا ہونا یہ سب نماز کے لئے شرائط ہیں۔ بلا عذر شرعی ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

اسی طرح نماز کے فرائض میں سے کوئی رہ جائے تو نماز نہیں ہوتی مگر یہ

کہ عذر شرعی ہو۔

فرائض یہ ہیں:

- (۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام کرنا، خیال رہے کہ فرض نماز، وتر، عیدین اور سنت فجر میں قیام فرض ہے، باقی سنتوں میں سنت اور نوافل میں نفل ہے۔
- (۳) نماز میں قرآن کریم کا پڑھنا (۴) رکوع کرنا (۵) سجدہ کرنا (۶) قعدہ اخیر (۷) سلام پھیر کر نماز سے باہر آنا۔

واجبات نماز:

فرض کی پہلی دو اور باقی نمازوں کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا۔

فرض کی پہلی دو رکعتوں اور باقی نمازوں کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ کم از کم تین آیات مبارکہ یا ایک بڑی آیت مبارکہ کا پڑھنا۔ رکوع کے بعد سیدھے کھڑا ہونا، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا، پہلے قعدہ میں صرف التحیات پڑھنا۔ دونوں قعدوں میں التحیات کا پورا پڑھنا۔ قرأت امام کے وقت مقتدی کا خاموش رہنا۔ دوسرے واجبات میں امام کی پیروی کرنا، ترتیب نماز کا قائم رکھنا۔ نماز میں مکمل اطمینان کا ہونا۔ فجر، مغرب، عشاء، عیدین، جمعہ، تراویح اور رمضان میں وتروں میں بلند آواز سے قرأت کرنا۔ ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھنا۔ عیدین میں چھ تکبیرات کا زائد کہنا واجبات نماز ہیں۔

اب اس مسنون طریقہ کے بارہ میں احادیث نبویہ سے دلائل اور مزید کلمات پیش خدمت ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

طہارت

نمازی کا بدن کپڑے اور جائے نماز کا پاک ہونا۔ اس موضوع پر قبل ازیں تفصیل سے گزر چکا ہے (یعنی پہلا باب کتاب الطہارہ) وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ستر عورت

مرد کے لئے ناف سے گھٹنوں تک عورت کے لئے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کے علاوہ پورے جسم ڈھانپنا ضروری ہے۔ اس پر کسی کا اختلاف نہیں البتہ سر ڈھانپنے کے بارہ میں عموماً بد احتیاطی برتی جاتی ہے۔ اس لئے اس جگہ صرف اس موضوع پر گفتگو کی جاتی ہے۔

نوٹ:- خیال رہے کہ مرد کے لئے سر ڈھانپنا فرض نہیں بلکہ سنت ہے البتہ عورت کے لئے شرط ہے۔

سر ڈھانپنا

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ:

يَبْنِي آدَمَ خُدُوًا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. (الاعراف^۱)

ترجمہ: اے اولاد آدم اپنی زینت کو جب مسجد میں جاؤ۔

اس جگہ زینت سے مراد پورا لباس ہے جس طرح جمہور مفسرین کرام نے بڑی وضاحت سے تحریر فرمایا اور امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ میں باب ہی یہ باندھا کہ ”بَابُ وُجُوْبِ الصَّلَاةِ فِي الشَّيْبِ الْبَرُّوْلِ عَزَّوَجَلَّ خُدُوًا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ“ (بخاری^۲) یعنی ”باب کپڑے پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے اولاد آدم مسجد میں آؤ تو زینت کیا کرو“۔

نہایت افسوس سے تحریر کر رہا ہوں کہ آج کل ننگے سر نماز پڑھنا ایکیشن سا بنتا جا رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی تقلید میں اندھا دھند یہ عمل کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اگر تحقیق کی جائے تو حضرات اہل سنت اور غیر مقلدین حضرات میں کوئی بھی اہم شخصیت ایسی نہیں کہ جس نے ننگے سر نماز پڑھنے کو اچھا عمل قرار دیا ہو۔ ہاں البتہ اگر ننگے سر نماز پڑھنا کسی مجبوری کی وجہ سے ہو یا حالت احرام میں ہو یا کبھی بیان جواز کے لئے ہو تو حرج نہیں۔ بہر حال اسے عادت بنا لینا اور کپڑا ہوتے ہوئے سر نہ ڈھانپنا یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت متواترہ کے سخت خلاف ہے۔ کیونکہ اہل عرب کے لباس میں عمامہ قدیم زمانہ سے شامل ہے۔ (خطہ عرب

۱۔ سورۃ الاعراف، آیت 31۔

۲۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 51 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

مختلف قبائل میں بٹا ہوا تھا۔ شہری آبادی مثلاً مکہ مکرمہ وغیرہ بہت تھوڑی تھی۔ عمر لوگ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ شہر کے متمول لوگ تجارت پیشہ تھے جبکہ باقی لوگ نمونا بھیڑ بکریاں اور اونٹ وغیرہ چراتے تھے۔ عرب کے تپتے ہوئے صحراؤں میں ننگے سر تجارت کے لئے سفر کرنا خانہ بدوشی کی زندگی گزارنا یا بھیڑ بکریاں اور اونٹوں کو چرانا نہایت ہی دشوار تھا۔ اس لئے لوگ اپنے سروں پر عمامہ باندھا کرتے تھے یہاں تک کہ عمامہ لباس عرب کا لازمی حصہ قرار دیا گیا۔ جس طرح عجمی بادشاہ اور سرداران قوم اپنے سروں پر تاج رکھتے تھے اسی طرح سرداران عرب بڑے بڑے عمامے باندھتے تھے۔ اہل عرب میں سر ڈھانپنے کا رواج آج تک پایا جاتا ہے کہ ہر شلہ و گدا اپنے سر کو ڈھانپتا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) عمامہ کے بارہ میں کتب احادیث میں بکثرت روایات پائی جاتی ہیں حصول برکت کے لئے چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

(156) سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے اور مشرکوں کے درمیان ٹوپوں اور عمامہ باندھنے کا فرق ہے۔ (یعنی وہ بغیر ٹوپ کے عمامہ باندھتے ہیں اور ہم ٹوپ پر) ماوردی یہی حدیث بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”عمامے کا ہر پیچ جو مسلمان سر پر دے گا اس کے بدلہ میں قیامت کے دن نور عطا فرمایا جائے گا۔ (سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)۔

(157) سنن ابوداؤد جلد دوم، صحیح مسلم شریف کتاب الحج میں حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو منبر شریف پر

۱ سنن ابوداؤد ج 2 ص 209 مطبوعہ لاہور۔

۲ جامع ترمذی ج 2 ص 436 مطبوعہ لاہور۔

تشریف فرما دیکھا اور آپ کے سر انور پر عمامہ شریف تھا۔ (ابوداؤد^۱، مسلم^۲)
 (158) سنن ابوداؤد جلد اول کتاب الطہارت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا۔ آپ
 ﷺ پر قطر (نامی بستی) کا بنا ہوا عمامہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک کو
 (دوسری روایت میں دونوں ہاتھوں کو) عمامہ شریف کے نیچے داخل فرمایا اور سر
 انور کی اگلی جانب کا مسح فرمایا۔ اس طرح کہ نہ تو عمامہ شریف کو کھولا اور نہ ہی سر
 انور سے نیچے اتارا۔ (ابوداؤد^۳)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ عمامہ شریف کا اس قدر
 اہتمام فرماتے تھے کہ بعض اوقات دوران وضو بھی سر انور سے نہ اتارتے بلکہ
 یونہی اپنے مبارک ہاتھ عمامہ شریف میں داخل فرما کر سر انور کا مسح فرمالیتے۔ صحابہ
 کرام نے عمامہ شریف سے کتنی محبت کی اس کا اندازہ امام بخاری کی اس روایت
 سے لگائیے۔

(159) حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام
 رضوان اللہ اجمعین (سخت موسم میں) پگڑی اور ٹوپی پر سجدہ کیا کرتے تھے اور ان
 کے ہاتھ اپنی آستین میں ہوتے۔ (بخاری^۴)

فائدہ: اللہ، اللہ ہماری یہ حالت ہے کہ معمولی گرمی میں بے چین ہو جاتے
 ہیں۔ جبکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سخت موسم میں بھی ننگے سر نہ ہوتے

۱ ابوداؤد ج 2 ص 209 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲ صحیح مسلم کتاب الحج مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ ابوداؤد ج 1 ص 31 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۴ بخاری کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 56 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

تھے۔ یاد رہے کہ بلا عذر شرعی عمامے کی بیچ یا ٹوپی سے پیشانی نہیں ڈھانپنی چاہیے۔
 (160) جیسا کہ ابی داؤد شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو
 عمامہ سے پیشانی ڈھانپ کر نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو خود اپنے مبارک
 ہاتھ سے اس کے عمامے کو اوپر کر کے اس کی پیشانی کو ننگا کر دیا۔ (ابی داؤد)
 (161) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ
 جب عمامہ شریف باندھتے تو اس کا شملہ اپنے کندھوں کے درمیان لٹکاتے۔

(مشکوٰۃ^۱، ترمذی^۲)

(162) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور
 سرور کونین ﷺ نے فرمایا عمامہ بانوہنا اختیار کرو کیونکہ یہ فرشتوں کا نشان ہے
 اس (کے شملہ) کو پیٹھ کے پیچھے لٹکا لو۔ (مشکوٰۃ^۳)

(163) حضرت ابو کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ
 کے صحابہ کی ٹوپیاں سر کو لگی ہوئی ہوتی تھیں۔ (یعنی بہت اونچی نہیں ہوا کرتی تھیں)
 (ترمذی^۴)

(164) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ
 نے مجھے گپڑی بندھوائی اور اس کا شملہ میرے آگے اور پیچھے لٹکا دیا۔

(165) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ
 اکثر اوقات اپنے سر مقدس کو کپڑے سے ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ (ترمذی^۵)

۱ مشکوٰۃ ص 374 مطبوعہ کراچی۔

۲ ترمذی ابواب اللباس ج 1 ص 437 مطبوعہ لاہور۔

۳ مشکوٰۃ عن البہقی ص 377 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۴ ترمذی باب کیف کان کمام الصحابہ ص 413 مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

۵ سنن ترمذی ص 730 مطبوعہ لاہور۔

(166) حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلًا مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”عمامے باندھو اور اگلی امتوں (یعنی یہود و نصاریٰ) کی مخالفت کرو۔ (کیونکہ وہ عمامہ نہیں باندھتے) (بیہقی^۱)

(167) ابو بکر ابن ابی شیبہ اور ابو داؤد طیالسی و ابن منیع نے مسانید میں جبکہ امام بیہقی نے سنن میں حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا (عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا) عمامہ باندھتے ہیں۔ بے شک عمامہ کفر و اسلام میں فرق کرنے والا ہے (یعنی مومن عمامہ باندھتا ہے)۔ (توضیح^۲)

بِحمد اللہ تعالیٰ ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ عمامہ باندھنا یا مطلقاً سر ڈھانپنا رسول اللہ ﷺ کا نہایت ہی پسندیدہ عمل تھا۔ جبکہ آخری دو روایات سے پتہ چلتا ہے کہ عمامہ باندھنا ہی مسلمان کی شان اور پہچان ہے اور اس کا بالکل ترک کر دینا کسی بھی صورت مستحسن نہیں ہے۔ بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ دوران نماز سر ڈھانپنا حکم نبوی ہے اور سر ننگا رکھنا نافرمانی ہے۔

(168) عمامہ سے نماز پڑھنے کی فضیلت:

مُسْنَدُ الْفِرْدَوْسِ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا بغیر عمامہ کے نماز سے ستر گنا زیادہ افضل ہے۔ (مسند^۳)

۱ بیہقی فی شعب الایمان۔

۲ توضیح الحکم۔

۳ مسند الفردوس۔

(169) ننگے سر نماز کی ممانعت:

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

وَ كَانَ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِسْتِرِّ الرَّأْسِ فِي الصَّلَاةِ بِالْعِمَامَةِ أَوْ الْقَلَنْسُوءِ وَيَنْهَى عَنْ كَشْفِ الرَّأْسِ فِي الصَّلَاةِ.

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نماز کے دوران سر ڈھانپنے کا حکم فرماتے تھے خواہ وہ عمامہ یعنی پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔
(کشف الغمہ)

خیال رہے! کہ حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ اہل حدیث (غیر مقلد) حضرات کے نزدیک نہایت ہی معتبر اور ولی کامل شخصیت گزرے ہیں۔ مشہور اہل حدیث علامہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اپنی ”کتاب التعویذات“ ص 170 مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور اور غیر مقلد عالم دین میر ابراہیم سیالکوٹی نے اپنی کتاب ”تاریخ اہل حدیث“ میں آپ کی بہت تعریف کی اور کمال درجہ عقیدت کا اظہار فرمایا۔ (تاریخ اہل حدیث)

فیصلہ: مناسب معلوم ہوتا ہے اس بحث کے آخر میں علمائے اہل حدیث کے ارشادات و فتاویٰ نقل کر دیئے جائیں تاکہ ننگے سر نماز پڑھنے کو شعار بنانے کی بدعت کا قلع قمع ہو سکے۔

غیر مقلد حضرات کے نزدیک سر ڈھانپنے کی اہمیت:

مولانا ثناء اللہ امرتسری نہایت مشہور معروف غیر مقلد (اہل حدیث) عالم دین ہیں وہ تحریر کرتے ہیں کہ ”صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو

۱۔ کشف الغمہ مطبوعہ جلد اول ص 85

۲۔ ملاحظہ ہو ”تاریخ اہل حدیث ص 82 مطبوعہ مکتبہ الرحمن سلفیہ سرگودھا۔

آنحضرت ﷺ سے بالدرام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہونے۔
پگڑی سے یا ٹوپی سے۔ (فتاویٰ ثنائیہ^۱)

بدعت: مولانا ابوسعید شرف الدین نے لکھا ”(ننگے سر اگرچہ) نماز ادا ہو جائے
گی مگر سر ڈھانپنا اچھا ہے آنحضرت ﷺ نماز میں اکثر عمامہ یا ٹوپی رکھتے تھے۔ مگر
یہ جو شیوہ ہے کہ گھر سے ٹوپی یا پگڑی سر پر رکھ کر آئے اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار
کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ پھر اس کو سنت کہتے ہیں یہ بالکل
غلط ہے یہ فعل سنت سے ثابت نہیں ہاں اس فعل کو مطلقاً ناجائز کہنا بھی بے وقوفی
ہے ایسے ہی برہنہ سر کو بلاوجہ شعار بنانا بھی خلاف سنت ہے اور خلاف سنت بے
وقوفی ہی تو ہوتی ہے۔ (ثناء اللہ^۲)

نوٹ:- حضرت بات گول کر گئے حق یہ تھا کہ تحریر کیا جاتا کہ اس کو شعار بنا لینا
خلاف سنت اور بدعت ہے کیونکہ جو چیز سنت کی مخالفت میں ہوتی ہے وہ بدعت
سینہ ہوتی ہے۔

خلاف عقل:

فتاویٰ علماء اہل حدیث میں ہے اگر کسی وقت ننگے سر نماز پڑھ لی جائے تو
بالاتفاق جائز ہوگی لیکن اسے عادت نہیں بنانا چاہیے۔ جواز کے باوجود ایسی
عادت عقل و فہم کے خلاف ہے۔ عقل مند اور متدین آدمی کو اس سے پرہیز کرنا
چاہیے آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور اہل علم کا طریقہ وہی
ہے۔ جو اب تک مساجد میں متواتر اور معمول رہا ہے (یعنی سر ڈھانپ کر نماز
پڑھنا) اگر اس حسن لطیف (یعنی عقل) سے طبیعت محروم نہ ہو تو ننگے سر نماز پڑھنا

۱۔ فتاویٰ ثنائیہ از ثناء اللہ امرتسری جلد 1 ص 525 و ص 524 مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور۔

۲۔ ثناء اللہ امرتسری فتاویٰ ثنائیہ جلد 1 ص 523 مطبوعہ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور۔

ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے۔ بطور فیشن، لاپرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل (ننگے سر رہنے کی) عادت بنا لینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جا رہا ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔ (فتاویٰ^۱)

ناپسندیدہ فعل:

اس باب میں مولانا غزنوی رقم طراز ہیں ”اگر ننگے سر نماز فیشن کی وجہ سے ہے تو نماز مکروہ ہے اگر خشوع کے لئے نہیں ہے بلکہ سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقین کی عادت ہے غرض ہر لحاظ سے ناپسندیدہ ہے۔ (فتاویٰ^۲)“

ملاحظہ فرمائیے: مولانا غزنوی نے ننگے سر نماز پڑھنے کو (احرام کے سوا) مکروہ منافقت اور ناپسندیدہ فعل قرار دیا جبکہ فتاویٰ اہل حدیث میں عادتاً ننگے سر نماز پڑھنے والے کو جاہل، حسن لطیف (عقل) سے محروم متعصب (ضدی) مکروہ عمل کا کرنے والا اور رسول اللہ ﷺ کے عمل متواترہ کی مخالفت کرنے والا قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر اور بھی بہت سا مواد موجود ہے مگر میرے خیال میں اتنا ہی کافی ہے کیونکہ اگر کسی نے نہ ماننا ہو تو دلائل کے انبار بھی بے کار ثابت ہوتے ہیں۔

بِحمد اللہ تعالیٰ جو ہمارا فرض تھا وہ ادا ہو گیا۔ باقی وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ

إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

۱۔ فتاویٰ علماء اہل حدیث جلد 3۔

۲۔ فتاویٰ علماء اہل سنت جلد 4۔

استقبال قبلہ

نماز پڑھتے ہوئے ضروری ہے کہ نمازی کا رخ حرم کعبۃ اللہ کی طرف ہو جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ شَطْرَهُ. (سورة البقرة 44)

ترجمہ: پس اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف کرو اور جہاں کہیں بھی تم ہو اپنا مونہہ اس کی طرف پھیر لو۔ (سورۃ ۱)

خیال رہے کہ یہاں سمتِ قبلہ مراد ہے مکہ مکرمہ کے رہنے والے عین قبلہ کی طرف مونہہ کریں جبکہ باقی روئے زمین والے محض سمت قبلہ کی طرف اپنا رخ کریں گے۔

نماز کا وقت ہونا

قبل از وقت نماز کا پڑھنا درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ذی شان ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا.

ترجمہ: نماز ایمان والوں پر مقررہ شدہ اوقات میں فرض ہے۔ (النساء ۲)

یعنی جب تک نماز کا وقت ہی نہ ہوگا نماز فرض نہ ہوگی۔ اس لئے قبل از وقت پڑھی گئی اذان اور نماز درست نہیں ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے مقرر شدہ اوقات میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اسی لئے اگر مقررہ وقت گزر جائے تو نماز قضا ہو جاتی ہے۔

۱۔ سورة البقرة، آیت 44۔

۲۔ سورة النساء، آیت 113۔

نیت کا ہونا

نیت کا تعلق دل کے ساتھ ہے یعنی نماز پڑھنے سے قبل اپنے ذہن کو حاضر کر کے دل میں ارادہ کرے کہ کوئی نماز پڑھ رہا ہے پھر یہ نماز فرض ہے یا سنت یا نفل علاوہ ازیں باجماعت ہے یا تنہا بس دل میں ان امور کا تعین کر لینا ہی کافی ہے۔ لیکن اگر دھیان کی پختگی نہ ہو تو مستحب ہے کہ زبان سے بھی کلمات ادا کرے۔

(170) سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. (بخاری^۱)

ترجمہ: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

قیام

جیسا کہ گزر چکا ہے کہ غرض نماز، واجب نماز اور سنت فجر میں قیام فرض ہے باقی سنتوں میں سنت اور نوافل میں نفل، یعنی اگر نفل بیٹھ کر بھی پڑھے تو گناہگار نہیں اگرچہ ثواب میں کمی ہوگی۔

(171) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ:

صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى الْجَنْبِ.
(بخاری^۲)

ترجمہ: نماز کھڑے ہو کر ادا کرو اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو اگر ایسے بھی ممکن نہ ہو تو لیٹ کر پڑھو۔

۱ بخاری ج 1 ص 2 مطبوعہ کراچی۔

۲ بخاری باب اذا لم يطق قاعدا ص 150 مطبوعہ کراچی۔

تکبیر تحریمہ

چونکہ اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرنے سے لے کر سلام پھیرنے تک نماز کے علاوہ خارجی کام حرام ہو گئے۔ اس لئے پہلی تکبیر کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔ باقی سب تکبیرات کو صرف تکبیر کہتے ہیں۔

(172) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے پھر رکوع میں جاتے وقت تکبیر کہتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے پھر کھڑے ہو کر رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے پھر دونوں سجدوں میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے پوری نماز اسی طرح ادا فرماتے اور تکبیر کہتے اور جب دوسری رکعت میں تشهد کے بعد کھڑے ہوتے تب بھی تکبیر کہتے۔
(بخاری^۱)

کانوں تک ہاتھوں کو اٹھانا

تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کرے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں۔ اس طرح عمل کرنے سے اکثر احادیث مبارکہ کی تطبیق ہو جاتی ہے۔ بصورت دیگر بعض احادیث مبارکہ پر عمل ہوتا ہے اور بعض کی نفی۔
ملاحظہ فرمائیں۔

(173) امام ابو حنیفہ اپنے مسند ص 244 میں بروایت عاصم بن وائل بن حجر روایت کرتے ہیں۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ يُحَاذِي بِهِمَا

^۱ بخاری باب التکبیر ج 1 ص 109 اذا قام من السجود مطبوعہ کراچی۔

شَحْمَةٌ أُذُنِيَا، وَفِي رَوَايَةٍ. عَنْ وَائِلٍ إِنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى يُحَاذِيَ شَحْمَةَ أُذُنِيهِ.

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ اپنے کانوں کی لو کے برابر اٹھاتے تھے۔ حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ (وقت تکبیر تحریمہ) دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے۔ (مسند)

(174) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ يُكَبِّرُ لِلصَّلَاةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنِيهِ.

ترجمہ: وائل فرماتے ہیں میں نے دیکھا رسول کریم ﷺ کو بوقت تکبیر تحریمہ اٹھاتے دونوں ہاتھوں کو برابر اپنے کانوں کے۔ (شرح)

(175) وَعَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا فَوْقَ أُذُنِيهِ. (اخرجه الطحاوی)

ترجمہ: اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ مگر اس میں یہ الفاظ ہیں کہ یہاں تک ہاتھ اٹھاتے کہ برابر کرتے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے اوپر۔

(176) صحیح مسلم کے ص 173 جلد 1 میں بروایت وائل آیا ہے۔

أَنَّ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَصَفَ هَمَامٌ حِيَالَ أُذُنِيهِ. (الحديث)

۱۔ مسند امام اعظم عربی اردو ص 86 باب، افتتاح الصلوة مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۲۔ شرح معانی الآثار (عربی اردو) ج 1 ص 403 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۳۔ طحاوی (عربی اردو) ص 403 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ جب نماز میں داخل ہوئے تو تکبیر کہی۔ ہمام نے کیا کہ برابر کانوں کے۔ (صحیح مسلم)

(17) رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى أُذُنَيْهِ قَالَ ثُمَّ اتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي أَحْصَاءِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسٌ وَأَكْسِيَّةٌ.

وائل فرماتے ہیں میں نے دیکھا رسول کریم ﷺ نے جب نماز شروع تو دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل اٹھائے۔ وائل نے کہا کہ پھر میں ان کے آیا۔ میں نے ان کو نماز کے شروع میں اپنے ہاتھوں کو سینوں تک اٹھاتے اور انہوں نے بھاری چادریں اور کمبل اوڑھ رکھے تھے۔ (ابوداؤد)

دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اس طرح ہاتھ اٹھانے سے روایتوں پر عمل ہو جاتا ہے اور یہی تطبیق امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے یہ حدیث بھی ایک حدیث سے مستفاد ہوتی ہے۔ جو حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوداؤد میں ہے۔

(17) أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتْ حِيَالَ مَنْكَبَيْهِ وَحَاذِي بَابِهَا مِيهَ أُذُنَيْهِ.

جس وقت وائل نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جس وقت آپ نماز کی طرف کھڑے ہوئے۔ پس اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ کندھوں کے مقابل ہو گئے۔ دونوں انگوٹھوں کو اپنے کانوں کے برابر کیا۔ (ابوداؤد)

صحیح مسلم ج 1 ص 173 مطبوعہ کراچی۔

ابوداؤد ج 1 ص 114 باب رفع الیدین مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

ابوداؤد ج 1 ص 114 مطبوعہ لاہور۔

(179) یہ روایت علامہ علی قاری نے شرح مسند امام کے صفحہ 244 میں فرمائی ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفَاءَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کی ٹو کے برابر فرما لیتے۔ (رواہ البیہقی) اس کو بیہقی نے سنن کبیر میں روایت کیا۔ کہا علی قاری نے شرح میں قَالَ أَبُو الْفَرُحِ اسْتَاذَةُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ یعنی ابو الفرح فرماتے ہیں کہ اس سند کے کل راوی ثقہ ہیں۔ (شرح مسند)

اور عورت بوقت تکبیر تحریمہ اپنے کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاوے۔ ہر امر میں ان کے لئے ستر کا حکم ہے اور بہ نسبت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھانا عورت کے لئے زیادہ ستر ہے۔ ہدایہ میں اسی کو لکھا ہے:

علامہ عبدالحی نے عُمْدَةُ الرَّعَايَةِ میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ایک حدیث بھی آئی ہے لیکن اس کے الفاظ انہوں نے نہیں لکھے۔ كُنْزُ الْعُمَمَالِ ص 177 مطبوعہ اشرفیہ ملتان میں وہ حدیث یاسی الفاظ لکھی ہے۔

(180) أَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ مَرْفُوعًا يَا وَائِلُ بِنُ حَا إِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ وَالْمَرْءُ إِذَا تَجَعَلَ يَدَهَا حَا

۱۔ رواہ البیہقی فی السنن الکبیر مطبوعہ ملتان۔

۲۔ شرح مسند ص 244۔

تہا۔

امام طبرانی نے حضرت وائل حجر سے مرفوعاً یہ حدیث پاک نقل کی کہ فرمایا
 وائل جب تو نماز پڑھے تو ہاتھ اپنے کانوں کے برابر کر اور عورت سینے کے
 برابر کرے۔ (انتہی) (کنز العمال^۱)

(18) علامہ عینی نے شرح ہدایہ ص 602 جلد 1 میں لکھا ہے۔

وَعَنْ أُمِّ الدَّرْدَا وَعَطَا وَالزُّهْرِيِّ وَحَمَادٍ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ الْمَرْئَةَ
 فَعُ يَدَيْهَا إِلَى تَدْيِيهَا.

ترجمہ: حضرت ام درداء اور عطاء اور زہری اور حماد وغیرہم سے روایت ہے کہ
 رت دونوں ہاتھوں کو اپنے پستانوں تک اٹھائے۔ (شرح ہدایہ^۲)

دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا

(182) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ
 مَرُورًا أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى زِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ.
 ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا لوگوں کو
 اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ نماز کی حالت میں مرد اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر
 رکھے۔

(183) امام محمد کتاب الآثار میں نقل فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَمِدُ بِأُخْرَى
 يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى فِي الصَّلَاةِ يَتَوَاضَعُ لِلَّهِ تَعَالَى.

^۱ کنز العمال ج 7 ص 177 رقم الحدیث 19636 مطبوعہ اشرفیہ ملتان۔

^۲ شرح ہدایہ ص 602 جلد 1۔

^۳ بخاری شریف ج 1 ص 102 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ دورانِ نماز (قیام میں) ایک دست سے دوسرے ہاتھ پر رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرتے تھے۔
امام محمد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وَيَضَعُ بَطْنَ كَفِّهِ الْأَيْمَنِ عَلَى رُسْغِهِ الْأَيْسَرِ تَحْتَ الشَّامِ
فَيَكُونُ الرُّسْغُ فِي وَسْطِ الْكَفِّ.

ترجمہ: داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بند پر نیچے ناف کے رکھے تو ہاتھ بند ہتھیلی کے میانہ ہو جائے۔ (کتاب الآثار)

(184) وَعَنْ وَاِئِلِ بْنِ حُجْرٍ اِنَّهُ رَاى النَّبِيَّ ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَكَبَّرَ وَصَفَّ حِيَالَ اُذُنَيْهِ ثُمَّ التَّحَفَّ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ الْيَمِيْنَ عَلَى الْاَيْسَرِ.

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو تکبیر کہتے ہوئے اپنے ہاتھ اٹھائے پھر اپنے ہاتھ (اپنے اور اوڑھے ہوئے) کپڑے کے نیچے اس طرح باندھے کہ دایاں بائیں پر رکھا۔ (احمد، صحیح مسلم)

ہاتھوں کا ناف کے نیچے باندھنا

آج کل یہ مسئلہ نہایت معرکتہ الآراء ہو رہا ہے۔ حالانکہ ناف کے نیچے ہاتھوں کا باندھنا رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔

۱ کتاب الآثار ص 33 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۲ احمد ص 415 طبع جدید، احمد ص 18-317 طبع قدیم مطبوعہ بیروت لبنان۔

۳ صحیح مسلم ص 173 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(185) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

وائِل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول کریم ﷺ کو کہ آپ ﷺ نے اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا۔ (آثار السنن^۱، رواہ ابن^۲، عمدۃ الرعاہ^۳)

خیال رہے کہ محدث ابن ابی شیبہ امام بخاری کے استاد محترم ہیں۔

(186) عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَلَسُنَّةُ وَضَعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ.

ترجمہ: ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ (ابن ابی شیبہ^۴، رواہ ابو داؤد^۵، سنن کبریٰ^۶، سنن دارقطنی^۷، بذل^۸، عینی شرح^۹، عون^{۱۰})

علامہ عینی عمدۃ القاری ص 15 ج 3 میں فرماتے ہیں۔ إِنَّ الصَّحَابِيَّ

إِذَا أَطْلَقَ اسْمَ السُّنَّةِ فَالْمُرَادُ بِهِ سُنَّةُ النَّبِيِّ ﷺ۔ صحابی جب سنت کا لفظ

۱ آثار السنن ص 90 مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۲ رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ ج 1 ص 427 مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۳ عمدۃ الرعاہ حاشیہ شرح وقایہ ص 165 ج 1۔

۴ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 427 مطبوعہ ملتان۔

۵ رواہ ابو داؤد ص 118 ج 1 مطبوعہ لاہور۔

۶ سنن کبریٰ امام بیہقی ج 3 ص 31 مطبوعہ ملتان۔

۷ سنن دارقطنی ج 1 ص 388 مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔

۸ بذل المجہود شرح ابو داؤد ج 2 ص 23 مکتبہ قاسمیہ ملتان۔

۹ عینی شرح ابو داؤد ج 3 ص 355 مکتبہ دار القرآن ملتان۔

۱۰ عون المعبود شرح ابی داؤد ج 1 ص 327 جز دوم دارالکتب دار سمت مطبوعہ العلمیہ بیروت لبنان۔

بولے تو مراد اس سے سنت نبوی ہوتی ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو سنت کہنا سنت نبوی مراد ہے۔ فافہم۔

(187) مزید برآں یہ کہ اس حدیث کو ابو داؤد نے اخراج کیا اور اس پر سکوت کیا۔ اور جس حدیث پر ابو داؤد سکوت کرتے ہیں۔ وہ ان کے نزدیک قابل حجت ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے حدیث وائل جو پہلے گزر چکی ہے۔ یہ حدیث اس کو مؤید ہے۔

(188) اور اسی کی تائید میں ہے۔ وہ حدیث جس کو علامہ عینی شرح بخاری صفحہ 15 جلد 1 میں لائے ہیں۔ ”مِنْ أَخْلَاقِ النَّبُوَّةِ وَضَعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ الشَّرَّةِ“ (رواہ ابن حزم من حدیث انس رضی اللہ عنہ) یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا ناف کے نیچے اخلاق نبوت میں سے ہے۔ اس کو ابن حزم نے روایت کیا۔ (التعلیق)

(189) اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو ابو داؤد ص 118 جلد اول میں لائے ہیں۔ ”قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَخَذُ الْاَكْفَ عَلَى الْاَكْفِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ الشَّرَّةِ“ کہا ابو ہریرہ نے ہاتھوں کا ہاتھوں پر رکھنا نماز میں ناف کے نیچے ہے۔ (ابو داؤد)

اگرچہ اس کی سند میں عبدالرحمن متکلم فیہ ہے۔ لیکن چونکہ جرح مبہم ہے اس لئے مضر نہیں۔ علاوہ اس کے حدیث وائل کی جو گزری ہے اس کو قوت دیتی ہے۔

(190) اسی کی مؤید ہے وہ حدیث جس کو امام محمد نے کتاب الآثار صفحہ 28 میں روایت کیا ہے۔

۱۔ التعلیق الحسن علی آثار السنن ص 91 مطبوعہ ملتان عینی شرح ابی داؤد ص 256 مطبوعہ ملتان۔

۲۔ ابو داؤد ج 1 ص 118 مطبوعہ لاہور۔

عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ
الْيُسْرَى تَحْتَ السُّرَّةِ قَالَ مُحَمَّدَانَا خُذْ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ.

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ وہ دایاں ہاتھ بائیں پر نیچے ناف کے
باندھا کرتے تھے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمارا اسی پر عمل ہے اور یہی قول امام
اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (کتاب^۱)

اس حدیث کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے بھی اپنے مصنف ابن ابی شیبہ^۲
میں روایت کیا ہے علامہ ظہیر احسن نیوی نے آثار السنن صفحہ 91 جلد اول میں
اس حدیث کی سند کو حسن لکھا ہے۔^۳

(191) اسی کو قوت دیتی ہے وہ روایت جو آثار السنن صفحہ 91 جلد 1 میں ہے۔

عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَجْلَزٍ أَوْ سَأَلْتُهُ قَالَ
قُلْتُ كَيْفَ أَضَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ
وَيَجْعَلُهُمَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ.

حجاج فرماتے ہیں میں نے ابو مجلز (تابعی) سے پوچھا کہ کیوں کر ہاتھ
باندھوں۔ کہا کہ داہنی ہتھیلی کو بائیں کف کے ظاہر پر رکھ کر نیچے ناف کے۔ یہ اثر
صحیح ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ^۴)

ابوداؤد صفحہ 118 میں فرماتے ہیں۔ قَالَ أَبُو مَجْلَزٍ تَحْتَ السُّرَّةِ -

۱۔ کتاب الآثار امام محمد ص 34 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر 1 ص 427 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۳۔ ملاحظہ ہو آثار السنن مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 427 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

کہا ابو مجلز نے ناف کے نیچے۔ اور ابو مجلز لاحق بن حمید جلیل القدر تابعی تھے۔ (بیز
دیکھیں بذل الجہود^۱)

بِحمد اللہ تعالیٰ ثابت ہوا کہ ناف پر ہاتھ باندھنا سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے
اور یہ عمل اخلاق نبوت سے بھی ہے۔ اس انداز میں عاجزی و انکساری کا زیادہ
عنصر پایا جاتا ہے۔ جبکہ نماز میں مقصود ہی عاجزی ہے۔ بایں ہمہ سینے پر ہاتھ
باندھنے والی روایات بھی موجود ہیں لیکن محدثین نے ان پر جرح فرما کر ثابت
فرمایا ہے وہ روایات قابل عمل نہیں ہیں۔ (اختصاراً ملاحظہ ہو)

دورانِ نماز سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث اور ان کا تجزیہ
(192) دلیل نمبر 1.

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ^۱۔
وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی
حضور اکرم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا اپنے سینے پر۔
جائزہ: یہ حدیث تین طرح منقول ہے مثلاً

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ میں وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی روایت
درج ہے وہاں ”عَلَى صَدْرِهِ“ کی بجائے ”تَحْتَ الشَّرَّةِ“ یعنی
ناف کے نیچے ہاتھ باندھے کے الفاظ ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ^۲)

۱ بذل الجہود ج 2 ص 24 و عون المعبود ج 1 ص 324 جز دوم۔

۲ ابن خزیمہ۔

۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 427 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

(۲) ابن خزیمہ کی روایت جوگزری ہے اس میں ”علی صدرہ“ ہے۔ اس کے بارہ میں ابن قیم نے اعلام الموقعین جلد 3 میں نقل کیا کہ ”أَنَّه لَمْ يَقُلْ عَلِيَّ صَدْرِهِ غَيْرَ مَوْمِلٍ بِنِ إِسْمَاعِيلَ“ حضرت وائل بن حجر سے اس حدیث کو نقل کرنے والوں میں سوائے مومل بن اسماعیل کے کسی نے بھی علی صدرہ (یعنی سینے پر ہاتھ باندھے) نقل نہیں کیا جبکہ امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ مومل بن اسماعیل منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ ابوزرعة کہتے ہیں کہ وہ آخر عمر میں بہت غلطیاں کیا کرتا تھا۔ نیز اس سند میں حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ ہیں حالانکہ ان کا اپنا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے اگر روایت قابل عمل ہوتی تو سفیان ثوری اس پر ضرور عمل کرتے۔

(۳) وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کو بزار نے بھی نقل فرمایا لیکن وہاں علی صدرہ کی بجائے عند صدرہ کے الفاظ ہیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ذہبی فرماتے ہیں کہ اس میں ایک راوی محمد بن حجر ہے جو بہت سی منکر روایات کا راوی ہے۔

دلیل نمبر 2.

عَنْ هَلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ وَرَأَيْتُهُ قَالَ يَضَعُ هَذِهِ عَلِيَّ صَدْرِهِ. (مسند)

جائزہ: اس روایت میں سماک بن حرب نے تفرد اختیار کیا ہے۔ امام نسائی

فرماتے ہیں کہ بایں حال یہ شخص قابل اعتماد نہیں دیگر محدثین نے بھی اسے ضعیف قرار دیا اور فرمایا کہ اس کی روایت قابل دلیل ہی نہیں۔

(194) دلیل نمبر 3.

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ ضَعُفَ يَدَكَ الْيُمْنَى عَلَى الشِّمَالِ عِنْدَ النَّحْرِ (الحديث)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر حلق کے قریب رکھ۔

جائزہ: اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن ابی طالب ہے جس کی بابت موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں کہ أَشْهَدُ أَنَّهُ يَكْذِبُ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ وَخَطَّ أَبُو دَاوُدَ عَلِيَّ حَدِيثِهِمْ اور امام ابو داؤد نے اس سے مروی ساری احادیث کو حذف فرما دیا۔ (ملاحظہ ہو میزان^۱)

فیصلہ کیجئے: امانت و دیانت کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ کیجئے کہ یہ چند مجروح روایات قابل عمل ہیں یا کہ وہ بہت سی احادیث کہ جن میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا حکم ہے۔ یاد رہے علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موضوع پر چودہ (14) احادیث بطریق محدثین نقل فرمائی ہیں۔ (جاء الحق^۲) حقائق آپ کے سامنے ہیں جو چاہے فیصلہ فرمائیں۔

(وما علينا الا البلاغ)

۱ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال جلد 3۔

۲ جاء الحق جلد 2 مطبوعہ نعیمی کتب خانہ لاہور۔

ثنا پڑھنا (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھنا)

ہاتھ باندھ لینے کے بعد امام و مقتدی و مفرد یعنی ہر نمازی ثناء پڑھے سب سے معروف اور مسنون ثناء یہ ہے۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔

بعض حضرات محض تعصب کی وجہ سے اس ثنا کا انکار کرتے ہیں حالانکہ بکثرت احادیث مبارکہ اور عمل صحابہ سے اس کا مسنون ہونا ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو۔
(195) عَنْ حُمَيْدِ بْنِ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔

حضرت حمید الطویل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کہتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔
(رواہ طبرانی)

(196) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کہتے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ (الخ) امام زیلعی نے اس حدیث کے نقل کرنے سے پہلے یہی حدیث بحوالہ دارقطنی فرمائی ہے اور پھر لکھا ہے۔ ثُمَّ قَالَ أَسْنَادُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ یعنی دارقطنی نے کہا کہ اس کے راوی سب ثقہ ہیں۔

(197) اسی حدیث پاک کو صاحب آثار السنن نے نقل کر کے فرمایا۔ أَسْنَادُهُ جَيِّدٌ

۱۔ رواہ الطبرانی فی کتابہ المفرد فی الدعاء۔

یعنی اس کے راوی بڑے مضبوط ہیں۔ (آثار السنن^۱)

(198) اس مذکورہ بالا حدیث پاک کی موید وہ حدیث ہے جس کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور امام طحاوی نے اور ابن ماجہ نے بھی نقل فرمایا۔ اس کی راویہ حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

(199) قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ۝

(ترمذی، طحاوی، ابن ماجہ)

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا جب حضرت رسول کریم ﷺ نماز شروع کرتے تو سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ پڑھتے۔

(200) اکثر اہل علم تابعین وغیرہم کا اسی پر عمل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ انتہی، ترمذی اور ابن ماجہ، ابی داؤد اور طحاوی میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس طرح آیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ رات کو نماز کے لئے اٹھتے۔ تکبیر کہتے پھر سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ (الخ) پڑھتے۔

(ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، طحاوی)

۱ آثار السنن ص 93 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

۲ ترمذی ابواب الصلوة ج 1 ص 159 مطبوعہ لاہور۔

۳ طحاوی (عربی اردو) ج 1 ص 406 مطبوعہ لاہور۔

۴ ابن ماجہ ص 58 مطبوعہ کراچی۔

۵ ترمذی ج 1 ص 159۔

۶ ابن ماجہ ص 58۔

۷ ابوداؤد ج 1 ص 121۔

۸ طحاوی (عربی اردو) ص 6-405 مطبوعہ لاہور۔

(201) علاوہ اس کے صحیح مسلم صفحہ 172 جلد 1 میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ أَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ هُوَ لِأَنَّ الْكَلِمَاتِ
يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ
وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ.

عبدہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کلمات کو یعنی
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ۔ (الخ) کو جہر پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم^۱)

(202) عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اسْتَفْتَحَ
الصَّلَاةَ وَقَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ. (الخ) (رواه^۲، الطحاوی^۳)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز شروع کرتے تو سبحانک اللهم
(الخ) پڑھتے۔ اس کو دارقطنی اور طحاوی نے روایت کیا۔

اور فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ یاد رہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ثنایوں جہر پڑھنا تعلیم کی غرض سے تھا جیسا کہ دارقطنی میں
اس روایت کے آگے ہے۔ يُسْمِعُنَا ذَلِكَ وَيُعَلِّمُنَا یعنی اسود فرماتے ہیں کہ
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم کو سناتے تھے اور سکھاتے تھے۔ (دارقطنی^۴)

(203) عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ كَبَّرَ فَرَفَعَ
صَوْتَهُ وَقَالَ مِثْلُ ذَلِكَ لِيَتَعَلَّمُوَهَا۔

یعنی علقمہ اور اسود نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا کہ آپ نے

۱۔ صحیح مسلم ج 1 ص 172 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ رواہ الدارقطنی ج 1 ص 404 مطبوعہ ملتان۔

۳۔ الطحاوی ج 1 ص 407 مطبوعہ لاہور۔

۴۔ دارقطنی ج 1 ص 407 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

تکبیر کہی اور آواز اونچا کر کے اسی طرح کہا۔ (یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھی) تا کہ لوگ اس کو سیکھ لیں۔ (طحاویؒ)

(204) امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں۔

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اِنْ نَاسًا مِنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ اتَّوَا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَمْ يَأْتُوهُ اِلَّا لِيَسْأَلُوهُ عَنِ افْتِاحِ الصَّلَاةِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فَافْتَحُ الصَّلَاةَ وَهُمْ خَلْفَهُ ثُمَّ جَهَرَ فَقَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا اِلَهَ غَيْرُكَ.

ابراہیم کہتے ہیں کہ کچھ آدمی بصرہ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض کیلئے آئے کہ ان سے دعا افتتاح پوچھیں۔ کہا اس نے پھر کھڑے ہوئے حضرت عمر اور شروع کیا انہوں نے نماز کو اور وہ لوگ ان کے پیچھے (مقتدی) تھے۔ پھر آپ نے اونچی آواز میں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا اِلَهَ غَيْرُكَ پڑھی۔

اس حدیث کے آگے امام محمد فرماتے ہیں۔

وَبِهَذَا نَأْخُذُ فِي افْتِاحِ الصَّلَاةِ وَلَكِنَّا لَا نَرَى اَنْ يَّجْهَرَ بِذَلِكَ اِلَّا اِمَامًا وَلَا مَنْ خَلْفَهُ وَاِنَّمَا جَهَرَ بِذَلِكَ عُمَرُ لِيُعَلِّمَهُمْ مَا سَأَلُوهُ عَنْهُ.

کہ ہمارا اسی پر عمل ہے لیکن ہم دعائے افتتاح کے جہر کے قائل نہیں نہ امام کے لئے نہ مقتدی کے لئے اور حضرت عمر نے اس لئے جہر پڑھی تا کہ لوگوں کو (جو پوچھنے آئے تھے) سکھا دیں۔ (کتاب الآثارؒ)

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوقتِ تعلیم اسی دعا کا سکھانا، دوسری

۱۔ طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 407 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۲۔ کتاب الآثار للامام محمد ص 23 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

دعاؤں پر اس کا راجح ہونا ثابت کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ يُسْمِعُنَا ذَلِكَ.

ترجمہ: ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو پڑھتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ۔ اس کو دارقطنی نے صفحہ 407 میں روایت کیا۔

(رواہ الدار قطنی^۱)

(206) ابن تیمیہ منقحی صفحہ 16-215 میں لکھتے ہیں۔

وَرَوَى سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ فِي سُنَنِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَّا كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِذَلِكَ. (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ)

ترجمہ: سعید بن منصور نے اپنے سنن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ افتتاح فرماتے تھے ساتھ اس کے یعنی دعائے افتتاح یہی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ پڑھا کرتے تھے۔

ابن تیمیہ اس کے آگے لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا اس دعا کو اختیار کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ کے سامنے لوگوں کو سکھانے کی غرض سے اس دعا کو اونچی آواز سے پڑھنا حالانکہ سنت اخفاء ہے، دلالت کرتا ہے کہ یہی دعا افضل ہے اور یہی دعا ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اکثر ہمیشگی فرماتے۔ (منتقی^۲) (انتہی)

۱۔ رواہ الدار قطنی و اسنادہ حسن ج 1 ص 407 مطبوعہ نشر النبیہ ملتان۔

۲۔ منتقی الاخبار مع نیل الاوطار ج 2 ص 215-216 مطبوعہ بیروت لبنان۔

الحمد للہ تعالیٰ بدلائل قاہرہ ثابت ہوا کہ حنفی مذہب ریت کی دیواروں پر قائم نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد قرآن و حدیث کے مضبوط ترین دلائل پر ہے۔ معلوم نہیں کہ بعض حضرات کس طرح دھڑلے سے کہہ دیتے ہیں کہ حنفیہ کی ثناء کسی صحیح حدیث سے ثابت ہی نہیں۔ حالانکہ ابن تیمیہ جیسی شخصیت نے جو لکھا وہ آپ نے پڑھ لیا۔

ثناء کے بعد تعوذ و تسمیہ پڑھنا

ثناء یعنی سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ..... الخ کے بعد امام احمد مفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والا آہستہ آواز میں اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ پڑھے جبکہ مقتدی صرف سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ..... الخ پڑھ کر خاموش ہو جائے۔ قرآن و سنت سے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

قال الله تعالى:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔^۱

(207) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ بِاللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ثُمَّ يَقُولُ اَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ.

ترجمہ: ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ جب رات کو نماز کے لئے اٹھتے، تکبیر کہتے پھر فرماتے اللہ اکبر کبیرا پھر فرماتے اَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ (ابوداؤد^۲، ترمذی^۳)

^۱ سورة النحل، آیت 98۔

^۲ ابوداؤد شریف ج 1 ص 121 کتاب الصلوة مطبوعہ لاہور۔

^۳ ترمذی ج 1 ص 159 ابواب الصلوة مطبوعہ لاہور۔

(208) عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. (الْحَدِيثُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ بِلَفْظٍ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ..... الخ

(ابن ماجہ^۱، مستدرک^۲، امام ذہبی^۳، سنن کبریٰ^۴)

(209) عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعَمٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيُ صَلَاةً فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا (إِلَى آخِرِ مَا قَالِ) أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. (الْحَدِيثُ)

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ رسول کریم ﷺ کو نماز پڑھتے پس فرمایا اللہ اکبر کبیرا آخر تک۔ (اور اس کے آخر میں یہ اعوذ ہے) أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ (رواہ ابوداؤد^۵، ابن ماجہ^۶)

(210) عَنْ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ..... الخ..... ثُمَّ يَتَعَوَّذُ. (رواه الدارقطني^۷)

۱ ابن ماجہ ص 58 باب الاستعاذہ فی الصلوٰۃ مطبوعہ کراچی۔

۲ مستدرک امام حاکم ج 1 ص 360 مطبوعہ دارالکتب علیہ بیروت لبنان۔

۳ قال امام ذہبی فی الخیص "صحیح" ج 1 ص 360۔

۴ سنن کبریٰ امام بیہقی ج 2 ص 35 مطبوعہ اشرفیہ ملتان۔

۵ رواہ ابوداؤد ص 120 جلد 1 مطبوعہ لاہور، باب ما یستفتح بہ الصلوٰۃ من الدعاء

۶ ابن ماجہ ص 58 مطبوعہ کراچی۔

۷ رواہ الدارقطني فی ص 113۔

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ..... الخ پڑھتے۔ پھر اَعُوذُ..... الخ پڑھتے اس کو دارقطنی نے روایت کیا اور سند اس کی صحیح ہے۔ (آثار السنن)

(211) وَعَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي بَيْتِهَا فَيَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ.

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ! رسول کریم ﷺ گھر میں نماز ادا فرماتے تو پڑھتے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (پھر پڑھتے) الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (طحاوی ۲)

(212) وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ شروع کرتے تھے۔ (ترمذی ۲)

اعوذ اور بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا

بعض حضرات تعوذ و تسمیہ کے بلند آواز سے پڑھنے کے قائل ہیں حالانکہ یہ عمل بھی سنت متواترہ کے خلاف ہے۔ امام ومفرد کو تعوذ و تسمیہ آہستہ آواز میں پڑھنی چاہیے۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

(213) عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الصَّلَاةَ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

۱۔ طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 410-409 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۲۔ ترمذی ج 1 ص 160 ابواب الصلوة مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ اور ابو بکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما نماز کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم شریف، مشکوٰۃ ۳)

صحیح مسلم صفحہ 172 کی روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے۔ لَا يَذْكُرُونَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فِي أَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِي آخِرِهَا۔ یعنی بسم اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ نہ اول قرأت میں نہ آخر میں۔ اس حدیث میں بسم اللہ کے پڑھنے کی نفی نہیں۔ حافظ ابن حجر بلوغ المرام میں فرماتے ہیں۔

(214) وَفِي رِوَايَةِ الْأَحْمَدِ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ خَزِيمَةَ لَا يَجْهَرُونَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَفِي أُخْرَى لِابْنِ خَزِيمَةَ كَانُوا يُسْرُونَ وَعَلَى هَذَا بِحَمَلِ النَّفْيِ فِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ خِلَافًا لِمَنْ أَعْلَاهَا.

ترجمہ: امام احمد، امام نسائی اور ابن خزیمہ کی روایات میں یہ آیا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بلند آواز سے پکار کر نہیں پڑھتے تھے اور جو صحیح مسلم میں مذکور ہوا اس سے یہ ہی مراد ہے کہ بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے نہ یہ کہ سرے سے پڑھتے ہی نہیں تھے۔ (بلوغ المرام ۳)

اس بات کی موید امام نسائی کی نقل فرمودہ یہ حدیث ہے کہ:

(215) وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَجْهَرُ بِسْمِ اللَّهِ

۱۔ بخاری شریف کتاب الاذان ج 1 ص 103 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ مسلم شریف ج 1 ص 172 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف ص 79 مطبوعہ کراچی۔

۴۔ بلوغ المرام ص 65 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ لاہور۔

الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

ترجمہ: حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز ادا کی میں نے ان میں سے کسی کو بھی بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ (رواہ النسائی^۱)

(216) وَعَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ قَالَ سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ أَقُولُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَقَالَ لِي أَيْ بُنَيَّ مُحَدِّثُ إِيَّاكَ وَالْحَدِيثُ قَالَ وَلَمْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَانَ أَبْغَضَ إِلَيَّ الْحَدِيثُ فِي الْإِسْلَامِ يَعْنِي مِنْهُ وَقَالَ وَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقُولُهَا فَلَا تَقُلْهَا إِذَا أَنْتَ صَلَّيْتَ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

ترجمہ: عبد اللہ بن مغفل کے بیٹے سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا میرے باپ نے نماز میں مجھ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے سنا۔ تو کہا اے میرے بیٹے! بدعت ہے، بچا تو اپنے آپ کو بدعت سے۔ کہا اس نے میں نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا جو اسلام میں بدعت کا ان سے زیادہ دشمن ہو۔ کہا انہوں نے تحقیق میں نے نماز پڑھی ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اور ساتھ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے۔ پس نہیں سنا میں نے کسی کو ان میں سے جو کہتے ہوں بسم اللہ کو۔ پس تو بھی (بلند آواز سے) مت پڑھ اور جب تو نماز پڑھے تو کہہ الحمد للہ رب العالمین امام ترمذی علیہ الرحمۃ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مغفل کی حدیث حسن (نہایت اعلیٰ) ہے اور اکثر اصحاب رسول ﷺ بھی شامل

۱۔ رواہ النسائی ص 144 باب ترک الجھر بسم اللہ الرحمن الرحیم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ہیں اور تابعین بھی اسی پر عمل کرتے تھے۔ نیز سفیان ثوری، ابن مبارک، احمد اسحاق بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم اونچی آواز سے پڑھنا جائز قرار نہیں دیتے تھے بلکہ فرماتے کہ آہستہ پڑھنی چاہیے۔ (رواہ ترمذی وحسنہ) (ترمذی^۱)

قرأت کا بیان

تعوذ و تسمیہ کے بعد امام اور مفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والا سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرے اور فرضوں اور واجبات کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی سورۃ یا تین آیات مبارکہ یا ایک آیت مبارکہ جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو تلاوت کرے لیکن سورۃ الفاتحہ ہر رکعت میں پڑھے۔ اگر امام ہے تو فجر، مغرب، عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کرے باقی سب رکعتوں اور ظہر و عصر میں آہستہ پڑھے۔ نمازی اگر امام کی اقتداء میں ہو تو ثنا پڑھ کر خاموش ہو جائے۔ البتہ مفرد نماز کی ہر رکعت میں قرأت کرے اور یہ سب واجبات نماز ہیں۔ ان کے ترک سے سجدہ سہولازم ہے۔ اس بارہ میں احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(217) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَ سُوْرَتَيْنِ وَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَ هَكَذَا فِي الْعَصْرِ وَ هَكَذَا فِي الصُّبْحِ.

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ جبکہ پچھلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ ہی پڑھتے اور کبھی کبھی ہم کو (بلند آواز سے پڑھ کر) سنا دیتے۔ جس

۱۔ ترمذی ابواب الصلوٰۃ ص 160 باب ماجاء فی ترک الجھر بسم اللہ الرحمن الرحیم مطبوعہ رحمانیہ لاہور

قدر لمبی قرأت پہلی رکعت میں فرماتے دوسری رکعت میں اتنی لمبی نہ فرماتے اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح کی نماز میں فرماتے۔ (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ۳) فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرض کی صرف پہلی دو رکعتوں میں ہی الحمد شریف کے ساتھ کوئی سورۃ ملائی جبکہ دوسری دونوں رکعتوں میں صرف سورۃ الفاتحہ پڑھی۔ اور تعلیم دینے کی غرض سے کبھی کبھی بلند آواز سے بھی کوئی نہ کوئی آیت مبارکہ پڑھی تاکہ غلاموں کو معلوم ہو جائے کہ پڑھ کیا رہے ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے

اس کی ممانعت قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں! قرآن کریم میں ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ.

(اعراف 204)

”اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اُسے نہایت غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

خیال رہے کہ ابتداء اسلام میں دوران نماز بات چیت کرنا بھی جائز تھا اور مقتدی قرأت بھی کرتے تھے مندرجہ بالا آیت مبارکہ سے قرأت منسوخ ہوئی جبکہ درج ذیل آیت مبارکہ سے بات چیت منسوخ ہوئی۔

۱ بخاری ج 1 ص 105 و ص 107 باب القراءة الظہر مطبوعہ کراچی۔

۲ مسلم ج 1 ص 185 باب القراءة فی الظہر والعصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۳ مشکوٰۃ باب القراءة فی الصلوٰۃ ص 79 مطبوعہ کراچی۔

۴ پارہ نمبر 2، آیت نمبر 238۔

وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ. (2/238)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے حضور (خاموشی سے) اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو۔
(218) جیسا کہ جامع ترمذی ص 110 مطبوعہ ریاض سعودیہ باب نسخ الکلام فی الصلوٰۃ اور ابو داؤد ص 150 مطبوعہ ریاض سعودیہ باب انہی عن الکلام فی الصلوٰۃ میں حضرت سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ نماز میں باتیں کر لیا کرتے تھے ایک آدمی اپنے ساتھی کے ساتھ جو اُس کے پہلو میں کھڑا ہوتا۔ دوران نماز گفتگو کر لیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(بخاری^۱)

وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ۝ (2/238)

اس پر ہم کو خاموش رہنے کا حکم دے دیا گیا اور گفتگو کرنے سے منع فرما دیا گیا (مسلم) لیکن جب آیت مبارکہ

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

(اعراف 204)

۱ بخاری ج 2 ص 650 کتاب التفسیر مطبوعہ کراچی۔

نازل ہوئی تو مقتدیوں کو قرأت سے بھی منع فرما دیا گیا۔ چنانچہ مدارک التزیل میں ہے کہ:

وَجَمْهُورُ الصَّحَابَةِ عَلَى أَنَّهُ فِي اسْتِمَاعِ الْمُؤْتَمِّ.

ترجمہ: جمہور صحابہ کرام کا یہ ہی فرمان ہے کہ یہ آیت مبارکہ مقتدی کے قرأت امام سننے کے بارہ میں نازل ہوئی۔ (مدارک التزیل)۔

اس طرح تفسیر خازن میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض لوگوں کو امام کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے ہوئے سنا جب فارغ ہوئے تو فرمایا۔ اَمَا اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَفْقَهُوْا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنَ الخ کیا ابھی یہ وقت نہیں کہ تم اس آیت مبارکہ کا حکم سمجھو۔

غیر مقلد حضرات کے نزدیک معتبر ترین تفسیر ابن کثیر ہے۔ ذیل میں علامہ ابن کثیر علیہ الرحمۃ کا اس آیت مبارکہ کے بارہ میں تجزیہ نقل کیا جاتا ہے۔

(219) لَمَّا ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّ الْقُرْآنَ بَصَائِرٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ أَمَرَ تَعَالَى بِالْأَنْصَاتِ عِنْدَ تِلَاوَتِهِ إِعْظَامًا لَهُ وَإِحْتِرَامًا لَا كَمَا يَعْتَمِدُهُ كُفَّارُ قُرَيْشِ الْمُشْرِكُونَ فِي قَوْلِهِمْ لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ الْآيَةُ وَلَكِنْ يَتَاكَّدُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ كَمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا وَكَذَارُوا هُ أَهْلُ السُّنَنِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَيْضًا وَصَحِيحِهِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ أَيْضًا وَلَمْ يُخْرِجْهُ فِي كِتَابِهِ.

۱ مدارک التزیل ج 1 ص 628 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲ خازن ج 2 ص 286 مطبوعہ پشاور

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ قرآن شریف لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تو قرآن مجید کی عزت اور تعظیم کے لئے اس کی تلاوت کے وقت چپ رہنے کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ کفار قریش اور مشرکین کا قول تھا کہ قرآن کو نہ سنو اس میں بک بک کرو۔ لیکن یہ حکم (یعنی قرآن کی طرف کان لگانا اور چپ رہنا فرض نماز میں جبکہ امام جہر کرتا ہو، مؤکد ہے۔ جیسے کہ مسلم نے اپنی صحیح میں بروایت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ جب وہ (قرآن) پڑھے تو تم چپ رہو۔ اسی طرح اہل سنن نے اس حدیث کو بروایت ابی ہریرہ بھی روایت کیا ہے اور اس کو یعنی حدیث ابی ہریرہ کو جس میں واذا قرء فانصتوا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں صحیح کہا ہے۔ لیکن حدیث ابو ہریرہ کو اس نے اپنی صحیح میں اخراج نہیں کیا۔

(تفسیر ابن کثیر)

ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ ابن کثیر نے کس زور سے اس آیت کو نماز کے واسطے ثابت کیا ہے۔ اب صحابہ و تابعین سے اس آیت کے شان نزول کے متعلق روایتیں سنو تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس آیت میں اہل اسلام خصوصاً مقتدی مخاطب ہیں۔

(220) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوا يَتَكَلَّمُونَ فِي الصَّلَاةِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَالْآيَةُ الْآخِرَى أَمْرٌ بِالْأَنْصَاتِ.

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ نماز میں باتیں کیا کرتے تھے۔

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج 2 ص 45-244 مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

جب یہ آیت و اذا قرئ القرآن اور دوسری آیت نازل ہوئی تو نمازیوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ (ابن کثیر^۱)

(221) عَنْ بَشِيرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ صَلَّى ابْنُ مَسْعُودٍ نَاسًا يَقْرَأُ وَنَ مَعَ
الْإِمَامِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَمَا أَنْ لَكُمْ أَنْ تَفْقَهُوا أَمَا أَنْ تَعْقِلُوا وَإِذَا قُرِئَ
الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوهُ وَانصِتُوا كَمَا أَمَرَ اللَّهُ.

حضرت بشیر بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انہوں نے سنا کہ لوگ امام کے ساتھ قرآن کر رہے ہیں جب نماز ادا فرما چکے تو فرمایا کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم عقل سے کام لو اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو جس طرح کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا ہے۔ (ابن کثیر^۲)

علامہ ابن کثیر نے اس موضوع پر بڑی طویل بحث فرمائی اور احادیث نبویہ و آثار صحابہ سے ثابت فرمایا کہ یہ آیت مبارکہ مقتدی کے بارہ میں ہی نازل ہوئی کہ وہ امام کے پیچھے قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے۔ اس موضوع پر بحمد اللہ تعالیٰ اس قدر احادیث مبارکہ موجود ہیں کہ اگر محض ان ہی پر گفتگو کی جائے تو کئی سو صفحات پر بحث محیط ہو مثلاً ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱ ص 412 تا ص 414 باب من کرہ
القرآۃ خلف الامام مطبوعہ ملتان۔

(۲) مسلم شریف ج 1 ص 174 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی مع نووی۔

(۳) مسلم شریف ص 215 باب سجود التلاوة مطبوعہ کراچی مع نووی۔

۱ ابن کثیر ج 2 ص 245 مطبوعہ بیروت لبنان۔

۲ ابن کثیر ج 2 ص 245 مطبوعہ بیروت لبنان۔

- (۴) ابن ماجہ ص 61 باب اذا قرأ الامام فانصتوا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
- (۵) ترمذی جلد نمبر 1 صفحات 178, 179, 180 باب ما ترک القراۃ خلف الامام اذا جهر بالقراۃ مطبوعہ لاہور۔
- (۶) نسائی شریف ج 1 ص 146 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
- (۷) سنن دارقطنی جلد نمبر 1 صفحات 435 تا 447 باب ذکر قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان لہ امام فقرأ لہ الامام لہ قراۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
- (۸) مدارک التنزیل ج 1 ص 628 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
- (۹) تفسیر خازن ص 286 مطبوعہ پشاور۔
- (۱۰) تفسیر ابن کثیر جلد نمبر 2 ص 45-244 مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

- (۱۱) تفسیر ابن عباس ص 113 مطبوعہ تاج کتب خانہ مردان۔
- (۱۲) موطا امام مالک ص 68 مطبوعہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی۔
- (۱۳) جوہر النقی ج 2 ص 159 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

محترم قارئین کرام:

آپ خود ہی اندازہ فرمائیں کہ اگر مذکورہ بالا کتب احادیث و تفاسیر سے بغیر کسی تبصرہ کے محض عبارات ہی نقل کرتا چلا جاؤں تو نہ معلوم یہ بحث کتنی طویل ہو جائے کیونکہ مذکورہ الذکر بعض کتب میں اس موضوع پر مستقل ابواب ”قرأت خلف الامام“ موجود ہیں اور ہر باب میں کئی کئی روایات ہیں۔ اس قدر طویل گفتگو غیر مفید ہوگی کیونکہ اگر کوئی نہ ماننے پر آہی جائے تو پھر اپنی آنکھوں کے سامنے چاند کو دو ٹکڑے ہوتا ہوا دیکھ کر بھی نہیں مانتا۔

لیکن اگر مقدر میں ہدایت ہو تو عمل کے لئے اشارہ بھی کافی ہوتا ہے۔
بایں ہمہ ”قرأت خلف الامام“ کے اس موضوع پر کچھ احادیث مبارکہ نقل کی جاتی
ہیں ملاحظہ ہوں۔

(222) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے
ہمیں حکم دیا کہ ”اِذَا قَرَأَ الْاِمَامَ فَاَنْصِتُوْا وَاِذَا قَالَ غَيْرَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ
وَلَا الضَّالِّينَ قُوْلُوْا آمِيْنَ“۔ (مسلم ۱)

جب امام قرأت کرے تو تم خاموشی سے سنبو جب امام غیر المغضوب
عليهم والاضالين کہے تو تم آمین کہو۔

یہ روایت صحیح مسلم شریف کے علاوہ درج ذیل کتب احادیث میں بھی
موجود ہیں۔

(ابوداؤد^۱، مسند احمد^۲، دارقطنی^۳، بیہقی^۴، ابن ماجہ^۵، صحیح ابوعوانہ^۶)

فائدہ: اگر غور کیا جائے تو اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ سورۃ فاتحہ شریف
پڑھنا امام کا کام ہے جبکہ خاموشی سے سننا اور اختتام فاتحہ پر آمین کہنا مقتدیوں کا
کام ہے اس حدیث کو درج ذیل آئمہ نے صحیح فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام مسلم، امام نسائی، ابن جریر، ابن حزم، منذری،

۱۔ مسلم شریف ص 74 ج 1۔

۲۔ ابوداؤد جلد 1 ص 140۔

۳۔ مسند احمد جلد 1 ص 450۔

۴۔ دارقطنی جلد 1 ص 125۔

۵۔ بیہقی جلد 2 ص 155۔

۶۔ ابن ماجہ ص 61۔

۷۔ صحیح ابوعوانہ ص 174۔

حافظ ابن کثیر، اسحاق بن راہویہ، ابو بکر بن اثرم، حافظ ابن حجر، ابو زرعہ رازی، موفق الدین بن قدامہ، شمش الدین بن قدامہ، ابو عوانہ ابن خزیمہ اور امام ابو عمر بن عبدالبر، علاوہ ازیں ابن تیمیہ اور نواب صدیق خان بھوپالی (نامور غیر مقلد) نے اس حدیث پاک کو صحیح قرار دیا۔

لطیفہ: غیر مقلد حضرات کا کہنا ہے کہ فاتحہ شریف کے بغیر نماز بالکل نہیں ہوتی خواہ امام کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو۔ ہر حال میں فاتحہ پڑھے نیز یہ کہ مقتدی آمین بھی بلند آواز سے کہے اس پر ایک بڑا دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے کہ!

اگر مقتدی پر فاتحہ شریف کا پڑھنا بھی ضروری ہو اور بلند آواز سے امام کے ولا الضالین پر آمین کہنا بھی تو بتایا جائے کہ اگر امام مقتدی سے پہلے فاتحہ شریف پڑھ لے مقتدی ابھی درمیان میں ہی ہو تو آمین کہنا قرآن کریم میں اضافہ کا باعث ہوگا اور یہ عمل حرام ہے۔ علاوہ ازیں آمین بھی دوبار کہنا پڑے گا ایک درمیان اور دوسرا آخر میں جبکہ امام صاحب کوئی اور سورۃ پڑھ رہے ہوں گے علاوہ ازیں قرآن کریم کی تلاوت ہو رہی ہو تو سننا فرض ہے اس کا انکار کفر ہے۔ لیکن اگر مقتدی امام سے پہلے سورۃ فاتحہ پڑھ لے گا تو اپنی آمین کب کہے گا اور امام کے ولا الضالین پر کب کہے گا۔ کیوں کہ وہ تو اپنی پڑھ رہا ہے۔ ایک ہی وقت میں یہ پڑھنا اور سننا کیا ہوگا۔ اگر کہا جائے کہ امام کے وقفوں میں پڑھ لے تو کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت کیا جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہو یا اجازت دی ہو۔ اگر یہ ثابت نہیں تو یہ عمل بدعت ہو اور آپ کے نزدیک بدعت گمراہی ہے۔ یاد رکھئے جن احادیث میں فاتحہ شریف پڑھنے کا حکم ہے وہ تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے یا امام کے لئے ہے مقتدی کے لئے صراحتاً کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں بعض حضرات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس

قول کا سہارا لیتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ”اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ“ یعنی اس کو اپنے دل میں پڑھ لیا کرو۔ اگر اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہو تو سمجھنا مشکل نہیں کہ قرأت میں زبان کو حرکت دینا ضروری ہے ورنہ قرأت نہ ہوگی۔ محض تصور اور نیت ہوگی اگر کوئی تنہا پڑھنے والا یا امام اس قسم کی قرأت کرے گا تو نماز باطل ٹھہرے گی کہ فرض کا تارک ٹھہرا۔ خود غیر مقلد حضرات اس پر بڑی لے دے کرتے ہیں کہ اگر کسی نے نیت کے الفاظ زبان سے کہہ دیئے تو بدعت ہوگی اس لئے کہ نیت دل سے ہوتی ہے اور قرأت زبان سے۔ نماز کی ابتداء میں نیت کرنی ہے قرأت نہیں مگر اس جگہ دل میں پڑھی گئی فاتحہ کو انہوں نے قرأت کیسے مان لیا؟.....

بے خرد کا نام رکھ دیا جنوں اور جنوں کا نام خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

در اصل معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنا تمام تر دھیان اسی طرح جمائے رکھو کیونکہ آگے حدیث کے الفاظ بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ (ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) (223) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے۔ (یعنی) وہ مانگتا ہے میں عطا فرماتا ہوں کہ میرے بندے نے میری تعریف کی، اور جب نمازی الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری صفات بیان کیں اور جب مالک یوم الدین کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور مزید فرماتا ہے کہ میرے بندے نے اپنے سب کام میرے سپرد کر دیئے اور جب نمازی ایاک نعبد وایاک نستعین کہتا ہے تو اللہ عزوجل فرماتا ہے

یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان معاملہ ہے میرا بندہ مجھ سے جو مانگے گا میں اسے عطا فرماؤں گا اور جب نمازی اھدنا لصراط سے آخر ولا الضالین تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ یہ سب میرے اس بندے کے لئے ہے اور یہ جو کچھ طلب کرے گا وہ اُسے دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم^۱)

تجزیہ: نماز میں خشوع اور خضوع ہی اصل روح ہے مذکورہ بالا حدیث پاک میں اسی بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ نماز پوری دلجمعی اور اخلاص کے ساتھ اس تصور کو سامنے رکھتے ہوئے پڑھو کہ تم اپنے رب کے حضور اپنی گذارشات عرض کر رہے ہو اور تمہارا پروردگار اپنی شان کریمی سے تمہاری معروضات کو سماعت فرما رہا ہے۔

(224) ایک دوسری روایت میں ہے کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کیا گیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ فرمائیے۔ احسان کسے کہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ اَنْ تَعْبُدَ رَبَّكَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ۔ (صحیح بخاری^۲)

تو اپنے رب کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے اگر یہ بات تیرے لئے ممکن نہ ہو تو پھر یقین رکھ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ مسلکی ہٹ دھرمی سے بالاتر ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو ذہن میں رکھ کر ذرا غور فرمائیے کہ اگر بندہ اس قدر انہماک اور خشوع و خضوع سے سورۃ الفاتحہ شریفہ کی تلاوت کر رہا ہو اور جان رہا ہو کہ اب میرا پالنے والا رحیم و کریم مولا میری ان گزارشات پر مجھے جواب بھی ارشاد فرما رہا ہے تو کیا اس کا دھیان کسی اور طرف جاسکتا ہے۔

یقیناً آپ کا جواب ہو گا کہ نہیں۔ ہرگز نہیں وہ تو دنیا و مافیہا سے بے خبر مشغول نماز ہے۔ (جس طرح حضرت امام زین العابدین نماز ادا فرما رہے تھے

۱۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 170-169 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ صحیح بخاری ج 1 ص 12 مطبوعہ کراچی۔

کہ مکان کی چھت کو آگ لگ گئی۔ بہت سے لوگوں نے جمع ہو کر آگ بجھا دی آپ بدستور نماز پڑھتے رہے بعد از نماز پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے تو عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کے مکان کی چھت کو آگ لگ گئی اور آپ کو خیمہ تک نہ ہوئی۔ تو فرمانے لگے میں نماز پڑھنے میں ایسا مشغول تھا کہ اللہ کی قسم مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ چلو مانا کہ ہماری نماز ایسی پر کیف نہیں پھر بھی ایسی صورت میں ہم غور سے امام کی قرأت سن سکتے ہیں کہ جس کا سننا اور اس میں غور کرنا فرض ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ”فَاسْتَمِعُوا لِلَّهِ وَانصِتُوا“ تلاوت قرآن مجید کو غور سے سنو اور خاموش رہو۔ اگر اس اخلاص سے پڑھنا اور غور سے سننا اور خاموش رہنا یہ سب کچھ غیر ممکن ہے۔ پھر آپ کو حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم مبارک ”اِقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ“ پر غور کرنا ہوگا کہ اس جگہ دراصل مراد یہ ہے کہ جب امام سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہو تو اُس کو پورے غور اور محبت سے سن اور دل ہی دل میں یہ تصور کر کہ گویا میں بھی اس کے ساتھ ساتھ یوں ہی عرض کر رہا ہوں نہ کہ زبان سے پڑھنا شروع کر دے اور جب وہ الحمد شریف پوری پڑھ چکے تو کیف و جذبات کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر پورے اخلاص و محبت سے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تو بھی اپنی زبان سے کہہ کہ آمین۔

کیونکہ: سورۃ الفاتحہ دعا ہے۔ دعاء میں خشوع و خضوع تب ہی ممکن ہے کہ یا تو دعائے مانگنے والا پورے اخلاص سے خود ہی دعائے مانگے یا پھر کسی دعائے مانگنے والے کی دعا کو پوری دلجمعی سے سنے اور چلا کر نہیں بلکہ جذبات کیف و سرور کی رو میں بہتے ہوئے محبت اور آہستگی سے کہے۔ آمین۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

کتب احادیث میں جا بجا جب یہ روایت موجود ہے کہ ”لَا صَلَوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ یعنی سورۃ فاتحہ کے پڑھے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ تو مقتدی کی نماز بغیر فاتحہ پڑھے کیسے ہو جائے گی۔

حقیقت کیا ہے؟

یہ ایک عیاں حقیقت ہے کہ قرآن کریم تیس (23) سال نازل ہوتا رہا۔ عبادت کے طور طریقے کچھ نہ کچھ بدلتے رہے۔ اس لئے کسی ایک آدھ حدیث مبارکہ کو اپنا کر باقی سب کو نظر انداز کر کے دینی مسائل کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ بلکہ اس مسئلہ کے بارہ میں جس قدر روایات ہوتی ہیں ان سب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ فقہائے کرام کا یہی وہ نشانِ عظمت ہے جو ان کو دوسروں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ ایک سطحی علم رکھنے والا معمولی انسان چند احادیث مبارکہ پڑھ کر خود ہی اپنے فہم و ذوق کے مطابق کوئی مراد متعین کر کے اُس پر عمل شروع کر دیتا ہے اور اسی نسبت سے بے چارہ سمجھتا ہے کہ میں ”اہل حدیث“ ہوں حالانکہ اُس غریب کو علم نہیں ہوتا کہ وہ کئی دوسری روایات کا منکر ہو چکا ہے۔ یاد رکھیے کہ فی الحقیقت احادیث مبارکہ پر صحیح عمل کرنے والے وہ لوگ ہیں کہ جن کا علمی افق اتنا وسیع ہے کہ ہر مسئلہ پر متعلقہ آیات و احادیث اور عمل صحابہ پر اُن کی نظر ہے اور اسی کے مطابق اُن کا عمل ہے۔

اب آئیے مذکورۃ الذکر حدیث کے بارہ میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے اس کو کس طرح سمجھا۔

(225) حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ جو کہ رسول اللہ ﷺ کے نہایت مشہور اور

جید صحابی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ:

”مَنْ صَلَّى رُتُوعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ وَرَاءَ الْإِمَامِ“ (ترمذی، موطا)

جس کسی شخص نے نماز پڑھتے ہوئے ایک رکعت میں بھی سورۃ فاتحہ پڑھی اس کی نماز درست نہ ہوئی۔ ہاں البتہ امام کے پیچھے ہو تو ہو جائے گی۔

امام ترمذی نے اس حدیث پاک سے پچھلی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے امام بخاری علیہ الرحمۃ کے استاد محترم حضرت امام احمد کا فرمان عالی شان نقل فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارک کا یہ وہ مفہوم ہے جو ایک جلیل القدر صحابی نے سمجھا کہ ”لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ“ حدیث تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے (مقتدی کے لئے نہیں) (ترمذی)

(226) سنن ابو داؤد میں ہے ”لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا، قَالَ سُفْيَانُ لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ“ حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ لا صلوة..... الخ (والی حدیث) اکیلے نماز پڑھنے والے کے بارہ میں ہے۔

(سنن ابی داؤد)

(نوٹ:- حضرت سفیان صحابی نہیں ہیں)

(227) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”كُلُّ صَلَاةٍ لَا يَقْرَأُ فِيهَا بِأَمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خَدَاجٌ إِلَّا صَلَاةُ“

۱۔ ترمذی باب ترک القراءة خلف الامام ج 1 ص 180 مطبوعہ لاہور۔

۲۔ موطا امام مالک باب تجب قرۃ فاتحہ الكتاب ص 66 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ ترمذی باب ما ترک القراءة خلف الامام ج 1 ص 180 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۴۔ سنن ابی داؤد شریف ج 1 ص 127 مطبوعہ لاہور۔

لَفَّ الْإِمَامَ“۔ (رواہ البیہقی^۱)

ہر وہ نماز کہ جس میں الحمد شریف نہ پڑھی جائے وہ ناقص نماز ہے
وائے اس نماز کے کہ جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔ (یعنی وہ ناقص نہیں)
(228) اسی طرح مفسر قرآن اور جید صحابی حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
انہما سے مرفوعاً منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ”كُلُّ صَلَاةٍ لَا يَقْرَأُ
بِهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ“ (ایضاً) ہر وہ نماز جس میں
ورۃ الحمد نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں ہوتی سوائے اس نماز کے کہ جو امام کے پیچھے
پڑھی جائے یعنی امام کے پیچھے سورۃ الحمد نہ پڑھے۔

(229) حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارہ
س پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ ”لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ“۔ (صحیح مسلم^۲)
امام کے ساتھ قرأت (یعنی قرآن کریم) سے کچھ نہیں پڑھا جائے گا۔
(مسلم^۳)

(230) حضرت عبداللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر
حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا تو
انہوں نے فرمایا ”لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ مِّنَ الصَّلَاةِ“ (یعنی
قرآن کریم سے) امام کے پیچھے دوران نماز کچھ نہ پڑھ۔ (رواہ الطحاوی^۴)

۱۔ رواہ البیہقی۔

۲۔ صحیح مسلم باب سجود التلاوة ج 1 ص 215 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ مسلم شریف باب مذکورہ۔

۴۔ رواہ الطحاوی ج 1 ص 450 مطبوعہ لاہور۔

فائدہ: ان ساری روایات سے پتہ چلا کہ امام کے پیچھے قرآن کریم کی تلاوت درست نہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص کم از کم سورۃ الفاتحہ کو قرآن کریم سے خارج کرنے کی جرأت تو نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے اسی میں عافیت ہے کہ مان لیا جائے کہ امام کے پیچھے فاتحہ شریف اور سورۃ نہیں پڑھنی چاہیے۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ دس صحابہ کرام امام کے پیچھے قرآن کریم کی تلاوت کو بڑی سختی سے منع فرماتے تھے۔ یعنی حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمن، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (عمدة القاری)

سری اور جہری کا جھگڑا

بعض حضرات ڈھیروں دلائل سننے کے بعد آہستہ سے کہہ دیتے ہیں کہ جناب یہ سارے کے سارے دلائل جہری (یعنی بلند آواز سے تلاوت والی) نمازوں کے پارہ میں ہیں سری میں یعنی جن میں بلند آواز سے امام قراۃ نہیں کرتا ان میں پڑھ لینی چاہیے۔ اس لئے مناسب ہے کہ اس مسئلہ کو بھی حل کر ہی لیا جائے۔

(وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ)

(231) وہ حضرات دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ کہا تم میں سے کسی نے ابھی اس نماز میں میرے ساتھ قرأت کی ہے تو ایک شخص نے عرض کیا کہ جی میں نے قرأت کی ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ

میں (دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں یہ کھینچا تانی کیوں ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے بعد جن نمازوں میں آپ بلند آواز سے قرأت فرماتے تھے۔ لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے قرأت بالکل ترک کر دی۔ (موطا)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأت صرف اس نماز میں نہ کی جائے جو جہری ہے کہ امام سے ”منازعت“ کھینچا تانی ہوتی ہے سری میں کر لی جائے۔
جوابِ دلیل:

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابی بلند آواز سے تلاوت نہیں کر رہے تھے ورنہ یہ پوچھنے کی نوبت نہ آتی کہ کون پڑھ رہا تھا کہ ”أُذَاعُ الْقُرْآنِ“ کہ قرآن میرے سے منازعت کیا جا رہا تھا۔ پھر صحابہ کا یہ کہنا کہ ہم نے پیچھے پڑھنا چھوڑ دیا۔ دلیل ہے کہ آہستہ ہی پڑھا جایا کرتا تھا۔ انہوں نے اس کو بھی ترک کر دیا ورنہ صحابہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بلند آواز سے تو نہیں پڑھتے تھے۔
لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مقتدی کی قرأت امام پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے سارے صحابہ نے پڑھنا چھوڑ دیا تھا اور یہ ”منازعت“ کھینچا تانی جو امام کے پیچھے مقتدی کے پڑھنے سے ہوتی ہے اس کو کوئی دوسرا نہ جان سکا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے نگاہِ نبوت سے ملاحظہ فرمایا۔ جس طرح:

(232) حضرت رفاع بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو کہا ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ اس پر ایک آدمی نے کہہ دیا ”رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا“

۱۔ موطا امام مالک باب ترک القراءة خلف الامام ص 69 مطبوعہ نور محمد کراچی۔

کَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ“ جب آپ ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو فرمایا تم میں سے کون تھا جس نے یہ جملہ کہا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے کہا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”رَأَيْتُ بِضْعَةَ وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَتَدَرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ“ میں نے تیس (30) سے زیادہ تعداد میں فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تیرا ثواب لکھنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ سب سے پہلے کون لکھتا ہے۔ (بخاری، مشکوٰۃ ۲)

سبحان اللہ تعالیٰ یہ ہے نگاہ نبوت کی عظمت کہ میرے آقا رسول عربی ﷺ نے اُس چیز کو بھی دیکھ لیا جسے کسی دوسرے انسان کی آنکھ نہ دیکھ سکی۔ اسی طرح امام و مقتدی کے ایک ہی وقت میں تلاوت کرنے پر جو قرآن کریم کی ”منازعت“ ہوتی ہے اس کو دیکھ گیا اور اس منازعت (تنازعہ) کو ناپسند فرمایا۔ اس کی تائید ان احادیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ:

(233) ایک دن رسول اللہ ﷺ نماز عصر پڑھا رہے تھے۔ مقتدیوں میں سے ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے پڑھنے لگا تو اس کے ساتھ والے نے اسے ڈرا دبا دیا تا کہ وہ قرأت سے باز آجائے جب نماز مکمل ہو گئی تو اُس شخص نے اپنے ساتھ والے سے پوچھا کہ دوران نماز تو نے مجھے کیوں چھیڑا یعنی دبایا تھا تو اس منع کرنے والے صحابی نے فرمایا چونکہ رسول اللہ ﷺ تیرے امام تھے اور میں نے اس بات کو نہایت نامناسب جانا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت کرو۔ جب یہ قضیہ بارگاہ اقدس میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَإِنَّ

۱ بخاری ج 1 ص 110 باب فضل ربنا لک الحمد، مطبوعہ کراچی۔

۲ مشکوٰۃ ص 82 مطبوعہ کراچی۔

قِرَاتَهُ لَهُ قِرَاءَةٌ“ جس کے لئے امام ہے تو پھر امام کی قرأت ہی اس کو کافی ہے۔
(موطا امام محمدؑ)

معلوم ہوا کہ سری نمازوں میں بھی امام کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہیے۔
یہی حدیث دوسری جگہ ان الفاظ میں ہے۔

(234) عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ رَجُلٌ خَلْفَهُ يَقْرَأُ فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَنْهَاهُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ اتُّهِنَا نِي عَنْ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَتَنَازَعَا. حَتَّى ذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ.

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی جبکہ ایک آدمی آپ ﷺ کے پیچھے پڑھتا تھا تو ایک صحابی نے اس کو منع فرمایا کہ نماز میں امام کے پیچھے نہ پڑھ تو وہ آدمی بولا کیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پڑھنے سے منع کرتا ہے اس بات پر دونوں کا آپس میں تنازعہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ جھگڑا بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں پیش ہوا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس میں شک نہیں کہ امام کا پڑھنا اس مقتدی کا پڑھنا ہے۔ (کتاب الآثارؒ) (یعنی مقتدی نہ پڑھے)

(235) حضرت سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے ہم کو نماز ظہر یا عصر پڑھائی ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے پڑھ رہا تھا جب آپ نماز ادا فرما چکے تو فرمایا ”أَيْكُمْ قَرَأَ سَبَّحَ اسْمَ رَبِّكَ

۱۔ موطا امام محمد ص 101-100 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲۔ کتاب الآثار امام محمد ص 26 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

الْأَعْلَى قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا وَلَمْ أَرَادِ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ
 قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ قَدْ خَالَجَنِهَا "میرے پیچھے تم میں سے کس شخص نے
 سَبَّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى (یعنی سورۃ اعلیٰ) پڑھا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا
 کہ میں نے پڑھا تھا اور میری نیت ثواب کے سوا کچھ نہ تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا
 یقیناً مجھے ایسے معلوم ہوا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھ سے قرآن کریم چھین رہا ہے۔
 (سنن نسائی ۱)

فائدہ: معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے نہ نماز ظہر میں تلاوت قرآن کریم کی جائے
 اور نہ ہی نماز عصر میں ورنہ امام و مقتدی کی قرأت میں "منازعت" جھگڑایا کھینچا
 تانی ہوگی۔ ممکن ہے کہ اس جگہ کوئی صاحب یہ ارشاد فرمائے کہ اُس آدمی نے بلند
 آواز سے پڑھا ہوگا اسی لئے تو حضور اکرم ﷺ کو پتہ چل گیا کہ سورۃ الاعلیٰ کی
 تلاوت کی جا رہی ہے تو ان حضرت کی خدمت میں عرض ہے کہ جناب انہوں نے
 بلند آواز سے نہیں پڑھا تھا لیکن میرے آقا ﷺ نے نگاہ نبوت سے ملاحظہ فرنا لیا
 تھا کہ کیا پڑھا گیا ہے اگر آپ کو یقین نہ آئے تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے پوچھ لیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

(236) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا صَلَاةَ الظُّهْرِ فَقَرَأَ رَجُلٌ مِنَ النَّاسِ فِي نَفْسِهِ
 فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَالَهُ ثَلَاثًا فَقَالَ الرَّجُلُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا
 كُنْتُ أَقْرَأُ فَقَالَ أَقُولُ مَالِي أَنْزِعِ الْقُرْآنَ أَمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ قِرَاءَةَ إِمَامِهِ
 إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُوتَمَّ بِهِ فَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا. (بیہقی ۲)

۱ سنن نسائی باب ترک القراءة خلف الامام ج 1 ص 146 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ بیہقی۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے نماز ظہر ادا فرمائی تو ایک آدمی نے اپنے جی میں (یعنی بہت ہی آہستہ کہ کسی کو نہ سنے) قرآۃ کی تو نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کس نے میرے ساتھ پڑھا حضور اکرم ﷺ نے تین مرتبہ پوچھا تو ایک آدمی نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں نے پڑھا تھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں کہتا تھا کہ مجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ سے قرآن چھینا جا رہا ہے۔ کیا تم لوگوں کو امام کی قرأت کافی نہیں ہے۔ غور سے سنو امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اُس کی اقتداء کی جائے اور جب وہ (قرآن کریم) پڑھے تو تم خاموش رہو۔ (بیہقی)

فائدہ: الحمد للہ اس حدیث پاک سے بھی حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کہ امام کے پیچھے (ظہر و عصر میں بھی) آہستہ آہستہ بھی نہیں پڑھا جائے گا تا کہ قرآن کریم میں چھینا چھینی نہ ہو اور یہ ”منازعت“ ہمیں نظر نہیں آتی۔ اسے صرف نگاہِ مصطفیٰ ﷺ ہی دیکھتی ہے ہمارا کام تو بس اُن کے حکم پر سر جھکانا ہے۔

صحابہ اور تابعین کی برہمی:

جو کوئی آدمی رسول اللہ ﷺ کے اس حکم پر سر نہیں جھکاتا اس کے بارہ میں صحابہ و تابعین نے کیا فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں۔ منقول ہے کہ!

وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلْتَمِي فُوهُ تُرَابًا .

علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے اے کاش کہ اس کا مونہہ مٹی سے بھر دیا جائے۔ (طحاوی^۱)

^۱ طحاوی (عربی اردو) ج 1 ص 450 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

قَالَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلِيَّ
الْفِطْرَةَ.

ترجمہ: حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قراۃ کرتا ہے وہ دین فطرت پر ہی نہیں ہے۔ (رواہ الطحاوی^۱)

وَأُخْرِجَ عَنْ سَعْدِ قَالَ وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي
فِيهِ جَمْرَةٌ. (عمدة القاری^۲)

ترجمہ: حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے پڑھتا ہے اس کے مونہہ میں کنکر ہو۔ (جمہرہ کا ترجمہ آگ کا انگارہ بھی ہے)

وَأُخْرِجَ عَنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ أَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لَيْتَ
فِي فَمِ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ حَجْرًا.

ترجمہ: حضرت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے پڑھے۔ اے کاش! اُس کے مونہہ میں پتھر ہوں۔ (موطائے^۳)

وَأُخْرِجَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ
الْإِمَامِ فَلَا صَلَوةَ لَهُ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام پیچھے پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (موطائے^۴)

۱۔ رواہ الطحاوی ص 450 مطبوعہ لاہور دار قطنی ص 45-44 مطبوعہ نشر النیۃ ملتان۔

۲۔ عمدة القاری شرح بخاری ص 67۔

۳۔ موطا امام محمد ص 102 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۴۔ موطا امام محمد ص 102، مطبوعہ کراچی۔

وَأُخْرِجَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ لَانَ أَعْضَ عَلَى جَمْرَةَ أَحَبُّ
إِلَى مِنْ أَقْرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ.

حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں کہ میں آگ کا انگارہ نکل جانا اس
بات سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔ (خیال رہے کہ
علقمہ بن قیس تابعی ہیں)۔ (موطأ)

محترم قارئین کرام!

مختلف کتب کے حوالہ سے جو کچھ میں نے نقل کیا وہ آپ کے سامنے
ہے اور اس پر عمل کا فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل ہمیں وہ نماز
پڑھنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے جو فرمانِ نبوی ﷺ کے عین مطابق ہو اور
بارگاہِ رب العزت میں شرف قبول سے نوازی جائے۔ آمین۔

اہم نوٹ:- عام قارئین کو مطلع کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ امام بخاری علیہ
الرحمۃ نے قراۃ خلف الامام کے موضوع پر بعض روایات کو ایک رسالہ میں جمع فرمایا
ہے جس میں بکثرت ضعیف روایات بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے ان
کو اپنی صحیح بخاری میں نقل نہیں فرمایا۔ بایں ہمہ اس رسالہ میں امام کے پیچھے پڑھنا
اور نہ پڑھنا دونوں ثابت ہیں عموماً غیر مقلد حضرات اس رسالہ کی ضعیف روایات
نقل کر کے لوگوں کو تاثر دیتے ہیں کہ امام بخاری نے یہ فرمایا ہے، امام بخاری نے
وہ فرمایا ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو امام بخاری نے اسے
بخاری میں نقل کیوں نہ فرمایا۔ (اللہ تعالیٰ ہدایت دے)

آمین کہنے کا بیان

احناف کے نزدیک ہر نمازی کو فاتحہ شریف کے اختتام پر نہایت خشوع و خضوع سے آہستہ آمین کہنا چاہیے۔ اگر مقتدی ہے تو امام کی قرأت سے خود نہ پڑھے اور جب امام **وَلَا الضَّالِّينَ** کہے تو فوراً بعد امام بمع مقتدی آہستہ آمین کہیں۔ یہی بہت بہتر ہے۔ اس موضوع پر دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

(237) حضرت سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

إِذْ قَالَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ آمِينَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

ترجمہ: تم میں سے جب کوئی نماز میں آمین کہتا ہے تو آسمانوں پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ جب ان میں سے ایک کی آمین دوسرے کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم، بخاری)

(238) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ. فَقُولُوا آمِينَ. فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَقُولُ آمِينَ. وَإِنَّ الْإِمَامَ يَقُولُ آمِينَ. فَمَنْ وَافَقَ تَامِينَ الْمَلَائِكَةَ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو تم آمین کہو اس لئے کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ تو جس کا آمین کہنا

۱ صحیح مسلم ج 1 ص 176 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ صحیح بخاری باب فضل التَّامِينَ ج 1 ص 108 مطبوعہ کراچی۔

فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے گا اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔
(داری^۱، نسائی^۲، مسند امام^۳)

اسی طرح بہت سی احادیث مبارکہ میں وَلَا الضَّالِّينَ کے بعد آمین کہنے کا حکم ہے۔ چونکہ آمین کہنا پوری دعا مانگنے کے مترادف ہے۔ جس طرح کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ ”آمین دعا ہے آمین تفصیل کے بعد اختصار کے قائم مقام ہے“ امام نے فاتحہ پڑھتے ہوئے اپنے مطالب و مقاصد کو تفصیلاً ذکر کیا اس آمین کہنے والا صرف یہ کلمہ کہتا ہے جو ساری دعاء کو شامل ہے۔

(فتح الباری^۴)

آمین کا معنی ہے كَذَلِكَ يَكُونُ یعنی (اے اللہ تعالیٰ) جو کچھ اس نے کہا ہے وہی کچھ ہو جائے نیز یہ بھی معنی ہے کہ اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ۔ یعنی اے اللہ تعالیٰ تو اس دعا کو قبول فرما۔ اس لئے ہم (حنفیہ) کہتے ہیں کہ جب امام سورۃ الفاتحہ کی شکل میں دعا مانگ رہا ہو تو مقتدی خاموش رہیں اور جب وہ دعا مانگ چکے تو پست آواز سے آمین کہیں۔

کیونکہ: آمین کہنے میں فرشتوں کی موافقت کا حکم دیا گیا ہے اور موافقت دو طرح کی ہوتی ہے۔ (نمبر 1) وقت (نمبر 2) انداز۔ ظاہر ہے کہ وَلَا الضَّالِّينَ کے فوراً بعد آمین کہنے کا حکم ہے اور فرشتے بھی اسی وقت کہتے ہیں اس لئے یہ

۱۔ داری ج 1 ص 314 باب فضل التامین مطبوعہ کراچی۔

۲۔ نسائی ج 1 ص 147 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳۔ مسند امام احمد ج 3 ص 218 طبع جدید ج 2 ص 459 مطبع قدیم مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

۴۔ فتح الباری شرح بخاری جلد 2 ص 263 مطبوعہ دارالنشر الکتب اسلامیہ لاہور۔

وقت میں موافقت تو ہر کسی کو میسر ہے ضرورت ہے کہ انداز میں بھی موافقت ہو چونکہ فرشتوں کی آمین سنائی نہیں دیتی اس لئے موافقت یہ ہے کہ تمہاری آمین بھی سنائی نہ دے بلکہ آہستہ کہو۔

حق یہی ہے:

کہ بلند آواز سے آمین کہنے پر مشتمل جتنی روایات ہیں ان میں کوئی بھی جرح اور تنقید سے خالی نہیں۔ قارئین کرام آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ صحیح بخاری شریف میں امام بخاری علیہ الرحمہ نے یہ باب تو باندھا کہ ”جَهْرَ الْإِمَامِ بِالتَّامِينَ“ یعنی امام کا بلند آواز سے آمین کہنا۔ مگر اس باب میں حضور اکرم ﷺ کا ایک بھی مرفوع ارشاد نقل نہ فرمایا محض حضرت عطا اور حضرت نافع کا قول نقل کیا اور بس۔ اسی طرح بخاری شریف کے باب جَهْرِ الْمَأْمُومِ بِالتَّامِينَ یعنی مقتدی بلند آواز سے آمین کہے۔ اس باب کے تحت امام بخاری نے جو حدیث پیش کی ہے وہ نقل کی جاتی ہے۔ آپ خود ہی تلاش فرمائیں کہ اس میں ”جَهْرَ“ بلند آواز کا حکم کہاں ہے۔

(239) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ. فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو تم آمین کہو۔ اس لئے کہ جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہوگا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری)

۱۔ صحیح بخاری کتاب الاذان ج 1 ص 108 باب جهر المأموم بالتأمين مطبوعہ کراچی۔

فائدہ: ملاحظہ فرمائیں کہ اس عبارت سے تو حنفیہ کے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ آمین اس طرح کہو جس طرح فرشتے آمین کہتے ہیں۔ نہ کہ فرشتوں کی مخالفت کرتے ہوئے بلند آواز سے کہو۔ بعض حضرات بخاری شریف کے علاوہ کسی حدیث کی کتاب کو اہمیت ہی نہیں دیتے۔ جھٹ کہتے ہیں کہ بخاری میں ہے۔ اُن سے گزارش ہے حضرت اول سے لے کر آ کر تک بخاری شریف کو کئی مرتبہ پڑھ لیں اور تلاش کریں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بھی صحیح روایت نہیں ملے گی کہ جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ جب امام وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو تم باند آواز سے آمین کہا کرو۔ یقیناً آپ کو کوئی بھی حدیث نہیں ملے گی۔ اس لئے کہ امام بخاری کو کوئی ایسی صحیح حدیث ملی ہی نہیں ورنہ وہ اپنی صحیح میں ضرور درج کرتے اور یہ ہی حال دوسری کتب احادیث کا ہے۔ اسی لئے مشہور محدث اور فقیہ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ”لَمْ يَثْبِتِ الْجَهْرُ بِالتَّامِينَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَنْ خُلَفَاءِ أَرْبَعَةٍ وَمَا جَاءَ فِي الْبَابِ فَهُوَ لَا يَخْلُو مِنْ شَيْءٍ“ بلند آواز سے آمین کہنے کا حکم نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی چاروں خلفاء راشدین سے اور اس سلسلہ میں جو کوئی روایت پیش کی جاتی ہے وہ جرح و تنقید سے خالی نہیں۔ (آثار السنن)

تعلیم امت: اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ بلند آواز سے آمین کہنے کا حکم حضور اکرم ﷺ سے اگرچہ ثابت نہیں لیکن یہ تو ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے بعض اوقات آواز کھینچ کر اس طرح آمین کہا کہ پہلی صف والوں نے سن لیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل تعلیم امت کے لئے تھا مثلاً دیکھئے بخاری شریف میں ہے۔

(240) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ

ل آثار السنن جلد 1 ص 122 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَةَ مَعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ
الصَّلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطِيلُ فِي
الرَّكْعَةِ الْأُولَى.

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ نے اپنے والد محترم سے روایت کیا کہ نبی
کریم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ پڑھا
کرتے تھے اور اسی طرح نماز عصر میں بھی اور کبھی کبھی کوئی آیت (بلند آواز سے
پڑھ کر) ہمیں سنا دیا کرتے تھے۔ اور پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے لمبی
قرأت فرماتے۔ (بخاری)

ملاحظہ فرمائیں کہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی
کبھی نماز ظہر اور نماز عصر میں بھی کوئی آیت لوگوں کو سنانے کے لئے بلند آواز
سے بھی پڑھا کرتے تھے۔ تو کیا آج کوئی غیر مقلد یا اہل حدیث ہونے کا دعویٰ
دار اس حدیث پر اسی انداز میں عمل کرتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس حدیث پر اس انداز
سے عمل نہیں کیا جاتا۔ سبب اس کا یہی ہے۔ یہ عمل حدیث سے تو ثابت ہے مگر
سنتِ مصطفیٰ ﷺ اس طرح نہیں ہے۔ (پتہ چلا کہ ہر حدیث پر عمل نہیں کیا جائے
گا اسی لئے اہل حدیث ہونا ممکن نہیں ہاں البتہ رسول اللہ ﷺ نے جو سنت
(طریقہ) اپنی امت کے لئے وضع فرمایا وہ قابل عمل ہے۔ اس لئے اہل سنت ہونا
ہی ممکن ہے) بلکہ سنتِ نبوی ﷺ (وجوب کے معنی میں) یہ ہے کہ بلند آواز سے
قرأت نہ ہو۔

(241) عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِحَبَابِ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ

۱ بخاری باب اذا سمع الامام آية ج 1 ص 107 مطبوعہ کراچی

إِلَّا بِإِضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ. (بخاری^۱)

ترجمہ: حضرت ابو معمر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ فرمائیے کیا رسول اللہ ﷺ نماز ظہر و عصر میں قرأت پڑھتے تھے۔
 نہوں نے فرمایا ہاں پڑھتے تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ پڑھتے ہیں تو فرمایا ریش مبارک کے ہلنے کی وجہ سے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ سنت یہی ہے جو مذکور ہوا۔ اس کے علاوہ تعلیم امت مقصود تھی۔ اسی طرح جو کبھی بلند آواز سے آمین کہا وہاں تعلیم امت مقصود تھی۔ وگرنہ سنت یہی ہے کہ آہستہ آمین کہا جائے۔ جیسا کہ ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

(242) حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

”فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِينَ
 وَأَخْفَى بِهَا صَوْتَهُ“ جب آپ ﷺ غیر الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پر پہنچے تو فرمایا ”آمین“ اور اپنی آواز ”اخفی“ یعنی نہایت آہستہ رکھی۔

(احمد^۲، ابوداؤد^۳، طیالسی دارقطنی^۴، حاکم^۵)

(243) حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ آمِينَ وَخَفَضَ بِهِ صَوْتَهُ“ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ

۱ بخاری باب من خافت القراءة في الظهر والعصر ج 1 ص 107 مطبوعہ کراچی۔

۲ مسند امام احمد ج 5 ص 413 طبع جدید مطبوعہ دارالاحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

۳ مسند ابوداؤد و طیالسی (عربی اردو) ج 1 ص 123 مطبوعہ ادارہ القرآن و علوم اسلامیہ کراچی۔

۴ سنن دارقطنی ص 448 مطبوعہ ملتان۔

۵ مستدرک حاکم ج 2 ص 253 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

نے پڑھا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ پھر فرمایا آمین۔ اور
آواز مبارک آہستہ رکھی۔ (ترمذی ۱)

(244) حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ ”لَمْ يَكُنْ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَلَا بِأَمِينٍ“ حضرت عمر اور
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ تو بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے تھے
اور نہ ہی آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔ (طبرانی ۱)

(245) حضرت ابو معمر رضی اللہ عنہ سے مراد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”يَخْفَى الْإِمَامُ أَرْبَعًا التَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللَّهِ وَآمِينَ
وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ“ امام چار چیزیں آہستہ کہے۔ اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اور
ربنا لک الحمد۔ (یعنی ۳)

فائدہ: ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

رفع یدین (یعنی ہاتھوں کا اٹھانا)

احناف کے نزدیک قرأت سے فارغ ہو کر سیدھا رکوع میں چلا جائے
رفع یدین نہ کرے اسی طرح رکوع سے اٹھتے ہوئے اور تیسری رکعت کیلئے کھڑے
ہوتے وقت بھی رفع یدین نہ کرے۔ اس لئے کہ سنت نبوی اور سنت صحابہ سے
یہی ثابت ہے۔ مگر غیر مقلد حضرات اس پر بہت زور دیتے ہیں۔ بعض شدت پسند
تو فوراً فتویٰ ارشاد فرمادیتے ہیں کہ جی رفع یدین کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی۔ ان
لاکھ سمجھاؤ کہ حضرت ذرا ہتھ ہولا رکھو مگر ان کے پاس نماز باطل ہے سے چھوڑو

۱ ترمذی ج 1 ص 162 مطبوعہ لاہور۔

۲ طبرانی فی تہذیب الآثار و طحاوی عربی اردو ج 1 ص 419 مطبوعہ لاہور۔

۳ یعنی شرح ہدایہ۔

فتویٰ ہوتا ہی نہیں۔ (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے)

اس بارہ میں مشہور غیر مقلد عالم دین علامہ وحید الزمان رقمطراز ہیں۔
 امام نووی نے کہا کہ نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرنے میں پوری امت کا اجماع
 ہے۔ لیکن دوسرے مقامات میں ان کا باہمی اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام احمد،
 امام مالک اور دیگر جمہور علماء کے نزدیک رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے
 وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ نیز امام شافعی نے کہا جب تشهد پڑھ کر کھڑا ہو تو
 اس وقت بھی رفع یدین کرے کیونکہ امام بخاری نے بحوالہ عبداللہ بن عمر لکھا کہ
 رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ابو بکر بن منذر، ابو علی طبری اور
 اہل حدیث کے نزدیک دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کرنا مستحب
 ہے۔ امام ابو حنیفہ، اہل کوفہ اور امام مالک کی مشہور روایت یہی ہے کہ تکبیر تحریمہ
 کے علاوہ دیگر اوقات میں رفع یدین نہیں ہے اور بالا جماع رفع یدین کرنا کسی
 وقت بھی واجب نہیں۔ (یعنی چاہو تو رفع یدین کرو چاہو نہ کرو، ہر طرح نماز ہو
 جاتی ہے)۔ (صحیح مسلم)

ملاحظہ فرمائیں: اہل حدیث علامہ وحید الزمان صاحب کہہ رہے ہیں کہ رفع
 یدین صرف مستحب ہے۔ محترم قارئین کرام ذرا سوچیں کہ جو چیز محض مستحب ہے
 اس پر اتنا زور کیوں دیا جا رہا ہے۔ مثلاً نماز نفل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے جبکہ کھڑے
 ہو کر پڑھنا مستحب ہے تو کوئی کھڑے ہو کر نفل پڑھنے والا بیٹھ کر پڑھنے والے پر
 فتویٰ نہیں لگاتا لیکن غیر مقلد صاحبان فوراً فتویٰ ارشاد فرمادیتے ہیں کہ رفع یدین
 کے بغیر نماز ہی باطل ہے۔

نذیر حسین دہلوی اور رفع یدین:

مشہور غیر مقلد علامہ سید نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں۔ علمائے حقانی پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرف دلائل موجود ہیں (بعض دلائل ذکر کرنے کے تحریر کرتے ہیں) قصہ مختصر یہ کہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں۔ (فتاویٰ نذیریہ^۱)

عطاء اللہ حنیف اور رفع یدین:

غیر مقلد حضرات کے مایہ ناز محقق مولانا عطاء اللہ حنیف نسائی شریف کی تعلیقات میں لکھتے ہیں۔ ”فَالْوَجْهُ أَنَّ الْحَدِيثَ ثَابِتٌ..... اِلَى آخِرِهِ“ ترجمہ: حضور اکرم ﷺ ہمیشہ رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ لیکن ہم بہر حال اس کی یہی تاویل کریں گے کہ آپ کبھی کبھی رفع یدین کیے بغیر نماز پڑھتے تھے کہ دونوں کی احادیث میں تعارض نہ رہے لہذا یہ صحیح ہے کہ آپ ﷺ نے رکوع میں جاتے اور اٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں یا یہ بتانے کے لئے کہ رفع یدین نہ کرنا بھی جائز ہے۔ (تھوڑا آگے جا کر مزید لکھتے ہیں) اس مسئلہ میں انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور ان کے عمل کی وجہ سے رفع یدین والی روایات کو رد نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی انصاف کی بات ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والی روایات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ (التعلیقات^۲)

۱۔ فتاویٰ نذیریہ ص 441 ج 1 مطبوعہ مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ۔

۲۔ ملاحظہ ہو التعلیقات السلفیہ ص 123 تا 126۔

مگر کیا کریں:

محترم قارئین کرام آپ جید علماء اہل حدیث کی مذکورہ بالا مباحث کو بار بار پڑھیں تو آپ محسوس فرمائیں گے کہ نامور غیر مقلد علماء دے لفظوں میں یہ اقرار کر رہے ہیں کہ رفع یدین کرنا ضروری نہیں بلکہ..... نہ کرنا سنت ہے..... مگر کیا کریں اب شروع جو کر دیا ہے۔ اس لئے! اسی پر قائم ہیں۔

حقیقت کیا ہے؟

رفع یدین کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ بنیادی حقیقت ذہن میں رکھیں کہ شروع اسلام میں دورانِ نماز گفتگو کرنا جائز تھی۔ (جیسا کہ حوالہ جات گزر چکے ہیں) خود حضور ﷺ دورانِ نماز سلام کرنے والے کو جواب دے دیا کرتے تھے۔ (بخاری) لیکن بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا، باقی نہ رہا۔ اب اگر کوئی آدمی بہت سی روایات دکھا دے کہ دیکھو نماز میں گفتگو کرنا جائز ہے۔ تم ایک حدیث لئے پھرتے ہو کہ منع ہے اب بتاؤ اس کا جواب کیا ہوگا۔ یقیناً یہی جواب ہوگا کہ بھائی نماز میں گفتگو کرنا حدیث سے تو ثابت ہے مگر سنت یہ ہے کہ یہ احادیث منسوخ ہیں ان کی ناسخ آیت مبارکہ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَنِينًا ہے۔ (البقرہ ۱)

مثال سے سمجھئے:

فرض کیجئے کہ عبداللہ اور عبدالرحمن دو آدمی ایک جلسہ عام میں موجود تھے۔ عبداللہ نے سینکڑوں آدمیوں کی موجودگی میں عبدالرحمن سے دس ہزار روپے قرض لیا۔ ایک ماہ گزرنے کے بعد عبداللہ نے عبید اللہ اور عبدالحئی کی موجودگی میں دس ہزار روپے عبدالرحمن کو واپس کر دیئے۔ اب عبدالرحمن نے بددیانتی کی اور

۱۔ سورۃ البقرہ، آیت نمبر 238۔

عبداللہ پر مقدمہ کر دیا کہ یہ میرے دس ہزار روپے نہیں دیتا۔ حالانکہ اس نے کئی سو آدمیوں کی موجودگی میں لیے تھے اور کئی سو آدمیوں نے حلفیہ طور پر اس بات کی گواہی دے دی کہ ہمارے سامنے عبداللہ نے عبدالرحمن سے دس ہزار روپے لیے تھے۔ لیکن عبداللہ اور عبدالحی کہہ رہے ہیں کہ وہ روپے واپس کر دیئے تھے۔ اب ایمان سے بتائیے کہ اگر قاضی صرف اس بنا پر عبداللہ کے خلاف ڈگری دے دے کہ عبدالرحمن کے گواہ سینکڑوں ہیں جبکہ عبداللہ کے پاس صرف دو گواہ ہیں تو کیا یہ فیصلہ درست ہوگا؟ یقیناً ہر انصاف پسند یہی کہے گا کہ اگرچہ سینکڑوں آدمیوں نے جو گواہی دی ہے وہ بھی سچ ہے قرض واقعی لیا تھا۔ مگر یہ دو آدمی گواہ ہیں کہ قرض واپس کر دیا تھا۔

اسی طرح سمجھیں کہ ابتداء میں دوران نماز رفع یدین کیا جاتا تھا بلکہ بہت کیا جاتا تھا۔ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(246) عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الرَّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکوع و سجود میں اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (کنز العمال)

(247) حضرت عمیر حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ“ رسول اللہ ﷺ فرض نماز میں ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ یعنی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ)

۱۔ کنز العمال رقم الحدیث 22064، ص 47، جلد 3، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

۲۔ سنن ابن ماجہ ص 62 مطبوعہ کراچی۔

(248) حضرت ابو حمید ساعدی فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہوتے پھر اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور اللہ اکبر فرماتے جب رکوع کا ارادہ فرماتے تب بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے جب سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تب بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب دوسری رکعت سے کھڑے ہوتے تب بھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے۔ (سنن ابن ماجہ^۱)

(249) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ^۲)

رفع یدین کے اوقات:

اگر غور کریں تو ان صحیح احادیث سے درج ذیل مقامات پر رفع یدین

ثابت ہوا۔

- (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع میں جاتے ہوئے (۳) رکوع سے سر اٹھاتے وقت (۴) سجدے میں جاتے وقت (۵) سجدہ سے سر اٹھاتے وقت (۶) دوسرے سجدہ میں جاتے وقت (۷) دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے وقت (۸) تیسری رکعت کے شروع میں (۹) بعض روایات کے مطابق سلام پھیرتے وقت بھی رفع یدین کیا جاتا تھا۔

اہل حدیث ہونے کے دعویدار غیر مقلد حضرات صرف تین مقامات پر یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کے آغاز میں تو رفع یدین کرتے ہیں لیکن ہر سجدہ اور ہر تکبیر پر رفع یدین کیوں نہیں

^۱ سنن ابن ماجہ۔

^۲ ابن ماجہ ص 62 باب رفع الیدین اذ ارفع و اذ ارفع من الركوع مطبوعہ کراچی۔

کرتے۔ تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلد حضرات چھ سات جگہ پر رفع یدین کو ترک کر کے بھی اہل حدیث کے اہل حدیث ہی رہے لیکن اگر ہم رکوع سے پہلے اور تیسری رکعت کے شروع میں نہ کریں تو فتویٰ کے تیروں کی اندھا دھند بارش یا للعجب۔

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

وہ قتل بھی کر دیں تو چرچا نہیں ہوتا

ہو سکتا ہے کہ کوئی دانا قسم کا غیر مقلد یہ حکم سنا دے کہ یہ سارے رفع یدین پہلے کیے جاتے تھے اب منسوخ ہیں تو ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ حضرت ہم بھی تو یہ ہی کہہ رہے ہیں کہ یہ سب رفع یدین پہلے کیے جاتے تھے اب منسوخ ہیں لیکن آپ مانتے ہی نہیں ہیں۔

رفع یدین پچاس صحابہ سے ثابت ہے

غیر مقلد حضرات سادہ لوح عوام الناس پر اپنی دھاک بٹھانے کے لئے عموماً ارشاد فرماتے ہیں کہ رکوع کرتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا چار سو احادیث میں وارد ہے جبکہ رفع یدین کی روایات پچاس صحابہ کرام سے منقول ہیں جن میں خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ اتنی بھاری دلیل دیکھ کر تو ہر کس و ناکس کا جی رفع یدین کو چاہتا ہے۔ اس جگہ ہم ان دونوں دعوؤں کا جائزہ لیتے ہیں کہ کہاں تک درست ہیں۔

(1) ان مقامات پر رفع یدین کی بابت چار سو احادیث کا دعویٰ جو کیا جاتا ہے وہ محض دعویٰ ہی ہے اس بارہ میں ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سچ بولنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ کیونکہ جھوٹ بولنے والوں کے لئے قرآن کریم میں بڑی سخت وعید ہے اور غیر مقلدین حضرات سے گزارش کریں

گے کہ اس مجموعہ کو منظر عام پر لایا جائے۔ اگر تا حال وہ روایات یکجا نہیں کی گئی ہیں تو مہربانی فرما کر جید علماء کا پینل مقرر فرمائیں جو صحاح ستہ سے ان چار صد روایات کو جمع کرے۔ امت مسلمہ پر ان کا بڑا احسان ہوگا مگر قیامت تک یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ دعویٰ سو فی صد جھوٹ پر مبنی ہے اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے جید علماء کا فیصلہ ہے کہ:

☆ وَلَيْسَ فِي رِوَايَةٍ مَنْ رُوِيَ تَرَكَ الرَّفْعَ إِلَّا مَا قُلْنَا إِنَّ الْمُشْتَبَّ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي. (ترمذی^۱)

ترجمہ: جن روایات میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے کہ ان روایات میں کوئی بھی قابل اعتراض بات نہیں۔ (یعنی معیار صحت پر پوری اترتی ہیں) بس آ جا کر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ رفع یدین والی احادیث کو ہم انکار والی احادیث پر ترجیح دیتے ہیں۔

☆ رفع یدین بالاتفاق صرف مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ (غیر مقلد^۲)

☆ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت سے ثابت ہے یہی بات انصاف کی ہے۔ (غیر مقلد^۳)

☆ رفع یدین میں جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ رفع یدین کا ثبوت اور عدم ثبوت دونوں مروی ہیں۔ (غیر مقلد^۴)

نوٹ:- موخر الذکر تینوں حوالہ جات بھی چند صفحات پیچھے گزر چکے ہیں۔

۱۔ ترمذی محقق جلد 1 ص 42، از غیر مقلد علامہ احمد شاہ مطبوعہ بیروت۔

۲۔ غیر مقلد علامہ وحید الزمان مسلم شریف (مترجم)

۳۔ غیر مقلد علامہ عطاء اللہ حنیف تعلیقات السلفیہ۔

۴۔ غیر مقلد مفتی علامہ نذیر حسین دہلوی فتاویٰ نذیریہ۔

(2) اب آئیے پچاس صحابہ والی دلیل کی جانب کہ جن میں خلفاء راشدین بھی شامل ہیں اور حضرات عشرہ مبشرہ بھی۔ اس بارہ میں عرض ہے کہ حضرت آپ نے کسرِ نفسی سے کام لیا کہ محض پچاس صحابہ کا ذکر فرمایا۔ اگر آپ یہ دعویٰ فرما دیتے کہ ہمارے آقا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس پر سختی سے کاربند رہے ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام اور اس وقت سے لے کر آج تک ساری کی ساری امت بشمول شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی، مقلد، غیر مقلد اس پر متفق ہیں۔ تو بھی ہمیں انکار نہ ہوتا۔ اس لئے کہ یہ رفع یدین نماز کے شروع کرنے کے وقت کا ہے رکوع و سجود والا نہیں۔ محض لفظ رفع یدین کرنا (یعنی کندھوں یا کانوں تک ہاتھ اٹھانا) سے عوام الناس کو دھوکہ نہ دیں بلکہ بتائیں کہ اس جگہ وہ رفع یدین (ہاتھ اٹھانا) مراد ہے۔ جو تکبیر تحریمہ کے وقت شروع نماز میں کیا جاتا ہے۔ یاد رکھئے دھوکہ دہی، قرآن و سنت کی نظر میں قابل تعریف نہیں اور پھر دین متین کے بارہ میں دھوکا۔ (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے) بہت بُری بات اور اللہ تعالیٰ پر جرات ہے۔

اعتراف حقیقت:

ممکن ہے کہ ہماری اس گزارش پر کچھ حضرات برہم ہوں ان کی تسلی کے لئے عرض ہے کہ غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق اور امام علامہ شوکانی، نیل الاوطار میں لکھتے ہیں۔

وَجَمَعَ الْعِرَاقِيُّ عَدَدَ مَنْ رَوَى رَفَعَ الْيَدَيْنِ فِي ابْتِدَاءِ الصَّلَاةِ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يُخَدِعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (البقرة-۹)۔ (ترجمہ) وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں (یعنی دھوکہ دینے کی مذموم کوشش کرتے ہیں) وہ (بے چارے) اپنے آپ ہی کو دھوکا دیتے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے۔

فَبَلَّغُوا خَمْسِينَ صَحَابِيًّا مِنْهُمْ الْعَشْرَةَ الْمَشْهُودُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ.

(نیل الاوطار^۱)

ترجمہ: علامہ عراقی نے نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کی روایات کو نقل فرمانے والے صحابہ کرام کو شمار کیا تو ان کی تعداد پچاس تک پہنچ گئی۔ غیر مقلدین کے جید عالم محدث اور شارح علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی سبل السلام فی شرح بلوغ المرام میں اسی ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

قَالَ الْمُصَنِّفُ إِنَّهُ رُوِيَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ خَمْسُونَ صَحَابِيًّا مِنْهُمْ الْعَشْرَةَ الْمَشْهُودُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنِ الْحَاكِمِ لَا تَعْلَمُ سُنَّةٌ اتَّفَقَ عَلَى رِوَايَتِهَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ ثُمَّ الْعَشْرَةَ الْمَشْهُودُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الصَّحَابَةِ مَعَ تَفَرُّقِهِمْ فِي الْبِلَادِ الشَّاسِعَةِ غَيْرَ هَذِهِ السَّنَةِ.

(سبل السلام^۲)

ترجمہ: (علامہ ابن حجر شارح بخاری) فرماتے ہیں کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کی احادیث پچاس صحابہ سے مروی ہیں جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور امام بیہقی نے امام حاکم کے حوالہ سے نقل فرمایا کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا (یعنی کندھوں یا کانوں تک ہاتھ اٹھانا) ایک ایسا عمل ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کو منقول کرنے میں خلفائے راشدین عشرہ مبشرہ اور دیگر بہت سے صحابہ متفق ہیں باوجود یہ کہ وہ مختلف شہروں میں پھیل چکے تھے۔

محترم قارئین کرام! ان دونوں عبارات میں خط کشیدہ عبارت رفع

۱۔ نیل الاوطار جلد نمبر 2 ص 197، مطبوعہ دارالاحیاء بیروت لبنان۔

۲۔ سبل السلام ج 1 ص 274

الیدین فی ابتداء الصلوة اور رفع الیدین فی اول الصلوة قابل غور ہیں۔ سوچئے کیا ان الفاظ سے غیر مقلدین کا رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔ یا مقلدین کا؟ اللہ تعالیٰ حقائق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین کی ناسخ احادیث

اگرچہ طالب حق کے لئے مندرجہ بالا گفتگو ہی کافی ہے بایں ہمہ اگر آپ اپنے ذہن و قلب پر بار محسوس نہیں فرماتے تو ذیل کی روایات پڑھیں تاکہ پتہ چلے کہ بحمد اللہ تعالیٰ حنفی حضرات کی نماز عین سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہے۔ (250) حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

أَلَا أَصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ.

ترجمہ: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں۔ (یہ کہا) پھر نماز پڑھی اور سوائے پہلی مرتبہ یعنی تکبیر اولیٰ کے کسی بھی جگہ رفع یدین نہ فرمایا۔ (ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

اس روایت کا تجزیہ کرتے ہوئے امام ترمذی فرماتے ہیں۔

(251) وَفِي الْبَابِ عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أَبُو عَيْسَى حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ حَسَنٌ وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ وَاهْلِ الْكُوفَةِ.

۱ ترمذی باب رفع الیدین عند الركوع ج 1 ص 164 مطبوعہ لاہور۔

۲ نسائی ج 1 ص 158 مطبوعہ کراچی۔

۳ ابوداؤد ص 118 باب من لم يذكر رفع عند الركوع مطبوعہ لاہور۔

ترجمہ: اس بات میں (یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرنے کے بارہ میں) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث پاک مروی ہے امام ترمذی مزید فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث (سند کے اعتبار سے) حسن یعنی بہت بہتر ہے۔ مزید یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بہت سے (عام صحابہ نہیں بلکہ) علماء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی پر عمل کرتے تھے اور اسی طرح تابعین بھی اور حضرت سفیان ثوری اور اہل کوفہ (امام ابو حنیفہ) کا بھی یہی فرمان ہے (کہ تکبیر تحریمہ کے سوا کہیں رفع یدین نہ کیا جائے)۔

(ترمذی)

فائدہ: قارئین کرام! آپ نے امام ترمذی کی روایت کردہ حدیث اور اس پر خود انہی کا تبصرہ ملاحظہ فرمایا۔ دیکھئے اس سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ:

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو خود بڑے فقیہ صحابی ہیں وہ جماعت صحابہ کے سامنے حضور اکرم ﷺ کا یہ انداز نماز پیش فرماتے ہیں مگر کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ کیا وہ خدا نخواستہ حضرت عبداللہ سے ڈرتے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ حق یہی ہے۔

☆ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے کہ قابل عمل نہ ہو بلکہ حسن یعنی بہترین اور لائق دلیل ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

☆ پہلی مرتبہ یعنی تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنے پر محض عام صحابہ کرام نہیں بلکہ جید علماء قسم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عمل فرماتے تھے۔

☆ ان جید صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والے تابعین اور فقہا مثلاً سفیان ثوری اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی یہی مذہب تھا۔

! ترمذی ج 1 ص 165 باب رفع الیدین عند الركوع مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

(252) مذکورہ بالا حدیث پاک کو امام نسائی نے اپنی سنن کے کتاب الافتتاح ج 1 ص 58 مطبوعہ کراچی میں نقل فرمایا اور اسی طرح (سنن ابی داؤد ج 1 ص 118 میں کتاب الصلوٰۃ) میں یہ حدیث مذکور ہے۔ مزید برآں سنن ابوداؤد میں ہے۔

حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ نَامِعَاوِيَّةُ وَخَالِدُ بْنُ عَمْرٍو وَأَبُو حُدَيْفَةَ
قَالُوا أَنَا سُفْيَانُ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا قَالَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ
مَرَّةً وَاحِدَةً.

ترجمہ: حضرت حسن بن علی، معاویہ، خالد بن عمر اور حضرت ابو حذیفہ نے اپنی سند کے ساتھ سفیان سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھائے اور بعض نے کہا صرف ایک مرتبہ ہاتھ اٹھائے۔ (ابوداؤد)

(253) حضرت عبدالرحمن بن ابی یسار نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ
الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُودُ.

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ مبارک کانوں کے قریب تک اٹھاتے اس کے بعد (پوری نماز میں) پھر ایسا نہ کرتے۔

(ابوداؤد)

(254) حضرت ابن ابی شیبہ جو کہ حضرت امام بخاری و امام مسلم کے استاد محترم ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور زمانہ کتاب المصنف ص 267 جلد نمبر 1 میں مذکورہ بالا روایات ابن مسعود و براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو باب ”مَنْ كَانَ يَرْفَعُ“

۱۔ ابوداؤد ج 1 ص 118 باب من لم يذكر الرفع عند الركوع مطبوعہ لاہور۔

۲۔ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 118 مطبوعہ لاہور۔

يَدِيهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ“ میں نقل فرمایا۔ امام ابن ابی شیبہ مزید آثار نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ:

(255) حضرت علی المرتضیٰ کا عمل:

إِنَّ عَلِيًّا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ ثُمَّ لَا يَعُودُ۔

ترجمہ: بے شک حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اپنے دونوں ہاتھ جب نماز شروع کرتے تب اٹھاتے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ^۱)

(256) حضرت عبداللہ بن مسعود:

امام ابراہیم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ اِنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَا يَسْتَفْتَحُ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهَا۔ بے شک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے شروع میں افتتاح نماز کے وقت ہاتھ اٹھاتے پھر کہیں نہ اٹھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ^۲)

امام اشعث و شعبی:

امام اشعث سے مروی ہے کہ اِنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرٍ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهَا۔ بے شک آپ پہلی ہی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ^۳)

امام نخعی:

حضرت حصین و حضرت مغیرہ امام نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں

^۱ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267 باب مذکورہ بالا مطبوعہ ملتان۔

^۲ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267 مطبوعہ ملتان۔

^۳ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 267 باب مذکور مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

نے فرمایا۔ اِذَا كَبَّرْتَ فِي فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ فَارْفَعْ يَدَاكَ ثُمَّ لَا تَرْفَعَهُمَا
فِيمَا بَقِيَ۔ جب تم نماز شروع کرو تو تکبیر کہو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاؤ۔
پھر باقی نماز میں انہیں اوپر نہ اٹھاؤ۔ (ابن ابی شیبہ^۱)
شاگردانِ علی و عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

امام ابو اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ كَانَ أَصْحَابُ
عَبْدِ اللَّهِ وَأَصْحَابُ عَلِيٍّ لَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَّا فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، قَالَ
وَكَيْعٌ ثُمَّ لَا يَغْوُذُونَ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کے شاگرد بھی صرف نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ وکیع فرماتے
ہیں کہ پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ^۲)

(257) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں
نے فرمایا۔ لَا تَرْفَعُ الْأَيْدِيَ إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنٍ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ
وَإِذَا رَأَى الْبَيْتَ وَعَلَى الْبَصْفَاءِ وَعَلَى الْمَرْوَةِ وَفِي عَرَافَاتٍ وَفِي جَمْعٍ وَ
عِنْدَ الْجَمَارِ۔

سات مقامات کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہ کیا جائے۔ (۱) جب نماز
کے لئے کھڑا ہو (۲) جب حرم کعبۃ اللہ کو دیکھے (۳) صفا پر (۴) مروہ پر (۵)
میدان عرفات میں (۶) میدان مزدلفہ میں اور (۷) رمی جمار کے وقت۔

(ابن ابی شیبہ^۳)

۱ ابن ابی شیبہ باب مذکورہ۔

۲ ابن ابی شیبہ باب مذکورہ۔

۳ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص 267 باب مذکورہ۔

فائدہ: پتہ چلا کہ صرف نماز کے ابتداء میں ہی رفع یدین کرنا چاہیے ورنہ وہ فرماتے کہ رکوع سجود کے وقت بھی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(258) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا اس کے سوا کسی جگہ بھی نہیں۔

(ابن ابی شیبہ^۱)

(259) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَوَتِهِ إِلَّا حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ۔ حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے نماز کی ابتداء کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر کسی بھی جگہ (نماز پڑھتے) ہاتھ نہ اٹھاتے۔ (ابن ابی شیبہ^۲)

محترم قارئین کرام! امام بخاری و مسلم کے استاد امام ابن ابی شیبہ نے اس باب میں پندرہ احادیث و آثار اپنی سندوں کے ساتھ روایت فرمائیں۔ جوہر النقی میں ہے کہ یہ سب اسناد جید ہیں ان میں کوئی بھی ضعیف نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین (سوائے تکبیر تحریمہ کے) کہیں بھی رفع یدین نہیں فرمایا کرتے تھے۔ (جوہر النقی^۳)

۱ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268 باب مذکورہ۔

۲ ابن ابی شیبہ ج 1 ص 268 باب مذکورہ۔

۳ جوہر النقی ج 2 ص 74 تا ج 2 ص 79 مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

ازالہ شبہات:

اگر کسی دوست کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ جن صحابہ سے رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔ انہی سے کرنا بھی ثابت ہے۔ تو پھر کیا کیا جائے تو جواباً عرض ہے کہ وہ حضرات پہلے کرتے تھے پھر نہیں۔ گویا ایک عمل پہلے کا ہے اور دوسرا بعد کا۔ ہم حنفیہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ وہ عمل ہے جو پہلے کیا جاتا تھا اور بعد میں نہیں۔ دنیا بھر کے غیر مقلدین کا فرض ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ پہلے نہیں کیا جاتا تھا اور پھر سابقہ حکم منسوخ کر کے رفع یدین کا حکم دے دیا گیا۔ ورنہ وہ بتائیں کہ ان احادیث مبارکہ کا کیا بنے گا کہ جن میں رفع یدین کے نہ کرنے کا حکم ہے۔ جب کہ ہم ثابت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے رفع یدین سے منع فرمایا۔ ملاحظہ ہو۔

(260) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مَالِي أَرَأَيْكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٍ أُسْكِنُوا فِي الصَّلَاةِ - (ایک مرتبہ ہم نماز پڑھ رہے تھے) رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شری گھوڑوں کی ڈمیں ہیں نماز میں سکون اختیار کرو۔ (مسلم شریف)

فائدہ: مسلم شریف کی اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ چونکہ رفع یدین سکون کے منافی ہے لہذا ہم کو حکم مصطفیٰ ﷺ کے مطابق پر سکون انداز میں نماز

۱۔ مسلم شریف: باب امر بالسکون فی الصلوٰۃ ج 1 ص 181 مطبوعہ کراچی۔

پڑھنی چاہیے۔

(261) واضح رہے کہ صحیح مسلم شریف حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ:

”كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ السَّلَامَ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا تُؤْمِنُونَ يَدُهُ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذُنَا بَخِيلٍ شُمْسٍ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فِخْدِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ“.

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم صحابہ نماز پڑھتے تو اختتام نماز پر دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضور اکرم نبی محترم ﷺ نے فرمایا تم لوگ اپنے ہاتھوں سے یوں اشارے کرتے ہو جس طرح شریر گھوڑوں کی ڈ میں ہلتی ہیں۔ تمہیں یہ ہی کافی ہے کہ تم قعدہ میں اپنے زانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دائیں اور بائیں اپنے بھائی کو سلام کہا کرو۔ (مسلم شریف ۱)

بعض لوگ یہ ثابت کرتے ہیں کہ حدیث ہذا سابقہ حدیث کی تفسیر ہے یعنی اس حدیث میں سابقہ حدیث والی بات کو زیادہ واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے یعنی جس رفع یدین سے منع کیا گیا ہے وہ سلام پھیرتے وقت کا رفع یدین ہے۔

۱۔ مسلم شریف کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 181 باب مذکورہ مطبوعہ کراچی۔

انصاف کی نظر:

سے دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ یہ دو واقعات جدا جدا ہیں۔ ہم نے اس جگہ اصل عربی عبارات نقل کی ہیں تاکہ یہ شبہ نہ رہے کہ شاید اصل الفاظ کیا تھے؟ اب دونوں روایات کو دیکھیں۔ پہلی میں یہ ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم اکیلے نماز پڑھ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جب کہ دوسری روایت میں ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ گویا یہ دو جدا جدا واقعات ہیں ایک نہیں اگر یہ کہا جائے کہ واقعات تو دو ہیں لیکن مقصد ایک ہی ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ دوسری روایت میں یہ الفاظ نہایت واضح ہیں کہ **ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ عَلَىٰ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ** پھر وہ سلام کرے اپنے بھائی کو جو اس کے دائیں طرف ہے جو اس کے بائیں طرف ہے یہ عمل صرف ایسی ہی صورت میں ممکن ہے کہ باجماعت نماز پڑھی جائے اور سارے مقتدی اکٹھے سلام پھیریں۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کو سلام کریں لیکن اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے ہوں تو وہ ایک دوسرے کو کس طرح سلام کریں گے۔ کیونکہ کوئی تو سلام پھیر رہا ہوگا کوئی قیام میں، کوئی رکوع میں اور کوئی سجود میں ہوگا ایک دوسرے کو سلام کس طرح کریں گے۔ اسی طرح ایک آدمی تنہا نماز پڑھتا ہے تو وہ دائیں بائیں اپنے کس بھائی کو سلام کہے گا؟ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پہلی روایت میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسرے رفع یدین منع ہیں جبکہ دوسری روایت میں بوقت سلام ہاتھ سے اشارے کرنا منع ہیں۔ علاوہ ازیں پہلی حدیث میں ہے **أَسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ** یعنی دوران نماز سکون اختیار کرو، ہاتھ نہ اٹھاؤ۔ جبکہ دوسری روایت میں بوقت اختتام نماز یعنی نماز ختم کرتے ہوئے اشارے نہ کرو۔ ہمارے

اس دعوے کی تائید نسائی شریف کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے ملاحظہ ہو۔
 (262) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ رَافِعُونَ أَيْدِينَا فِي
 الصَّلَاةِ فَقَالَ مَا بِالْهَمِّ رَافِعِينَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ كَأَنَّهَا أذْنَابُ الْخَيْلِ
 الشُّمْسِ أُسْكِنُوا فِي الصَّلَاةِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم دوران نماز رفع یدین کر رہے تھے (یعنی ہاتھ اٹھا رہے تھے) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ دوران نماز اس طرح (رَافِعِينَ أَيْدِيَهُمْ) رفع یدین کر رہے ہیں جس طرح سرکش گھوڑوں کی ڈمیں۔ نماز میں سکون اور اطمینان کرو۔ (سنن نسائی ۱) فائدہ: محترم قارئین کرام! عربی عبارت کی خط کشیدہ عبارت پر غور فرمائیں کہ رفع یدین دوران نماز کیا جا رہا تھا اور حضور اکرم ﷺ نے بھی یہ ہی فرمایا کہ ”رَافِعِينَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ“ وہ نماز میں رفع یدین کر رہے ہیں اس عمل سے منع فرما کر نماز میں سکون و اطمینان کا حکم دیا۔

مزید تسلی کے لئے مسند امام احمد کی روایت کے ان الفاظ پر غور فرمائیے۔
 (263) أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَأَبْصَرَ قَوْمًا قَدْ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ
 فَقَالَ قَدْرَ فَعُوها كَأَنَّهَا أذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمْسِ أُسْكِنُوا فِي الصَّلَاةِ.

ترجمہ: حضور اکرم نبی محترم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ رفع یدین کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ لوگ ہاتھ اوپر اٹھا رہے ہیں۔ (یعنی رفع یدین کرتے ہیں) جس طرح سرکش گھوڑے کی ڈمیں (اوپر کو بار بار

۱ سنن نسائی جلد 1 ص 176 مطبوعہ کراچی۔

اٹھتی ہیں) سکون اختیار کرو نماز میں۔ (مسئلہ رفع یدین)۔

(مسند امام احمد^۱، مسند امام احمد^۲)

طحاوی کے دلائل:

حضرت امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 321ھ اپنی مشہور زمانہ کتاب ”شرح معانی الآثار“ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث مبارکہ تین مختلف اسناد کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ:

(264) عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ لَا فِتْيَاحَ الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَكُونَ ابْهَامَاهُ قَرِيبًا مِّنْ شَحْمَتِي أُذُنِيهِ ثُمَّ لَا يَعُودُ.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب نماز شروع فرماتے ہوئے تکبیر کہتے تو اپنے مبارک ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے آپ ﷺ کے دونوں کانوں کے لوؤں کے قریب ہو جاتے اس کے بعد (آخر نماز تک) آپ ﷺ رفع یدین نہ فرماتے۔ (طحاوی^۳)

فائدہ: اس حدیث مبارکہ سے دو باتیں نہایت واضح انداز میں معلوم ہوتی ہیں کہ (۱) حضور اکرم ﷺ نے رفع یدین ترک فرمادیا تھا۔ (۲) انگوٹھے کانوں کی لو تک اٹھانے چاہیے۔

(265) امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی

۱ مسند امام احمد جلد 5 ص 93 طبع قدیم۔

۲ مسند امام احمد جلد 6 ص 99 طبع جدید مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

۳ طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 459 مطبوعہ حاد اینڈ کمپنی لاہور۔

اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ نقل فرمانے کے علاوہ مختلف صحابہ کے عمل سے بھی ثابت فرمایا کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ ان صحابہ سے رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے اس لئے وہ ان کے اس عمل پر تبصرہ بھی فرماتے ہیں مثلاً حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

(266) صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا فِي تَكْبِيرَةٍ
الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ.

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں وہ پہلی تکبیر کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ (طحاوی^۱)
اس روایت پر طحاوی کے تبصرہ کا مفہوم یہ ہے کہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک زمانہ تک حضور اکرم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا۔ ایک روایت کے مطابق آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی رفع یدین کرتے رہے پھر انہوں نے رفع یدین کیوں چھوڑا؟ حالانکہ کہ آپ نہایت سختی سے سنت پر عمل کیا کرتے تھے۔ لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی یہ بات ثابت شدہ ہے کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا ہے۔ وگرنہ آپ کبھی بھی رفع یدین کو ترک نہ فرماتے۔ ظاہر ہے کہ ترک شدہ عمل سنت نہیں کہلاتا۔ (طحاوی^۲)

۱۔ طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 462 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۲۔ طحاوی ج 1 ص 462۔

کریں وہ جو جی میں آئے:

تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنے کے بارہ میں موطا امام محمد، طحاوی شریف، جوہر النقی، صحیح البہاری میں بہت سی احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ درج ہے۔ جن کو درج کرنا بحث کو مزید طویل کرنا ہے۔ آخر میں ہم عینی شرح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ ابن زبیر کا حکم نقل کرتے ہیں۔ سنیے آپ کیا فرماتے ہیں۔

(267) أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الرَّكْعَةِ وَعِنْدَ رَفْعِ رَأْسِهِ مِنَ الرَّكْعَةِ فَقَالَ لَهُ لَا تَفْعَلْ فَإِنَّهُ شَيْءٌ فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَرَكَهُ.

ترجمہ: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو اُسے فرمایا، ایسا نہ کیا کرو کیونکہ یہ وہ عمل ہے جو رسول اللہ ﷺ نے پہلے کیا تھا پھر چھوڑ دیا۔ (عینی شرح بخاری) محترم قارئین کرام یہ ہے ہمارا موقف کہ یہ عمل پہلے کیا جاتا تھا پھر ترک کر دیا گیا۔ جبکہ غیر مقلد حضرات بفضلہ تعالیٰ کوئی بھی صحیح، مرفوع حدیث پیش نہیں کر سکتے کہ رفع یدین پہلے نہیں کیا جاتا تھا لیکن بعد میں کیا جانے لگا۔ البتہ ہم ان کا یہ موقف پھر دہرا دیتے ہیں۔ آپ ان دونوں موقفوں کو سامنے رکھیں اور جو جی میں آئے فیصلہ کریں۔

☆ غیر مقلدین کے نامور مفتی اور علامہ سید نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں۔ علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین

کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرف دلائل موجود ہیں۔

(فتاویٰ نذیریہ^۱)

☆ غیر مقلدین کے مشہور محقق و علامہ جناب عطاء اللہ حنیف صاحب رقمطراز ہیں۔ فَا الْوَجْهُ أَنَّ الْحَدِيثَ ثَابِتٌ لَكِنْ يَكْفِي..... إِلَى آخِرَةِ۔
(طویل عربی عبارت)

ترجمہ: (سنن نسائی کی) اس حدیث سے فی الحقیقت یہ ہی بات ثابت ہے اور واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ رفع یدین کیے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ لیکن ہم (غیر مقلدین) بہر حال اس کی یہی تاویل کریں گے کہ آپ ﷺ کبھی کبھی رفع یدین کئے بغیر نماز پڑھتے تھے تا کہ دونوں طرح کی احادیث میں تعارض نہ رہے۔ لہذا صحیح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رکوع کے لئے جاتے اور اُٹھتے ہوئے رفع یدین نہیں فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں یا یہ بتانے کے لئے کہ رفع یدین نہ کرنا بھی جائز ہے۔

اور انصاف کی بات تو یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اور ان کے عمل کی وجہ سے رفع یدین والی روایات کو رد نہیں کیا جا سکتا اور یہ بھی انصاف ہی کی بات ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والی روایات کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا کہیں ثابت نہیں۔ (التعلیقات^۲)

☆ ترمذی شریف پر تحقیق کرنے والے غیر مقلد محقق و محدث جناب احمد

۱۔ فتاویٰ نذیریہ جلد 1 ص 441 مطبوعہ مکتبہ معارف اسلامیہ گونہ انوالہ۔

۲۔ التعلیقات السلفیہ علی النسائی ص 123-126۔

شاگرد تحقیق ترمذی میں لکھتے ہیں۔ وَلَيْسَ فِي رِوَايَةٍ مَنْ رَوَى تَرْكَ الرَّفْعِ
إِلَّا مَا قُلْنَا، إِنَّ الْمَثْبُتَ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي۔ (ترمذی)

جن روایات میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے ان میں کوئی قابل
اعتراض چیز نہیں ہے یعنی وہ روایات بالکل بے غبار ہیں زیادہ سے زیادہ ہم یہی
کہہ سکتے ہیں کہ ثبوت والی روایات نفی والی روایات پر مقدم ہیں اور بس۔
خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں کہ یہ گوگو والا مسلک درست ہے یا پھر
صاف و شفاف جو کہ واضح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے جس میں کسی تاویل کی
ضرورت نہیں۔

نوٹ:- اس موضوع پر تھوڑی طویل بحث اس لئے کی ہے کہ آج کل یہ مسئلہ بڑا
محرکہ الآراء ہے اور لوگ فتوؤں پر فتوے لگائے جا رہے ہیں کہ تمہاری نماز ہی
نہیں ہوتی کہ رفع یدین جو نہ کیا۔ اس لئے ضروری تھا کہ اصل صورت حال واضح
ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

نماز میں رکوع کرنا

قرأت سے فارغ ہو کر تکبیر کہتے ہوئے (بغیر ہاتھ اٹھائے) رکوع میں
چلا جائے۔ رکوع میں سر کو اور کمر کو برابر سیدھا رکھے۔ اپنے ہاتھ گھٹنوں پر یوں
رکھے کہ ہتھیلی تو گھٹنوں پر رہے اور انگلیاں گھٹنے کے نیچے، نیز اپنے بازوؤں کو
پہلوؤں سے جدا رکھے لیکن عورت سمٹ کر رکوع کرے۔ رکوع میں تین مرتبہ یا
پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ پڑھے۔ حنفیہ کے اس عمل پر
احادیث مبارکہ سے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

تکبیر کہنا

(268) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ.

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر (تحریمہ) کہتے پھر جب رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے۔ (الخ.....) (مشکوٰۃ^۱، بخاری^۲، مسلم^۳)

کمر سیدھی رکھنا

(269) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ! كَان رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبَهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ.

رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو سر انور کونہ تو بہت بلند فرماتے اور نہ ہی زیادہ نیچے فرماتے بلکہ درمیانی راہ اختیار فرماتے۔ (ابن ماجہ^۴)

(270) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَا تُجْزِي صَلَاةَ لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ فِيهَا يَعْنِي صَلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

۱ مشکوٰۃ۔

۲ بخاری ج 1 ص 169 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ مسلم ج 1 ص 109 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۴ ابن ماجہ ص 62 باب الركوع في الصلوة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ترجمہ: اُس شخص کو نماز کی پوری جزا نہیں ملے گی جو رکوع و سجود میں اپنی پشت کو برابر نہ رکھے۔ (ابن ماجہ^۱)، نسائی^۲، سنن نسائی^۳، ابوداؤد^۴

(271) حضرت وابصہ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي
فَكَانَ إِذَا رَكَعَ سَوَى ظَهْرَهُ حَتَّى لَوْ صُبَّ عَلَيْهِ الْمَاءُ لَا سَقَرًا.

(سنن ابن ماجہ^۵)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز ادا فرماتے ہوئے دیکھا جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو پشت انور کو اس قدر برابر رکھتے کہ اگر بالفرض پیٹھ مبارک پر پانی ڈالا جائے تو کھڑا رہے۔

رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ

(272) عَنْ أَبِي مُسْعُودٍ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ رَكَعَ فَجَافِيَ أَيْدِيَهُ وَوَضَعَ
يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَفَرَجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ مِنْ وِرَاءِ رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي.

حضرت عقبہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رکوع کیا تو اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر انگلیاں پھیلا کر رکھا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز ادا

۱ ابن ماجہ ص 62 باب الركوع فی الصلوة مطبوعہ کراچی۔

۲ نسائی ج 1 ص 158 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ سنن نسائی ج 1 ص 166 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۴ ابوداؤد ج 1 ص 132 مطبوعہ لاہور۔

۵ سنن ابن ماجہ ص 62 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی^۱)

(273) حضرت سالم بن بزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کی کیفیت و انداز ارشاد فرمائیے تو آپ ہمارے سامنے مسجد میں کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہی (یعنی نماز پڑھنا شروع کر دی) جب رکوع میں گئے تو ہاتھوں کو گھٹنوں پر اس طرح رکھا کہ انگلیاں گھٹنوں کے نیچے اور کہنیاں پہلوؤں سے جدا تھیں۔ حتیٰ کہ ہر عضو میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ پھر سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہر عضو میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں گئے (دوران سجدہ) ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور کہنیوں کو پہلوؤں سے جدا رکھا یہاں تک کہ اعضاء میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ پھر (تکبیر کہتے ہوئے) سجدہ سے سر اٹھایا اور بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ اعضاء میں ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ اسی طرح چار رکعت نماز مکمل کی، پھر فرمایا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (ابوداؤد^۲)

رکوع کی تسبیح

(274) عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَرَكَعَ فَقَالَ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَفِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى.

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم

^۱ ابوداؤد ج 1 ص 134 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

^۲ نسائی ج 1 ص 159 باب مواضع؛ صلیح الیومین فی الرکوع مطبوعہ قدیمی کراچی۔

^۳ ابوداؤد باب الصلوة من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود ج 1 ص 133 مطبوعہ لاہور۔

صلی اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز ادا کی جب آپ ﷺ نے رکوع کیا تو پڑھا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ جبکہ سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہا۔ (نسائی، آثار السنن ص ۲۷۵) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَبِّحُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثَلَاثًا وَفِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا.

ترجمہ: حضرت ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھا کرتے تھے جبکہ سجدہ میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے تھے۔ (آثار السنن ص ۲۷۵)

(276) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اجْعَلُونَهَا فِي رُكُوعِكُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اجْعَلُونَهَا فِي سُجُودِكُمْ.

(مسند امام احمد، ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیہ مبارکہ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ نازل ہوئی تو حضور نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے

۱۔ نسائی ج 1 ص 160 باب الذکر فی الركوع مطبوعہ کراچی۔

۲۔ آثار السنن ص 145 باب ما یقال فی الركوع والسجود مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۳۔ آثار السنن ص 145-46 باب ما یقال فی الركوع والسجود مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

۴۔ مسند امام احمد ج 5 ص 155 طبع جدید بیروت لبنان۔

۵۔ ابوداؤد ج 1 ص 134 باب ما یقول الرجل فی رکوعه وسجوده، مطبوعہ لاہور۔

۶۔ دارمی ج 1 ص 341 باب ما یقول فی الركوع مطبوعہ کراچی۔

۷۔ ابن ماجہ ص 63 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۸۔ صحیح ابن حبان کتاب الصلوٰۃ باب نمبر 73 ما یقول فی الركوع والرفع ہذہ والسجود مطبوعہ بیروت لبنان۔

فرمایا تم ان (کلمات مقدسہ) کو رکوع میں ادا کیا کرو اور جب آیتہ مبارکہ سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم ان (کلمات مقدسہ) کو سجدہ میں پڑھا کرو۔

رکوع سے سر اٹھاتے وقت تسمیع و تحمید کہنا

امام و مفرد تسمیع دونوں کہے جبکہ مقتدی صرف تحمید یعنی اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ

الْحَمْدُ کہے۔

(277) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔ اس میں شک نہیں کہ جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہو گیا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری^۱، ابوداؤد^۲، مشکوٰۃ^۳)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جب امام سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتا ہے تو فرشتے بھی اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے ہیں اور مقتدیوں کو حکم فرمایا گیا تم بھی اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو جس طرح امام کے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر آمین کہنے کا حکم ہے کہ امام کے لفظ وَلَا الضَّالِّينَ کہنے پر فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور تم بھی کہو۔ ان دونوں مقامات پر ایک بات مشترک ہے کہ میرے آقا

۱ بخاری ج 1 ص 109 باب فضل اللهم ربنا لك الحمد مطبوعہ کراچی۔

۲ ابوداؤد ج 1 ص 131 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۳ مشکوٰۃ باب الركوع مطبوعہ کراچی۔

رسول عربی ﷺ نے فرمایا۔ ”مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“ یعنی جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہو اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اسی لئے مقتدی پست آواز سے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتا ہے تاکہ اس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو کر اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش کا سبب بن جائے تو چاہیے یہ کہ آمین بھی آہستہ ہی کہا جائے تاکہ یہ قول بھی فرشتوں کے قول کے موافق ہو کر باعث مغفرت بن جائے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

(278) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ.

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ بھی کہتے۔

(رواہ البخاری^۱، فتح الباری^۲، بخاری شریف^۳)

(279) إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا. (مسلم^۴، بخاری^۵)

ترجمہ: امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو

۱ الحدیث رواہ البخاری۔

۲ فتح الباری ص 224 مطبوعہ بیروت لبنان۔

۳ بخاری شریف ص 109 باب ما یقول الامام ومن خلفه اذا رفع راسه من الركوع مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۴ مسلم ابواب الصلوٰۃ مطبوعہ کراچی۔

۵ صحیح بخاری ج 1 ص 111 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ اور جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

(بخاری و مسلم)

(280) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے
”يَقُولُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ“۔ (بخاری^۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے اٹھتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور کھڑے ہو کر رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے۔

فائدہ: مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ امام اور مفرد تسمیع و تحمید دونوں کہے جبکہ مقتدی صرف ”رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ“ یا ”اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ“ کہے گا اگر اس میں مزید اضافہ کرے یعنی حمداً کثیراً..... الخ پڑھ لے تو زیادہ ثواب ہے جیسا کہ:

(281) حضرت رفاعہ زرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے جب آپ ﷺ رکوع سے اٹھے تو کہا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اس پر ایک مقتدی نے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ کہا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ کس نے یہ بات کہی ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے یہ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمیں (30) سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات (کے ثواب) کے

۱ بخاری باب التکبیر اذا قام السجود ص 109 مطبوعہ کراچی۔

۲ بخاری باب فضل اللهم ربنا لك الحمد ج 1 ص 110 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

لکھنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ (بخاری ۲)

قومہ اور جلسہ میں سکون اختیار کرنا

جب نمازی رکوع کے بعد کھڑا ہوتا ہے تو اسے اصطلاح شرع میں قومہ کہا جاتا ہے جبکہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔ یہ قومہ اور جلسہ پورے سکون و آرام کے ساتھ کرنا چاہیے جو لوگ اس میں جلدی مچاتے ہیں وہ اپنی نماز کو برباد کرتے ہیں اس لیے کہ:

(282) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةٌ
الَّذِي يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَسْرِقُ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ
لَا يَتِمُّ رُكُوعُهَا وَلَا سُجُودُهَا وَلَا يُقِيمُ صَلَاتَهُ فِي الرُّكُوعِ وَلَا فِي
السُّجُودِ. (رواه احمد و طبرانی) ۴

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں بدترین چور وہ ہے جو نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز میں چوری کس طرح کرتا ہے تو ارشاد فرمایا جو رکوع و سجود صحیح طریقہ سے نہ کرے اور جو اپنی پیٹھ کو رکوع و سجود میں سیدھی نہ رکھے۔ (وہ نماز میں چوری کرتا ہے) (احمد و طبرانی ۴)

(283) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ رؤف و رحیم ﷺ مسجد نبوی شریف میں جلوہ فرماتے تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اس نے نماز پڑھی پھر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا حضور اکرم ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا "إِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ

تُصَلِّ " جاؤ جا کر نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی، اس نے پھر نماز ادا کی اور حاضر ہو کر سلام عرض کیا آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا "إِرْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ" جاؤ جا کر نماز پڑھو کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ حتیٰ کہ تین مرتبہ اسی طرح ہوا پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے سکھائیے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ
ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى
تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا۔ (بخاری^۱)

ترجمہ: جب تو نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ پھر جس قدر تجھ سے ممکن اور آسان ہو قرآن کریم پڑھ پھر رکوع کر اور اتنی دیر تک رکوع میں رہ کہ تجھے اطمینان حاصل ہو جائے پھر رکوع سے سر اٹھا یہاں تک کہ تو سیدھا اور درست (ہو کر کھڑا) ہو جائے۔ پھر سجدہ کر یہاں تک کہ حالت سجدہ میں تجھے خوب اطمینان ہو جائے پھر اپنی ساری نماز اسی طرح اطمینان و سکون کے ساتھ ادا کر۔

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے صراحتاً معلوم ہوا کہ دوران نماز قومہ، جلسہ، رکوع و سجود کی ادائیگی میں اطمینان و اعتدال نہایت ضروری ہے اس کے بغیر نماز مکروہ تحریمی یعنی واجب الاعدادہ ہوگی۔ کیونکہ حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے ایسی نماز کو دوبار پڑھنے کا حکم دیا اور بے اطمینانی و بے اعتدالی کو نماز کی چوری قرار دیا۔

۱۔ بخاری ج 1 ص 109 باب امر النبی ﷺ الذی لا یتیم رعوکہ بالا عاده مطبوعہ قدیمی کراچی۔

سجدہ کا طریقہ

پورے اطمینان کے ساتھ قومہ کرنے (یعنی رکوع کے بعد کھڑے ہونے) کے بعد تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں اس طرح جائے کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھے، پھر ہاتھ اور پھر پیشانی رکھے جبکہ اٹھتے ہوئے اس کے برعکس کرے۔ مرد دوران سجدہ کہنیوں کو پہلوؤں سے، رانوں کو پیٹ اور پنڈلیوں سے جدا رکھے۔ کلائیوں کو زمین پر نہ بچھائے۔ جبکہ سر دونوں ہاتھوں کے درمیان یعنی دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہوں اور انگلیاں رو بقبلہ ہوں اسی طرح پاؤں کی انگلیاں بھی قبلہ رخ ہونی چاہئیں۔ بعض لوگ سجدہ کرتے ہوئے پاؤں کی انگلیاں یا تو کھڑی کر لیتے ہیں یعنی معمولی سی زمین پر لگتی ہیں اور کبھی تلوں کی جانب موڑ کر ان کا رخ قبلہ کے برعکس (یعنی پاکستان میں مشرق کی طرف) کر لیتے ہیں۔ یہ دونوں طریقے غلط ہیں۔ اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو انگلیوں کا قبلہ رخ ہونا ضروری ہے جیسا کہ ان احادیث مبارکہ سے یہ مذکورہ مسائل عیاں ہیں۔

(284) عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ

وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

(رواہ ابوداؤد^۱، ابن ماجہ^۲، نسائی^۳، ترمذی^۴، دامی^۵، مشکوٰۃ^۶، مستدرک^۷)

۱۔ رواہ ابوداؤد ج 1 ص 129 باب کیف یصنع رکبۃ قبل یدیه مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ ابن ماجہ ص 63 باب السجود مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳۔ نسائی ص 165 باب اول ما یصل الی الارض من الانسان فی السجود مطبوعہ کراچی۔

۴۔ ترمذی باب ماجاء فی وضع الیدین قبل رکبتین فی السجود ج 1 ص 167 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۵۔ دارمی ج 1 ص 347 مطبوعہ کراچی،

۶۔ مشکوٰۃ ص 84 باب السجود وفضیلۃ مطبوعہ کراچی۔

۷۔ مستدرک للحاکم ج 1 ص 349 طبع جدید بیروت لبنان۔

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ فرماتے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور جب اٹھتے تو ہاتھوں کو پہلے اٹھاتے۔

(285) وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ قَالَا حَفِظْنَا عَنْ عُمَرَ فِي صَلَاتِهِ أَنَّهُ خَرَّ بَعْدَ رُكُوعِهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَمَا يَخِرُّ الْبَعِيرُ وَوَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ.
(رواہ الطحاوی)

ترجمہ: حضرت علقمہ اور حضرت اسود فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز نماز خوب اچھی طرح یاد ہے کہ وہ اپنے گھٹنوں کو اس طرح زمین پر رکھتے جس طرح اونٹ رکھتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھتے اور پھر ہاتھ۔ (طحاوی)

(286) نَصَبُ الرَّايَةِ فِي رُكْبَتَيْهِ فِي صَلَاتِهِ صَدْرَ الْأَوَّلِ مِنْ حَدِيثِ وَائِلِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ فَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَيْهِ.
ترجمہ: مسلم نے اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سجدہ فرمایا تو اپنا رخ، یا اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا۔

(287) امام اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل فرمائی کہ:

قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَجَدَ وَوَضَعَ يَدَيْهِ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ.

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے

۱۔ طحاوی (عربی اردو) ج 1 ص 523 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

سجدہ کیا تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا۔
(288) امام طحاوی کی روایت میں ہے۔

قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ
وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ. (طحاوی)

ترجمہ: وائل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ
جب سجدہ فرماتے تو اپنے روئے انور کو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھتے۔

(شرح معانی الآثار)

(289) امام طحاوی ایک اور روایت امام ابوالسحق کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں وہ
کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور
نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ جب نماز ادا فرماتے تو دوران سجدہ پیشانی مبارک کہاں
رکھتے تھے تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”بَيْنَ كَفَّيْهِ“ یعنی دونوں ہتھیلیوں
کے درمیان۔ (طحاوی)

(290) حضرت عبداللہ بن کسینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ فَرَّجَ
بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدَأَ بِيَاضِ إِبْطَيْهِ. (بخاری، مسلم)

ترجمہ: جب حضور نبی محترم رحمت عالم ﷺ سجدہ فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو اس

۱۔ طحاوی شریف۔ (عربی اردو) ج 1 ص 525 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۲۔ شرح معانی الآثار۔

۳۔ طحاوی ج 1 ص 525 (عربی اردو) مطبوعہ لاہور۔

۴۔ بخاری شریف ج 1 ص 112 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۵۔ مسلم شریف ج 1 ص 194 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

قدر کشادہ فرماتے (یعنی کہنیوں کو پہلوؤں سے الگ فرماتے) کہ آپ ﷺ کی بغل مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی۔

(291) حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ!

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَجَدًا مَكَّنَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ نَحَى يَدَيْهِ عَن جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكَبَيْهِ.

ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ناک مبارک اور پیشانی انور خوب جما کر رکھتے اور ہاتھ دونوں کندھوں کے برابر رکھتے۔

(292) عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ قُلْتُ لِلْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَيْنَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ وَجْهَهُ إِذَا سَجَدًا؟ فَقَالَ بَيْنَ كَفَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور اکرم نبی محترم ﷺ بوقت سجدہ اپنا روئے تاباں کہاں رکھتے تھے تو انہوں نے فرمایا۔ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان۔ (ترمذی^۱)

فائدہ: یہ مؤخر الذکر روایت قبل ازیں امام طحاوی کے حوالہ سے بھی گزر چکی ہے۔ ان میں ہاتھوں کا بوقت سجدہ چہرہ کے برابر رکھنے کا ذکر ہے جبکہ ابو حمید ساعدی کی روایت میں کندھوں کے برابر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔ ان روایات کی جمع و تطبیق یوں ہو جائے گی کہ ہاتھوں کے انگوٹھے تکبیر تحریمہ کی طرح کانوں کی لو کے برابر رکھے جائیں۔ اس طرح ان ساری روایات پر عمل ہو جائے گا نیز دوران سجدہ انگلیوں کو ملا کر رکھے اور کلائیوں کو زمین پر نہ بچھائے اس لئے کہ:

۱۔ ترمذی باب ماجاء فی السجود علی جبهة والانف ج 1 ص 167 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ ترمذی، ماجاء این یضع الرجل وجهه ج 1 ص 167 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

(293) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اغْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ. (صحیح مسلم)

ترجمہ: سجدہ میں اعتدال کرو (یعنی درمیانی راہ اختیار کرو) اور تم میں کوئی بوقت سجدہ اپنی کہنیوں کو ٹکتے کی طرح (زمین پر) نہ بچھائے۔ (مسلم)

(294) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَكَعَ فَرَجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَإِذَا تَسَجَّدَ ضَمَّ أَصَابِعَهُ. (حاکم صحیح علی شرط المسلم)

ترجمہ: حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو انگلیوں کو کھول کر (پھیلا کر) رکھتے اور جب سجدہ فرماتے تو انگلیوں کو ملا کر رکھتے۔ (متدرک ۳)

(295) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ.

ترجمہ: جب تو سجدہ کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو (زمین پر) رکھ اور اپنی کہنیوں کو (زمین سے) اٹھائے رکھ۔ (صحیح مسلم ۳)

(296) ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا سَجَدَ جَا فِي بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى لَوْ أَنَّ بُهْمَةً

۱ صحیح مسلم الاعتدال فی السجود ج 1 ص 193 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۲ متدرک حاکم علی الصحیحین ص 49-346 طبع جدید مطبوعہ دارالکتب علمیہ بیروت لبنان

۳ صحیح مسلم ص 194 مطبوعہ کراچی باب اعتدال فی السجود۔

أَرَادَتْ أَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتٌ ۝

ترجمہ: جب حضور اکرم نبی محتشم رحمت عالم ﷺ جب سجدہ فرماتے تو ہاتھوں (یعنی بازوؤں اور پہلوؤں کے) درمیان اس قدر فاصلہ رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ۲)

یاد رکھیے! دوران سجدہ سات اعضاء کا زمین پر لگنا ضروری ہے۔ اگر بلا عذر شرعی کوئی عضو زمین پر نہ لگا تو سجدہ ناقص ہوگا۔ اس لئے کہ:

(297) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمِ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكَفَتِ الشِّيَابَ وَالشَّعْرَ. (بخاری ۳)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی پر اور آپ ﷺ نے اپنی بنی شریفہ (ناک) کی طرف اشارہ فرمایا۔ دونوں ہاتھوں پر دونوں گھٹنوں پر، دونوں پاؤں کی انگلیوں پر (اور یہ بھی حکم دیا کہ) ہم دوران نماز کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔

(298) حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم رؤف ورحیم

ﷺ کی نماز کا طریقہ عملاً یوں بیان فرمایا کہ:

فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ.

۱۔ ابوداؤد باب صفة السجود ج 1 ص 138 مطبوعہ لاہور ص 143 مطبوعہ ریاض۔

۲۔ مشکوٰۃ ص 83 باب السجود وفضلہ مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۳۔ بخاری باب السجود علی الانف ج 1 ص 112 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

پھر جب سجدہ کیا تو دونوں ہاتھوں کو (زمین پر) رکھا لیکن ان کو بچھایا نہیں اور نہ ہی ان کو سمیٹا (یعنی نہ تو کلائیاں زمین پر لگائیں اور نہ ہی ان کو پیٹ یا رانوں کے ساتھ ملایا) اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ شریف کی طرف سیدھی رکھیں۔
(بخاری^۱)

سجدہ میں ٹھونگ:

بعض لوگ دوران نماز سجدہ کرتے ہوئے بہت جلدی کرتے ہیں اور سجدہ میں ایسی پھرتی دکھاتے ہیں گویا ٹھونگ مار رہے ہوں۔ حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور حکم دیا کہ پُر سکون انداز میں نماز ادا کی جائے۔

(299) حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَافْتِرَاشِ السَّبْعِ وَأَنْ يُوْطِنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَعِيرَ.

(سنن دارمی^۲، ابوداؤد^۳، نسائی^۴، ابن ماجہ^۵، مسند امام احمد^۶، مشکوٰۃ^۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ کوئے کی طرح ٹھونگ مارنے سے، درندے کی طرح کلائیاں بچھانے سے اور اس بات سے کہ کوئی آدمی مسجد میں اپنی

۱ بخاری شریف ج 1 ص 114 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۲ سنن دارمی ج 1 ص 348 مطبوعہ کراچی۔

۳ ابوداؤد ج 1 ص 133 مطبوعہ لاہور۔

۴ نسائی ج 1 ص 167 باب النھی عن نقرة الغراب مطبوعہ کراچی۔

۵ ابن ماجہ ص 103 مطبوعہ کراچی۔

۶ مسند امام احمد ج 4 ص 446 طبع جدید بیروت لبنان۔

۷ مشکوٰۃ ص 84 باب السجود مطبوعہ کراچی۔

جگہ اس طرح مقرر کر لے۔ جس طرح اونٹ اپنی جگہ مقرر کر لیتا ہے (کہ صرف اسی جگہ آ کر بیٹھتا ہے) یعنی ان سب امور سے منع فرمایا۔

سجدہ میں تسبیح کا پڑھنا

بجاء اللہ تعالیٰ اس موضوع پر احادیث مبارکہ رکوع کے بیان میں گزر چکی ہیں وہاں ملاحظہ ہوں البتہ یہ یاد رکھئے کہ رکوع و سجود میں کمال کا ادنیٰ درجہ کم از کم تین تین مرتبہ تسبیح کا پڑھنا ہے۔ اگر زیادہ مرتبہ پڑھے مثلاً پانچ، سات، نو یا گیارہ مرتبہ تو زیادہ بہتر ہے۔ لیکن امام زیادہ لمبا سجدہ نہ کرے بلکہ مقتدیوں کی رعایت پیش نظر رکھے۔

(300) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ط وَذَلِكَ أَدْنَاهُ فَإِذَا سَجَدَ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ رَبِّي
الْأَعْلَى ثَلَاثًا وَذَلِكَ أَدْنَاهُ. (ابوداؤد^۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جب کوئی رکوع کرے تو تین مرتبہ
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے اور جب سجدہ کرے تو تین مرتبہ
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہے اور یہ ادنیٰ مرتبہ ہے۔ (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ زیادہ مرتبہ تسبیح پڑھنا زیادہ بہتر اور مستحب ہے لیکن امام احتیاط کرے کیونکہ حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

(301) مَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَ السَّقِيمَ وَ الْكَبِيرَ
وَ ذَالْحَاجَةَ. (ابوداؤد^۲)

۱ ابوداؤد شریف ج 1 ص 136 باب مقدار الركوع والسجود مطبوعہ رحمانیہ کراچی۔

۲ ابوداؤد ص 124 باب تخفيف الصلاة مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

ترجمہ: جو شخص کسی قوم کا امام بنے تو اسے چاہیے کہ تخفیف کرے اس لئے کہ اس کے مقتدیوں میں کوئی ضعیف کوئی بیمار یا کوئی حاجت و ضرورت والا بھی ہوتا ہے۔

مرد اور عورت کے سجدہ میں فرق

مرد خوب کھل کر اور اپنی پشت کو اوپر اٹھا کر سجدہ کرے گا لیکن عورت (حیا کی کثرت کی وجہ سے) خوب سمٹ کر اور پیٹ کو رانوں سے ملا کر سجدہ کرے گی۔
(302) عَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ الشُّجُودَ فَسَجَدَ فَأَدْعَمَ عَلِيٌّ كَفِيهِ وَرَفَعَ عَجِيرَتَهُ وَقَالَ هَكَذَا كَانَ يَفْعَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ ۱)

ترجمہ: ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں سجدہ کرنے کی ترکیب یوں بتائی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سجدہ کیا اور ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور اپنی پشت کو اوپر اٹھائے رکھا (یعنی پیٹ کو رانوں سے الگ رکھا) اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح سجدہ فرمایا کرتے تھے۔

امام ابو داؤد نے بھی اسی کی مثل قدرے اختلاف سے نقل فرمایا ہے۔

(ابو داؤد ۲)

عورت سجدہ میں پیچھا نہ اٹھائے

(303) علامہ عبدالحی عمدة الرعاية حاشیہ شرح وقایہ کے ص 182 جلد اول میں لکھتے ہیں کہ:

أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي مَرَّاسِيْلِهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

۱ رواہ ابو یعلیٰ فی سندہ و نصب الراية زیلعی ص 200

۲ ملاحظہ ہو۔ ابو داؤد ص 143 مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى امْرَأَةٍ تَيْنِ تَصَلُّيْنَا فَقَالَ إِذَا سَجَدْتُمَا فَضَمَّا
بَعْضَ اللَّحْمِ الْأَرْضِ ۝

ترجمہ: امام ابو داؤد نے مراہیل میں نقل فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے
قریب سے نرے جو کہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سجدہ
کرو تو اپنے بعض اعضاء کو زمین سے چمٹالیا کرو۔ (یعنی خوب سمٹ کر سجدہ کیا کرو)
(304) وَأَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ مَرْفُوعًا إِذَا سَجَدَتِ الْمَرْأَةُ الصَّقَتْ بَطْنَهَا
بِفَخِذِهَا كَأَسْتِرٍ مَا يَكُونُ.

ترجمہ: اور امام بیہقی دوسری حدیث پاک مرفوعاً نقل فرمائی کہ (فرمایا) جب
عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ لگالے تاکہ احسن طریقہ
سے پردہ ہو۔

دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کا طریقہ

(305) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَفْتَرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ
الْيُمْنَى وَكَانَ يَنْهَى عَنِ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ. (مسلم، مشکوٰۃ ۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ (بیٹھتے وقت) اپنا بائیں پاؤں شریف بچھاتے تھے اور
دایاں پاؤں کھڑا فرماتے تھے اور عقبہ شیطان سے منع فرماتے تھے۔

نوٹ:- عقبہ شیطان کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ عند البعض اس سے
مراد گتے کی طرح بیٹھنا ہے جو کہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

۱۔ مسلم شریف ج 1 ص 195 باب صفۃ الجلو س بین السجدتین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲۔ مشکوٰۃ ج 1 ص 75 باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(306) حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيُثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا ثُمَّ يَعْتَدِلُ
حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلَى مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَسْجُدُ. (مشکوٰۃ)

رسول کریم ﷺ (ایک سجدہ کر کے) سر انور کو اٹھاتے اور بایاں پاؤں
بچھا کر اس پر بیٹھتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی اصلی جگہ پر آجاتی (یعنی پرسکون
انداز میں تشریف فرما ہوتے) پھر آپ ﷺ دوسرا سجدہ فرماتے۔ (مشکوٰۃ)

دونوں سجدوں کے بعد کھڑے ہونا

دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہونے سے قبل بعض حضرات چند
لمحے توقف کر کے کھڑے ہوتے ہیں اور اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں جبکہ حنفیہ
کے نزدیک مسنون عمل یہ ہے کہ دونوں سجدوں کے بعد جلسہ استراحت (یعنی
پہلے التیات میں بیٹھنے کی طرح بیٹھ جانا پھر چند لمحے ٹھہر کر کھڑے ہو جانا) نہ
کرے بلکہ بیچوں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اس موقف کی تائید میں احادیث
مبارکہ ملاحظہ ہوں کہ اٹھنے کا انداز کیا ہے۔

(307) عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَجَدَ
وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَأَذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

(ابی داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی،)

۱۔ مشکوٰۃ ص 76 باب صفة الصلوة مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۲۔ ابی داؤد ج 1 ص 129 مطبوعہ لاہور۔

۳۔ ترمذی ج 1 ص 167 مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۴۔ ابن ماجہ ص 63 باب السجود مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۵۔ نسائی ج 1 ص 165 باب اقل ما يصل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب سجدہ فرماتے تو گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور جب اٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

(308) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نماز میں (پہلی رکعت کے سجدوں کے بعد بغیر بیٹھے) اپنے قدموں کے کناروں یعنی پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ (ترمذی، سنن الکبریٰ ۲)

یاد رہے کہ بعض محدثین اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ یہ روایت قابل عمل نہیں بلکہ بکثرت صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل فرمانا بجائے خود اس کے ضعف کو دور کر دیتا ہے جیسا کہ:

(309) حضرت عبدالرحمن بن یزید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "فَرَأَيْتُهُ يَنْهَضُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ وَلَا يَجْلِسُ إِذَا صَلَّى فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ حِينَ يَقْضَى السُّجُودَ". (بیہقی ۳)

۱۔ ترمذی ج 1 ص 169 باب کیف النهوض في السجود مطبوعہ رحمانیہ لاہور و ص 80 مطبوعہ ریاض سعودیہ

۲۔ سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 124 مطبوعہ ملتان۔

۳۔ بیہقی باب من قال يرجع على صدور قدميه ج 2 ص 125-126

مطبوعہ تالیفات اشرفیہ ملتان

میں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ پہلی رکعت کے سجدوں کے بعد نہ بیٹھتے تھے بلکہ بچوں کے بل سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی یہی عمل تھا یعنی یہ سب حضرات بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ (جوہر النقی ۱)

(310) شارح بخاری علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں کہ!

عَنِ النَّعْمَانِ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ قَالَ أَذْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكَانَ أَحَدُهُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ سَجْدَةِ الثَّانِيَةِ مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُولَى وَالثَّلَاثَةِ نَهَضَ كَمَا هُوَ وَلَمْ يَجْلِسْ.

ترجمہ: حضرت نعمان بن ابی عیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بکثرت صحابہ کو دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک جب بھی وہ پہلی یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تو بیٹھے بغیر سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ (الدرایۃ ۲)

(311) عَنْ عَبَّاسِ أَوْ عِيَّاشِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَبُوهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَفِي الْمَجْلِسِ أَبُو هُرَيْرَةَ وَأَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ وَأَبُو أُسَيْدٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ.

ترجمہ: حضرت عباس بن سہل یا عیاش بن سہل (یعنی نام کی قرأت میں اختلاف ہے) ساعدی ایسی محفل میں موجود تھے کہ جس میں ان کے والد حضرت

۱ ملاحظہ ہو جوہر النقی جلد 2 ص 125 مطبوعہ اشرفیہ ملتان

۲ الدرایۃ جلد 1 ص 147۔

بل ساعدی بھی تھے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی بھی ہیں اور اس محفل میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو حمید ساعدی اور ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ ان میں نماز کا تذکرہ ہوا تو اس میں یہ بھی کہ پھر انہوں نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا یعنی دوسرا سجدہ) پھر تکبیر کہی اور بغیر بیٹھے سیدھے کھڑے ہو گئے۔

(ابوداؤد، آثار السنن)

(312) امام احمد حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل فرمائی کہ انہوں نے اپنی قوم کو جمع کیا اور حکم دیا کہ سب مرد و عورت جمع ہو جاؤ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز سکھاتا ہوں۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز شروع کی سورۃ فاتحہ شریف اور سورۃ مبارکہ پڑھ کر رکوع کیا پھر قومہ کیا۔

ثُمَّ كَبَّرَ وَخَرَّ سَاجِدًا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ
فَانْتَهَضَ قَائِمًا۔ (آثار)

یعنی پھر تکبیر کہی اور سجدہ میں گرے۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے سر کو اٹھایا پھر تکبیر کہی اور (دوسرا) سجدہ کیا۔ پھر تکبیر کہی اور بیٹھے بغیر پنچوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ (امام احمد نے اس کی سند کو حسن قرار دیا)

ضروری وضاحت:

واضح ہو کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عمل مبارکہ سے ثابت ہے کہ جلسہ استراحت ایک مسنون عمل نہیں ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے

۱۔ رواہ ابوداؤد ج 1 ص 115 باب افتاح الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ آثار السنن ص 152 باب فی ترک جلسۃ الاستراحت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۳۔ آثار السنن ص 152 باب فی ترک جلسۃ استراحت مطبوعہ ملتان۔

کہ بعض احادیث مبارکہ سے جلسہ استراحت (یعنی دوسری رکعت میں چند لمحے بیٹھ کر کھڑے ہونا) ثابت ہے جیسا کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل کسی خاص موقع پر فرمایا گیا تھا۔ ہمیشہ کی عادت مبارک نہ تھی۔ نامور محدث حضرت امام ابو جعفر طحاوی علیہ الرحمۃ نے شرح معانی الآثار میں اس موضوع پر مختلف روایات کی تطبیق فرماتے ہوئے فرمایا۔

فَلَمَّا تَخَالَفَ الْحَدِيثَانِ أُحْتَمِلَ أَنْ يَكُونَ مَا فَعَلَهُ فِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ حُوَيْرِثٍ لَعَلَّ كَانَتْ بِهِ فِقْعَةٌ مِنْ أَجْلِهَا لِأَنَّهُ ذَاكَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ "وَقَالَ" وَلَوْ كَانَتْ هَذَا الْجَلْسَةُ مَقْصُودَةً لِشَرْعٍ لِهَذَا ذِكْرٍ مَخْصُوصٍ.

ترجمہ: جب دونوں روایات میں بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے تو اس کا حل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ جلسہ استراحت کسی خاص ذاتی حالت و کیفیت کی وجہ سے فرمایا ہوگا نہ کہ اس لئے کہ یہ نماز کی سنت ہے اور اگر یہ جلسہ نماز میں مطلوب مقصود ہوتا تو خصوصیت کے ساتھ اس کا علیحدہ تذکرہ ضرور ہوتا۔

غیر مقلد حضرات کے نزدیک نہایت معتبر اور محقق شخصیت علامہ ابن قیم نے بھی اس مضمون کی جملہ روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرمایا۔

وَلَوْ كَانَ هَدْيُهُ ﷺ وَفَعَلَهَا دَائِمًا لَذَكَرَهَا كُلُّ وَاصِفٍ لِصَلَاتِهِ وَجَرَّدُ فِعْلِهِ ﷺ لَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الصَّلَاةِ إِلَّا إِذَا عَلِمَ أَنَّهَا جَعَلَهَا سُنَّةً يُقْتَدَى بِهَا فِيهَا وَأَمَّا إِذَا قُدِّرَ أَنَّهُ فَعَلَهَا لِلْحَاجَةِ لَمْ يَدُلُّ عَلَى كَوْنِهَا سُنَّةً مِنْ سُنَنِ الصَّلَاةِ. (ملخص)

ترجمہ: اور اگر آپ ﷺ کی عادت مبارکہ ہمیشہ جلسہ استراحت فرمانے کی

ہوتی تو یقیناً ہر وہ شخص اس بات کا تذکرہ کرتا کہ جس بھی کسی نے آپ ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے اور محض ایک آدھ مرتبہ آپ ﷺ کا اس عمل کا فرمانا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ عمل نماز کی سنت ہے۔ ہاں البتہ اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ آپ ﷺ نے یہ عمل مبارک بطور سنت فرمایا ہے کہ تا کہ لوگ بھی ایسا کریں (تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہوتا) لیکن جب یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ یہ عمل اپنی کسی ذاتی ضرورت کے تحت کیا ہے تو اس سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عمل (جلسہ استراحت) نماز کی سنتوں میں سے کوئی سنت ہے۔ (زاد المعاد)

قابل توجہ: محترم قارئین کرام اس مختصر مگر مفید بحث سے یہ ثابت ہوا کہ فقہاء کرام نے ہر ہر مسئلہ کے اخذ فرمانے میں بہت محنت فرمائی ہے۔ اسی لئے ایک عام آدمی کو ان کی بات بغیر ہچکچاہٹ کے قبول کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ کیونکہ عوام الناس تو درکنار عام علماء کرام بھی نہیں جانتے کہ کونسی حدیث ناخ ہے اور کونسی منسوخ، کونسی متواتر ہے اور کونسی متروک۔ مگر اہل حدیث بننے کے شوق میں بعض حضرات اپنی خواہش کی تقلید کرتے ہوئے جس روایت پر چاہتے ہیں عمل کر لیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں ترک کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

دوسری رکعت کی مسنون قرأت

نماز کی پہلی رکعت کے شروع میں تو ثناء اور تعوذ و تسمیہ پڑھا تھا لیکن جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہونگے۔ ثناء، تعوذ اور تسمیہ پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ سنت مشہور یہ ہے کہ قرأت الحمد شریف سے شروع کرے۔ (کذافیؒ)

(313) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا نَهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَمْ يَسْكُتْ.

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت ادا فرمانے کے لئے کھڑے ہوتے تو قرأت کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرماتے اور خاموش (کھڑے) نہ رہتے۔ (صحیح مسلم، آثار السنن ص ۱۰۰) یعنی جس طرح پہلی رکعت میں امام قرأت سے پہلے خاموشی کے ساتھ ثنا اور تعوذ و تسمیہ پڑھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم دوسری رکعت میں خاموشی کے ساتھ کھڑے نہ رہتے بلکہ کھڑے ہوتے ہی بلند آواز سے سورۃ شروع فرمادیتے۔

دوسری رکعت میں الحمد کے ساتھ سورۃ مبارکہ ملانا

امام اور مفرد نماز کی دوسری رکعت میں فاتحہ شریف کے ساتھ کوئی سورۃ مبارکہ یا تین آیات مبارکہ یا ایک آیت مبارکہ جو کم از کم تین چھوٹی آیات مبارکہ کے برابر ہو ملائے جبکہ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ شریف پڑھنا ہی کافی ہے۔ (دلیل ملاحظہ فرمائیں)

(314) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَبِسُورَتَيْنِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَتَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ.

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم روف

۱ صحیح مسلم شریف۔

۲ آثار السنن ص 153 مطبوعہ ملتان۔

درحیم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ شریف اور دو سورتیں (یعنی ہر رکعت میں ایک ایک سورۃ) پڑھا کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ الحمد پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری^۱، مسلم^۲، آثار السنن^۳)

قعدہ (یعنی بیٹھنے) کا مسنون طریقہ

دوسری رکعت میں تشہد کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نمازی اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور اُس کی انگلیاں (اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو) قبلہ شریف کی طرف سیدھی رکھے جبکہ بائیں پاؤں بچھا کر اُس پر بیٹھ جائے۔
(دلیل ملاحظہ فرمائیں)

(315) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا..... وَفِيهِ وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يُفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيُنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى.
ترجمہ: حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ وعن ابیہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات کے لئے بیٹھنا ہے اور آپ ﷺ اپنا بائیں پاؤں بچھاتے اور دایاں کھڑا رکھتے تھے۔ (مسلم^۴)
(316) قَالَ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا قَعَدَ رَأَى تَشَهُدَ فَرَشَ قَدَمَهُ الْيُسْرَى عَلَى الْأَرْضِ وَجَلَسَ عَلَيْهَا.
ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی جب آپ بیٹھے اور تشہد پڑھا تو (بیٹھنے کیلئے) اپنا بائیں قدم زمین پر بچھا کر اُس پر تشریف فرما

۱ بخاری شریف ج 1 ص 107 باب یقرأ فی الآخِرین بفاتحہ الکتاب، مطبوعہ قدیمی کراچی،

۲ مسلم ج 1 ص 185 مطبوعہ کراچی۔

۳ آثار السنن ص 127 باب قرأۃ السورۃ بعد الفاتحہ فی الاولین مطبوعہ امدادیہ ملتان

۴ مسلم باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ہوئے۔ (رواۃ الطحاوی^۱، شرح معانی^۲)

(317) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تُنْصَبَ الْقَدَمُ الْيُمْنَى وَاسْتِقْبَالَه بِأَصَابِعِهَا الْأَقْبِلَةَ وَالْجُلُوسَ عَلَى الْيُسْرَى.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز کی سنت میں سے یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کیا جائے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھا جائے اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے۔ (یعنی یہ طریقہ نبوی ﷺ ہے)۔ (رواہ النسائی^۳)

(318) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ قُلْتُ لَا نَظْرَنَ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِي لِلتَّشَهُدِ افْتَرَشْتُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَوَضَعُ يَدَهُ الْيُسْرَى يَعْنِي عَلَى فِخْذِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى.

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مدینہ طیبہ حاضر ہوا میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھوں گا (میں نے دیکھا کہ) جب آپ ﷺ تشہد کیلئے بیٹھے تو اپنا بائیں پاؤں بچھا کر بیٹھے اور اپنا بائیں دست مبارک بائیں ران پر رکھا جبکہ اپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھا۔ (اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھا)۔ (اخرجہ^۴، ترمذی^۵)

قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھے

(319) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نَقُولُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ "السَّلَامُ"

۱ رواۃ الطحاوی (عربی اردو)۔

۲ شرح معانی الآثار ج 1 ص 529 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۳ رواہ النسائی ج 1 ص 173 باب استقبال باطراف اصابع..... الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۴ اخرجہ الترمذی ص 39۔

۵ ترمذی شریف ص 170 باب کیف جلوس فی التشہد مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

عَلَى اللَّهِ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا قَعَدَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ. فَإِذَا قَالَهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو کہتے۔ السَّلَامُ عَلَی اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَی فُلَانٍ یعنی اللہ تعالیٰ پر سلام ہو، فلاں اور فلاں پر سلام ہو۔ اس پر حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا (یوں نہ کہا کرو اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ تو خود ہی سلام ہے۔ بلکہ جب تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو یہ پڑھے۔ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ..... (الخ) الصَّالِحِينَ۔ یعنی میری ساری قوی فعلی مالی اور بدنی عبادات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام ہو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا آپ ﷺ پر نزول ہو۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے سارے نیک بندوں (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) جب نمازی یہ جملہ کہتا ہے تو اس کا یہ سلام زمین و آسمان میں رہنے والے ہر نیک بندہ خدا کو پہنچے گا۔ (پھر کہے) أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۱ بخاری ج 1 ص 115 باب التشهد في الآخرة مطبوعہ کراچی۔

۲ مسلم ص 173 التشهد في الآخرة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ ابوداؤد ج 1 ص 147 باب التشهد مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

فائدہ: امام ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث تشہد کے بارہ میں صحیح ترین حدیث ہے اور اسی پر اہل علم صحابہ (علماء صحابہ) اور تابعین کا عمل ہے۔

مذکورہ بالا تشہد کے علاوہ کتب صحاح ستہ میں تشہد یوں بھی منقول ہے مثلاً (320) بخاری شریف اور نسائی شریف میں الفاظ التحیات اس طرح درج ہیں کہ:

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. (بخاری، نسائی^۱)

(321) سنن نسائی کی دوسری روایت اور مسلم شریف میں یوں ہے۔

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. (صحیح مسلم^۲، نسائی^۳)

(322) نسائی شریف کی ایک اور روایت میں ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ وَبِاللَّهِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَسْأَلُ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ. (نسائی^۴)

۱ بخاری و نسائی۔

۲ صحیح مسلم باب التشہد فی الصلوٰۃ ج 1 ص 174 مطبوعہ کراچی۔

۳ نسائی ج 1 ص 175 باب کیف تشہد الاول مطبوعہ کراچی۔

۴ نسائی ج 1 ص 175 باب کیف تشہد الاول مطبوعہ قدیمی ملتان۔

(323) سنن ابی داؤد میں ہے۔

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالْمُلْكُ لِلَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا
النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. (ابوداؤد)

بہت سی احادیث میں یہاں صرف پانچ روایات مقدسہ کو درج کیا گیا ہے یہاں ایک بات نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ اگرچہ التحیات شریف کے الفاظ مختلف ہیں اور ان میں سے سنت کے مطابق کمی بیشی بھی جائز ہے مگر ان سب میں ایک بات مشترک ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں وہ یہ کہ صیغہ ندا سے بارگاہ رسالت مآب میں سلام عرص کرنا یعنی ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ یا ”سَلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“

دوسرے لفظوں میں یوں کہیے ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ یا ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ کہنے کا حکم خود رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ نماز صرف مسجد نبوی شریف میں اور میری موجودگی میں ہی نہیں پڑھی جائے گی بلکہ بفضلہ تعالیٰ زمین کے آخری کناروں تک نماز پڑھی جائے گی اور قیامت تک پڑھی جائے گی اور ہر نمازی ہر جگہ صیغہ نداء کے ساتھ ہی سلام نیاز عرض کرے گا۔ مگر یہ کسی ضعیف روایت سے بھی ثابت نہیں کہ آقائے نعمت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ صیغہ خطاب سے سلام صرف مسجد نبوی میں اور میری موجودگی میں ہی پڑھنا۔ اور یہ بات بھی خوب ذہن نشین رہے کہ تشہد محض حکایت کے طور پر یعنی شب معراج پیش آنے والے واقعہ کی کہانی کے طور پر پڑھنے کا حکم نہیں بلکہ انشاء اللہ، تمنا اور اظہار خواہش (دعا) کے طور پر پڑھنے کا حکم ہے اسی لئے تو حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم

نے یہ خبر دی ہے کہ جب نمازی ”السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ“ کہتا ہے تو زمین و آسمان میں رہنے والے تمام کے تمام بندگان خدا کو اس کا سلام پہنچتا ہے۔ اس لئے لامحالہ یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ نمازی جب ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ“ کہتا ہے تو اس کا سلام عقیدت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں بھی پہنچتا ہے اور یوں صیغہ خطاب سے سلام عرض کرنا حکم نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم)

معذور کے لئے آسانی

(324) حضرت عبداللہ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نماز میں چار ژانوں (چوڑی مار کر) بیٹھے ہوئے دیکھا تو میں نے بھی ایسے ہی کیا اس وقت میں ابھی کم عمر تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے اس طرح بیٹھنے سے منع فرمایا اور فرمایا۔ اِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ اَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنِي وَتَشْنِي الْيُسْرِي۔ بے شک نماز کا سنت طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھو اور بائیں پاؤں کو بچھا لو۔ میں نے عرض کیا کہ آپ تو اس طرح (یعنی چار ژانوں) بیٹھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھاتے (یعنی میں معذور ہوں)۔ (بخاری)

قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھے

(325) عمدة الرعایة جلد اول میں علامہ عبدالحی علیہ الرحمۃ ناقل ہیں کہ!

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ التَّشَهُدَ فِي أَوَّلِ

۱۔ بخاری باب سنة الجلس ج 1 ص 114 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

الصَّلَاةِ وَآخِرُهَا فَإِذَا كَانَ وَسَطُ الصَّلَاةِ نَهَضَ إِذَا فَرَغَ مِنَ التَّشَهُدِ
وَإِذَا كَانَ فِي آخِرِ الصَّلَاةِ دَعَا لِنَفْسِهِ مَا شَاءَ۔ (مسند امام احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم
ﷺ نے مجھے (چار رکعت والی) نماز کے پہلے اور دوسرے تشهد کا طریقہ سکھایا
جب آپ ﷺ نماز کے درمیان ہوتے (یعنی پہلے قعدہ میں بیٹھتے) تو تشهد کے
مکمل ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے۔ (درود و دعانہ پڑھتے) اور جب آخری قعدہ
میں بیٹھتے تو اپنے لئے جو چاہتے دعا مانگتے۔

(326) امام ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت نقل فرمائی کہ!

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ
حَتَّى يَقُومَ.

ترجمہ: رسول محترم ﷺ جب پہلی دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو یوں محسوس ہوتا
گویا گرم پتھر پر بیٹھے ہیں۔ یہاں تک کہ کھڑے ہو جاتے یعنی درود شریف اور دعا
نہ پڑھتے تھے۔ (ترمذی، ابوداؤد، سنن نسائی، مشکوٰۃ)

تشہد میں انگلی کا اشارہ کرنا

دوران نماز تشهد پڑھتے ہوئے جب کلمہ اشہد ان لا پر پہنچے تو دائیں

۱۔ مسند امام احمد ج 2 ص 44 طبع جدید مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

۲۔ ترمذی ج 1 ص 192 باب ماجاء فی مقدار القعود فی الرکعتین الاولین مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۳۔ ابوداؤد ج 1 ص 151 باب فی تخفیف القعود مطبوعہ لاہور۔

۴۔ سنن نسائی ج 1 ص 175 باب اتخفیف فی التشہد الاول مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۵۔ مشکوٰۃ ص 85 باب التشہد مطبوعہ کراچی۔

ہاتھ کی بڑی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنائے۔ چھنگلیا اور ساتھ والی انگلی کو ہتھیلی کے ساتھ ملا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور جب کلمہ **إِلَّا اللّٰهُ** پر پہنچے تو انگلی کو نیچے کرے اور بدستور زانوؤں پر ہاتھ رکھ لے۔

(327) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا قَعَدَ عَوًّا وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فِخْذِهِ الْيُمْنَى وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فِخْذِهِ الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِأَصْبَعِهِ السَّبَابَةِ وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى أَصْبَعِهِ الْوُسْطَى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرَى رُكْبَتَهُ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب قعدہ (تشہد) میں دعا کے لئے بیٹھتے تو دائیں ہاتھ کو دائیں ران اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور اپنے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کو ملا لیتے (یعنی حلقہ بناتے) اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے۔

(مسلم)

(328) خیال رہے کہ حضرت وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ ہے۔

ثُمَّ قَبَضَ ثَلَاثَةً مِنْ أَصَابِعِهِ وَحَلَقَ حَلْقَةً ثُمَّ رَفَعَ أَصْبَعَهُ فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا يَدْعُو بِهَا.

ترجمہ: پھر آپ ﷺ نے تین انگلیوں کو بند کر کے حلقہ بنایا پھر انکشت شہادت کو اٹھایا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ اس کو حرکت دے رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔ (مشکوٰۃ ص ۱، سنن کبریٰ ص ۱۱۱)

(329) جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مزویٰ دوسری روایت

۱۔ مسلم باب صفة الجوس فی الصلاة ج 1 ص 216 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۲۔ مشکوٰۃ ص 85 باب التشہد مطبوعہ کراچی۔

۳۔ سنن کبریٰ للبیہقی ج 2 ص 132، باب من روی انہ اشارہ بھا ولا یحرکھا مطبوعہ نثرانہ ملتان۔

میں یہ ہے۔ ”اِذَا دَعَا لَا يُحَرِّكُهَا“ جب آپ ﷺ دعا (یعنی تشهد) پڑھتے تو انگلی سے صرف اشارہ کرتے تھے ہلاتے نہیں تھے۔ (سنن کبریٰ ۱)

امام بیہقی ان احادیث کے تحت فرماتے ہیں کہ!

يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ مُرَادُهُ بِالتَّحْرِيكِ الْإِشَارَةَ بِهَا لَا تَكْرِيرَ
تَحْرِيكِهَا فَيَكُونُ مُوَافِقًا لِرِوَايَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ.

ترجمہ: حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی روایت میں حرکت سے مراد اشارہ ہے نہ یہ کہ اس کو مسلسل ہلاتے رہنا اس طرح یہ حدیث بھی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موافق ہو جائے گی۔ (سنن بیہقی ۲)

تیسری رکعت میں قیام

اب اگر چار رکعتوں والی نماز ہے تو صرف تشهد پڑھ کر درود شریف اور دعا پڑھے بغیر کھڑے ہو جائیں گے اور حسب سابق نماز کو مکمل کریں گے۔ البتہ فرضوں کی آخری دونوں رکعتوں میں صرف فاتحہ شریف کا پڑھنا ہی کافی ہوگا۔ (330) جیسا کہ حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ ہی پڑھتے تھے اور کبھی (تعلیم دینے کیلئے) ایک آدھ آیت سنا بھی دیتے۔ (یعنی بلند آواز سے پڑھتے)

(بخاری ۳)

۱۔ سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۳۲-۱۳۱ باب و مطبوعہ مذکورہ۔

۲۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۳۲ باب و مطبوعہ مذکورہ۔

۳۔ بخاری باب یقرء فی الآخِرین بفتح الکتاب ج ۱ ص ۱۰۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

آخری قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ

نماز کے آخری قعدہ میں بھی اسی طرح بیٹھے جس طرح کہ قعدہ اولیٰ میں بیٹھا تھا۔ اس لئے کہ!

(331) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نماز کی ابتداء (تکبیر تحریمہ) اللہ اکبر سے فرماتے اور قرأت کی ابتداء سورۃ الحمد سے فرماتے اور جب رکوع میں جاتے تو سر کو نہ اونچا رکھتے اور نہ نیچا بلکہ درمیان میں (پیٹھ کے برابر) رکھتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب سجدہ سے سر انور اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ بالکل سیدھے بیٹھ جاتے۔ (آگے الفاظِ اہدیت ہیں)۔

وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ التَّحِيَّةَ وَكَانَ يَفْرَشُ رِجْلَهُ
الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَيَنْهَى
أَنْ يَفْتَرِشَ الرَّجُلُ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ السَّبْعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ
بِالتَّسْلِيمِ.

ترجمہ: اور آپ ﷺ ہر دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے اور بیٹھتے وقت اپنا بائیں پاؤں بچھاتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے نیز اس بات سے بھی منع فرماتے کہ کوئی انسان درندے کی طرح اپنے بازو زمین پر بچھائے اور اپنی نماز کو سلام پر ختم فرماتے۔ (صحیح مسلم)

۱۔ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 194 باب ما تجمع صفۃ الصلوٰۃ..... الخ

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

(323) حضرت رفاع بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ نے ایک اعرابی کو تعلیم نماز دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُودِكَ فَاِذَا جَلَسْتَ فَاجْلِسْ عَلٰی

رِجْلِكَ الْيُسْرٰی ۝

ترجمہ: جب تو سجدہ کرے تو پورے سکون سے سجدہ کر اور جب تو بیٹھے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ۔ (رواہ احمدؑ)

معلوم ہوا کہ سنت طریقہ یہی ہے کہ دایاں قدم کھڑا کرے اور بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے البتہ معذور تو رک کر سکتا ہے۔

تَوْرُكٌ

تَوْرُكٌ کا معنی دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر سرین پر بیٹھنا ہے بعض حضرات حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ”تَوْرُكٌ“ بھی فرمایا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ باری فرماتے ہیں کہ یہ عمل ہمارے علماء کے نزدیک حالت ضعف یا کسی عذر پر محمول ہے یا بیان جواز کے لئے آپ ﷺ بعد از نماز اس طرح تشریف فرما ہوئے ہونگے۔ (مرقاۃؑ)

اَقُولُ: نیز اس پر یہ بھی دلیل ہے۔ ابھی جو حضرت رفاع بن رافع کی حدیث گزری ہے اس میں اعرابی کو دی جانے والی تعلیم نماز کا ذکر ہے۔ اگر تَوْرُكٌ کرنا ہی سنت متواترہ ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اعرابی کو ضرور فرماتے کہ پہلے قعدہ میں یوں بیٹھ اور آخری میں تَوْرُكٌ کر۔ حالانکہ آپ علیہ السلام نے تَوْرُكٌ

۱۔ رواہ احمد ص 449 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

۲۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔

کا ذکر تک نہ فرمایا۔ اس سے پتہ چلا کہ آخر قعدہ میں بھی قعدہ اولیٰ کی طرح دایاں پاؤں کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا سنت ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عورتوں کے قعدہ کا طریقہ

قعدہ اولیٰ و آخریٰ میں عورتیں توڑک کریں گی۔ یعنی دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر سرین پر بیٹھیں گی۔ جس طرح کہ:

(333) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ برکت نشان میں عورتیں کس طرح نماز ادا کرتی تھیں تو انہوں نے فرمایا۔

كُنْ يَتَرَبَّصْنَ ثُمَّ أَمْرُنَ أَنْ يُحْتَفِزْنَ أَيْ يَضْمِنْنَ أَعْضَاءَهُنَّ بَأَنْ يَتَوَرَّكْنَ فِي جُلُوسِهِنَّ.

ترجمہ: عورتیں (حالت قعدہ میں) چار زانوں بیٹھتی تھیں۔ پھر ان کو حکم دیا گیا کہ سمٹ کر بیٹھیں (قال علی قاری) سمٹنے کے معنی یہ ہیں کہ اعضاء کو ملائے اور توڑک کی صورت میں بیٹھے۔ (مسند امام اعظم)

آخری قعدہ میں درود شریف اور دعاء

نماز کے آخری قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھا جائے گا۔ درود و سلام کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کا حکم ہے کہ!

”إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“^۱

۱ مسند امام اعظم مع شرح علامہ علی قاری (عربی اردو) ص 118 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۲ آیت نمبر ۵۶/۳۳۔

جمعہ: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اُن پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔

مفسرین کرام کے نزدیک یہ آیت کریمہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی جبکہ ماز مکہ مکرمہ میں (قبل از ہجرت) شب معراج فرض ہو چکی تھی جس میں تشہد پڑھا جاتا تھا۔ تشہد میں صیغہ ندا کے ساتھ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سلام پیش کیا گیا ہے۔ یعنی ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ“ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام ہو۔ صحابہ کرام اس طریقہ سلام سے واقف تھے۔ جبکہ طریقہ صلوة سے واقف نہیں۔ اس لئے بارگاہ اقدس میں ملتمس ہوئے کہ طریقہ صلوة ارشاد فرمایا جائے۔

(33) حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی خدمت فیض اقدس میں عرض کیا گیا کہ!

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ
قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝
(مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ، بخاری)

یا رسول اللہ ﷺ آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سم اچھی طرح جان گئے

۱ مسلم شریف ج 1 ص 175 باب الصلوة علی النبی ﷺ بعد تشہد مطبوعہ کراچی۔

۲ ابوداؤد ج 1 ص 148 باب الصلوة علی النبی ﷺ بعد التشہد مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۳ ابن ماجہ ص 64 باب الصلوة علی النبی ﷺ مطبوعہ کراچی۔

۴ سنن دارمی ج 1 ص 356 باب الصلوة علی النبی ﷺ مطبوعہ کراچی۔

۵ مشکوٰۃ شریف ص 86 باب الصلوة علی النبی ﷺ مطبوعہ کراچی۔

۶ بخاری ج 2 ص 708 تفسیر سورة احزاب، مطبوعہ کراچی۔

ہیں (کیونکہ تشہد میں پڑھتے ہیں) لیکن صلوة (درود) کس طرح پڑھیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم کہو۔ اللھم صل علی..... (الخ)۔ آخر تک۔

(335) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضور اکرم نبی محترم رحمت عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لے آئے۔ چنانچہ بشیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ اقدس میں عرض کیا کہ!

أَمَرَنَا اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَكَيْفَ
نُصَلِّيُ عَلَيْكَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تَمَنَّيْنَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْ
ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ. وَالسَّلَامُ كَمَا عَلِمْتُمْ.

ترجمہ: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ ﷺ پر درود (صلوة) بھیجیں اس لئے آپ ﷺ ہمیں بتائیں کہ ہم کس طرح صلوة (درود) بھیجیں۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے تمہاری کاش ہم آپ ﷺ سے یہ سوال نہ کرتے (کہ شاید آپ ﷺ ناراض ہو گئے ہیں) پھر تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا تم پڑھا کرو۔ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ..... (آخر تک) اور سلام کا طریقہ وہی ہے جو تم کو سکھلا دیا گیا ہے۔

(مسلم)

فائدہ: بخاری و مسلم کی ان روایات اور دیگر کتب صحاح کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو درود

۱۔ مسلم باب الصلوة علی النبی ﷺ بعد التشہد ج 1 ص 175 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

براہمی سکھلایا وہاں صیغہ نداء سے سلام بھی سکھلایا یعنی ”السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا
لَنَّبِيُّ“ یعنی ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ“ حالانکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ یہ
دروود سلام قیامت تک پڑھا جائے گا اور نماز محض مسجد نبوی میں ہی نہیں بلکہ زمین
کے آخری کناروں تک پڑھی جائے اور ہر جگہ یہی صیغہ نداء والا سلام پڑھا جائے
مگر آپ ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا بلکہ حکم دیا ہے ”وَالسَّلَامُ كَمَا عَلِمْتُمْ“
اور سلام بھیجنے کا طریقہ وہی ہے جو تم کو سکھلا دیا گیا ہے۔

دعا: تشهد کے بعد درود شریف (ابراہمی) پڑھ کر کوئی ایک یا ایک سے زائد
مسنونہ دعا پڑھیں۔ کیونکہ!

(336) امام مسلم علیہ الرحمہ نے ”باب التشهد في الصلوة“ میں حضرت عبداللہ
بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو حدیث نقل فرمائی اس میں ہے کہ تشهد کے بعد
خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

”ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْأَلَةِ مَا شَاءَ“ پھر نمازی جو جی چاہیے دعا
کرے۔ (مسلم)

(337) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ
اقدس میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھلائیں جو میں نماز میں مانگا کروں اس
پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا مانگا کرو۔

”اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا
أَنْتَ فَاعْفِرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ“
ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ اس میں شک نہیں کہ میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے
اور تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو معاف فرمانے والا نہیں۔ تو اے پروردگار عالم تو

۱۔ مسلم شریف ص 173 باب التشهد في الصلوة مطبوعہ قدیمی کراچی

اپنے خاص فضل سے میرے گناہ معاف فرمادے اور مجھ پر رحمت کا نزول فرما اور اس میں شک نہیں کہ تو تو بہت ہی معاف فرمانے والا رحمت فرمانے والا ہے۔

(نسائی^۱، بخاری^۲، مشکوٰۃ^۳)

دعائے ابراہیمی: یہ دعا بھی مسنون ہے۔

”رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا
اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ.“ (سورة ابراہیم^۴)

ترجمہ: اے میرے پروردگار تو مجھ کو اور میری اولاد کو پکا نمازی بنا دے۔ اے میرے پالنے والے (رب) تو ہماری ان گزارشات کو قبول فرمائے۔ اے میرے رب تو قیامت کے دن مجھے بھی معاف فرمادے اور میرے ماں باپ کو بھی اور سارے ایمان والوں کو بھی معاف فرمادے۔

ایک اور مسنون قرآنی دعا:

”رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ“ (سورة البقرہ^۵)

ترجمہ: اے ہمارے رب (اے ہمارے پروردگار) تو ہم کو دنیا کی نعمتیں بھی عطا فرما اور آخر کی نعمتوں سے بھی ہم کو نواز دے اور ہم کو آگ کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔

۱ نسائی ج 1 ص 192 باب نوع الآخر من الدعاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ بخاری باب الدعاء قبل السلام ج 1 ص 115 مطبوعہ کراچی۔

۳ مشکوٰۃ شریف ص 87 باب الدعاء فی الشہد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۴ سورة ابراہیم آیات ۴۰، ۴۱۔

۵ سورة البقرہ آیت نمبر ۲۰۱۔

سلام

درود شریف اور دعاء کے بعد پہلے دائیں پھر بائیں جانب چہرہ گھماتے ہوئے کہے۔ ”السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ“

(338) حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

كُنْتُ أَرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَيَسَارِهِ حَتَّى أَرَى بَيَاضَ خَدَيْهِ. (مسلم)

ترجمہ: میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا کہ جب آپ ﷺ دائیں بائیں سلام پھیرتے (تو اس قدر رخ زیبا اپنا گھماتے کہ) میں آپ ﷺ کے رخسارِ انور کی سفیدی کی زیارت کر لیتا۔

(339) ترمذی شریف میں ہے۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ.

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے ہوئے دائیں اور بائیں سلام پھیرا کرتے تھے۔ (ترمذی)

۱۔ مسلم باب السلام للتقلیل من الصلوٰۃ عند فراغها ج 1 ص 216 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ ترمذی باب ماجاء فی التسلیم فی الصلوٰۃ ج 1 ص 171 مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

سلام کے بعد امام کا مقتدیوں کی جانب متوجہ ہونا

اگر نماز باجماعت ادا کر رہے ہوں تو بعد از نماز امام کا مقتدیوں کی جانب متوجہ ہونا سنت ہے۔

(340) عَنْ سُمْرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ (بخاری)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوتے (یعنی سلام پھیرتے) تو ہماری طرف رخ انور فرمالتے۔
(بخاری)

(341) مسدی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں نماز پڑھ کر کس طرف موندہ کیا کروں دائیں طرف یا بائیں طرف انہوں نے فرمایا۔

أَمَا أَنَا أَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ.

ترجمہ: میں نے تو اکثر رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دائیں جانب پھر کرتے تھے۔ (صحیح مسلم)

(342) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اس بات کو زیادہ محبوب اور پسند رکھتے تھے کہ نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دائیں جانب کھڑے ہوں تا کہ بعد از نماز رسول اللہ ﷺ ہماری جانب رخ زیبا فرما کر تشریف فرما ہوں۔ (اور ہم آپ کی زیارت کریں) میں نے سنا کہ (بعد از نماز) آپ ﷺ یوں دعا مانگتے تھے کہ!

۱ بخاری باب یستقبل الامام الناس اذا سلم ج 1 ص 117 مطبوعہ کراچی۔

۲ صحیح مسلم جواز الاشراف من الصلوة عن الیمین والشمال ج 1 ص 247 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

رَبِّ اِقْنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعُثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ ۝

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھ۔ اُس دن جب تو بندوں کو (روز حشر) اٹھائے یا اپنے بندوں کو (میدان محشر میں) اکٹھا فرمائے۔
(صحیح مسلم^۱)

خیال رہے کہ امام کا مقتدیوں کی جانب سیدھا مونہہ کر کے بیٹھنا یا دائیں بائیں مونہہ کر کے بیٹھنا ہر طرح ثابت ہے مگر حضور اکرم ﷺ بکثرت دائیں طرف ہی رخ انور فرماتے۔ کبھی کبھار سیدھے یا بائیں طرف۔
(واللہ تعالیٰ اعلم)

نماز کے بعد دعاء

نماز کے بعد دعا مانگنا سنتِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ کیونکہ یہ قبولیت کا وقت

ہوتا ہے۔

(343) عَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَيَّ أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ قَالَ
جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَذُبُرِ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ. (ترمذی^۲، مشکوٰۃ^۳)

ترجمہ: حضرت ابی امامہ فرماتے ہیں کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کونسی دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔ (یعنی درجہ قبولیت کو پہنچتی ہے) تو فرمایا رات کے آخری درمیانی حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

نماز کے بعد کونسی دعا مانگے:

نماز کے بعد کوئی بھی جائز دعا مانگی جاسکتی ہے۔ کوئی خاص پابندی نہیں

^۱ صحیح مسلم: باب انتخاب یومین الامام ج 1 ص 247 مطبوعہ کراچی۔

^۲ ترمذی شریف ج 2 ص 669 مطبوعہ لاہور۔

^۳ مشکوٰۃ ص 109 مطبوعہ کراچی۔

رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم جامع اور مختصر دعاؤں کو پسند فرماتے تھے۔ بہتر ہے کہ کوئی مسنونہ دعائے مانگے۔ مثلاً

(344) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار کرتے۔ (یعنی استغفر اللہ استغفر اللہ، استغفر اللہ کہتے) پھر یہ دعائے مانگتے۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ.

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ تو ہی سلام ہے اور سلامتی بھی تیری ہی طرف سے ہے تو بہت ہی برکتوں والا ہے۔ اے بہت بزرگی اور عزت والے۔ (ابوداؤد، مسلم)

(345) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے اس قدر مگر یہ کہ وہ دعائے مانگتے۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ. (صحیح مسلم)

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ تو ہی سلام ہے اور سلامتی بھی تیری ہی طرف سے ہے تو بہت ہی برکتوں والا ہے۔ اے بہت بزرگی اور عزت والے۔

یاد رہے کہ کتب احادیث میں بہت سی مسنون دعائیں مذکور ہیں چند ایک یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

(346) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ

۱ ابوداؤد ج 1 ص 222 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲ صحیح مسلم باب استجاب الذکر بعد الصلوٰۃ ج 1 ص 218 مطبوعہ کراچی۔

۳ صحیح مسلم باب استجاب الذکر بعد الصلوٰۃ ج 1 ص 218 مطبوعہ کراچی۔

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَىٰ لِمَا مَنَعْتَ
وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ. (صحیح مسلم)

(347) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ
وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا
نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (صحیح مسلم)

فائدہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر نماز کے بعد بلند آواز سے
یہ مذکورہ دعائیں لرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ہمیشہ ہر نماز کے
بعد بلند آواز سے مذکورہ دعائیں لرتے تھے۔ (صحیح مسلم)

(348) سُبْحَانَ اللَّهِ 33 مرتبہ، الْحَمْدُ لِلَّهِ 33 مرتبہ، اللَّهُ أَكْبَرُ 34 مرتبہ۔
دوسری روایت کے مطابق اللَّهُ أَكْبَرُ بھی 33 مرتبہ آخر میں ایک مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيرٌ ۝ (صحیح مسلم)

فائدہ: اس دعا کے پڑھنے والے کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ
دریا کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (صحیح مسلم)

۱۔ صحیح مسلم ج 1 ص 218 باب و مکتبہ مذکورہ بالا۔ بخاری ص 117

باب الذکر بعد السلاۃ مطبوعہ کراچی۔

۲۔ صحیح مسلم ج 1 ص 218 باب و مطبوعہ مذکورہ بالا۔

۳۔ صحیح مسلم ج 1 ص 218 باب مذکورہ مطبوعہ کراچی۔

۴۔ صحیح مسلم ج 1 ص 219۔

۵۔ صحیح مسلم ج 1 ص 219 باب مذکورہ مطبوعہ کراچی۔

آداب دعا:

دعا مانگتے وقت اپنے ہاتھوں کا اٹھانا اور بعد از فراغت دعا ہاتھوں کا مونہہ پر پھیر لینا آداب دعا ہے۔ دعا کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا اور اول آخر درود شریف کا پڑھنا بھی آداب میں سے ہے۔ احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

(349) حضرت مالک بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا سَأَلْتُمُو اللّٰهَ فَاسْأَلُوهُ بِبُطُونِ اَكْفِكُمْ وَلَا تَسْلُوهُ بِظُهُورِهَا۔ جس وقت تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کی طرف سے دعا مانگو۔ (یعنی سیدھے ہاتھ پھیلاؤ) اپنے ہاتھوں کی پشت اوپر کر مٹکے (یعنی اٹکے ہاتھوں) دعا نہ مانگو۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں اس قدر زیادہ ہے کہ فَاِذَا فَرَغْتُمْ فَاَمْسَحُوْا بِهَا وَنَجُوْهُكُمْ۔ یعنی فرمایا۔ جب تم دعا سے فارغ ہو تو اپنے ہاتھوں کو مونہہ پر پھیر لو۔ (سنن ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۲۷)

(350) حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لئے اپنے مبارک ہاتھ اٹھاتے تو لَمْ يَحْطَهُمَا حَتَّى يَمْسَحَ بِهِمَا وَبِجْهَةٍ۔ اس وقت تک ہاتھ نیچے نہ رکھتے۔ جب تک دونوں ہاتھ اپنے رخِ زیبا پر نہ پھیر لیتے۔ (سنن ترمذی، مشکوٰۃ ص ۲۷)

(351) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ دعا میں اپنے مبارک ہاتھ اتنے بلند فرماتے کہ يُرَى بَيَاضُ اِبْطِطِهِ۔ آپ ﷺ کی بغلوں

۱۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص 218 باب الدعاء مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ مشکوٰۃ شریف ص 185 کتاب الدعوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳۔ سنن ترمذی ج 2 ص 649 باب ماجاء فی رفع الایدی فی الدعاء مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۴۔ مشکوٰۃ شریف ص 195 کتاب الدعوات مطبوعہ کراچی۔

کی سفیدی نظر آجاتی۔ (بیہقی، مشکوٰۃ ۲)

(352) حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

دعا میں ہاتھ اس قدر بلند فرماتے کہ انگلیاں کندھوں کے برابر ہو جاتیں۔ (مذکورہ)

(353) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہارا اپنے ہاتھوں کو

(زیادہ) اونچا اٹھانا بدعت ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ اپنے سینہ

انور سے زیادہ اوپر نہیں اٹھاتے تھے۔ (مشکوٰۃ ۳، مسند امام احمد ۳)

(354) حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

ہیں کہ آداب دعا میں سے یہ ہے کہ تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا پھر

ان کے قریب تک اٹھا۔ (یعنی ہتھیلیوں کو سینہ کے برابر ہوں اور انگلیاں کندھوں

کے برابر) استغفار کا ادب یہ ہے کہ انگلی کے ساتھ اشارہ کرے اور عاجزی اور دعا

میں مبالغہ کرنا یہ ہے کہ تو اپنے دونوں ہاتھوں کو لمبا کرے۔ (ابوداؤد ۵)

(355) حضرت فضالہ بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ

بارگاہ اقدس ﷺ میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اس نے نماز ادا کی پھر دعا مانگی کہ

اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحمت فرمادے اس پر رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا۔ عَجَلْتُ أَيُّهَا الْمُصَلِّي إِذَا صَلَّيْتَ فَقَعَدْتَ فَأَحْمَدُ اللَّهَ بِمَا هُوَ

أَهْلُهُ وَصَلَّ عَلَيَّ ثُمَّ أَدْعُهُ۔ ارے نمازی تو نے بڑی جلدی کی ہے (سن) جب

تو نماز پڑھے تو بیٹھ کر (یوں دعا مانگ کہ) پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کر جو اس کے

۱۔ بیہقی فی دعوات ص ۱۰۰۔

۲۔ مشکوٰۃ کتاب الدعوات ص 196 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ مشکوٰۃ ص 196 کتاب الدعوات مطبوعہ کراچی۔

۴۔ مسند امام احمد ج 2 ص 166 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

۵۔ ابوداؤد ج 1 ص 219 باب الدعاء مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

لائق ہے پھر مجھ پر درود شریف پڑھ۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کر۔ راوی فرماتے ہیں کہ اتنے میں ایک اور شخص آیا اس نے بھی نماز پڑھی پھر اس نے (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا تو آپ ﷺ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اِيْهَا الْمُصَلِّيُّ اذْعُ تَجِبُ۔ اے نمازی دعا مانگ تیری دعا قبول ہوگی۔ (ترمذی، ابوداؤد^۱)

(356) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نماز پڑھ رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حاضر خدمت تھے۔ نماز کے بعد جب میں دعا کے لئے بیٹھا تو پہلے اللہ تعالیٰ حمد و ثناء کی پھر حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا پھر اپنے لئے دعا مانگی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا۔ سَلْ تُعْطَهُ سَلْ تُعْطَهُ۔ سوال کر جو تو سوال کرے گا۔ عطا کیا جائے گا مانگ جو مانگے گا عطا فرمایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ^۲)

(357) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک دعا زمین و آسمان کے درمیان لٹکتی رہتی ہے اور اس کا کوئی بھی حصہ (بارگاہ رب العزت میں قبولیت سے) نوازا نہیں جاتا۔ جب تک تو اپنے نبی ﷺ پر درود شریف نہ پڑتے۔ (شفاء^۳، اشعول^۴، سعادت^۵، مشکوٰۃ^۶، ترمذی^۷)

۱ ترمذی ج ۲ ص 660 باب ماجاء فی جامع الدعوات مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲ ابوداؤد ج ۱ ص 218 باب الدعاء مطبوعہ لاہور۔

۳ مشکوٰۃ ص 37 باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۴ شفاء شریف ج ۲ ص 51 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان۔

۵ اشعول البدیع (اردو) ص 390 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور۔

۶ سعادت دارین (اردو) ج 1 ص 497 مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور۔

۷ مشکوٰۃ ص 37 باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ مطبوعہ کراچی۔

۸ ترمذی ج 1 ص 222 باب ماجاء فی فضل صلوٰۃ علی النبی ﷺ مطبوعہ لاہور۔

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا:

یہ مسئلہ بھی بڑا معرکہ الآرا ہے۔ بہت سے بے چارے نومو لو د مبلغ عالم بننے کے شوق۔ نیم ملاں خطرہ ایمان۔ کے مصداق بات بات پر بدعت کا فتویٰ صادر فرما کر بزعم خویش مفتی صاحب بنے بیٹھے ہیں وہ غریب نہیں جانتے کہ عمل رسول اللہ ﷺ اور عمل صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو بدعت کہہ کر کل بروز حشر ان کا اپنا شریک کیا ہوگا۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ احادیث مبارکہ میں اس کا کیا حکم ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(358) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلَوَتِهِ يَقُولُ بِصَوْتِهِ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الشَّانُ الْحَسَنُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (مشکوٰۃ، صحیح مسلم)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَالْحَمْدُ۔ آخر تک۔

(359) عَنْ بِنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفَعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنْ اسْكُوتِيَّةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتَهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ فرض نماز کے بعد بلند

۱ مشکوٰۃ ص 88 باب الذکر بعد الصلوٰۃ۔

۲ صحیح مسلم شریف ج 1 ص 218 باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کراچی۔

آواز سے ذکرِ ربنا نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں رائج تھا۔ ابن عباس نے فرمایا میں لوگوں کے (نماز باجماعت سے) فارغ ہونے کو اسی ذکر کی آواز سن کر معلوم کر لیتا تھا۔ (لفظہ للبخاری، صحیح مسلم^۱)

(360) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْرِفُ الْقَضَاءَ الصَّلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالتَّكْبِيرِ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (جماعت صحابہ) رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ختم ہونے کو تکبیر کی آواز سے پہچان لیتے تھے۔

(رواہ بخاری^۲)

فائدہ: شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ دلیل ہے ان علماء سلف کی جو کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنا یا ذکر کرنا مستحب ہے۔ (شرح مسلم^۳، ترجمہ^۴، نووی^۵)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ سنت مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہے۔ البتہ ذکر کرنے والوں کو چاہیے کہ اگر اس وقت دوسرے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو بہت زیادہ بلند آواز میں زیادہ دیر تک ذکر نہ کریں بلکہ درمیانی راہ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ (آمین)

۱ لفظہ للبخاری باب الذکر بعد الصلوة ج 1 ص 116۔

۲ صحیح مسلم باب الذکر بعد الصلوة ج 1 ص 217 مطبوعہ کراچی۔

۳ رواہ بخاری باب مذکورہ و مسلم باب الذکر بعد الصلوة و لفظہ مسلم ص 217 مطبوعہ کراچی۔

۴ ملاحظہ ہو شرح حتم از امام نووی باب مذکورہ۔

۵ ترجمہ علامہ امجدی زمان ص 145 مطبوعہ احسان پبلشرز لاہور۔

۶ نووی علی المسلم ج 1 ص 217 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

باب پنجم

نماز باجماعت کی اہمیت اور دیگر مسائل

جہاں تک ممکن ہو نماز باجماعت ادا کی جائے۔ عام طور پر لوگ چند ٹکوں کے منافع کی خاطر دن رات ایک کر دیتے ہیں۔ اپنے ماں باپ بیوی بچوں اور وطن سب کی جدائی برداشت کر لیتے ہیں مگر افسوس کہ نماز کے نفع کی جانب دھیان نہیں دیتے حالانکہ اصل نفع تو یہی ہے جو آخرت میں کام آنے والا ہے۔

(361) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضَلُ صَلَاةَ الْفِدْبِ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً۔
(لفظ للبخاری) (مسلم، بخاری^۲)

”نماز باجماعت ادا کرنا الگ نماز پڑھنے سے ستائیس گنا زیادہ فضیلت و

ثواب رکھتا ہے“ (بخاری و مسلم^۳)

362 عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَسُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ ضِعْفًا وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا السَّلْوَةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَخُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا عَلَى الْمَنْزِلَ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيُ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مُصَلَاةِ اللَّيْلِ صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ أَرْحَمُهُ وَلَا يَزَالُ فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ.

۱ مسلم باب فضل جماعة ج 1 ص 231 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۲ بخاری شریف ج 1 ص 89 باب فضل الصلوة والجماعة مطبوعہ کراچی

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم رسول محتشم ﷺ نے فرمایا۔ آدمی کی باجماعت نماز (ثواب کے اعتبار سے) اس کے گھر کی نماز اور بازار کی نماز سے پچیس گنا بڑھ جاتی ہے۔ جب وہ اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف پتتا ہے اور وہ نماز ادا کرنے کی خاطر ہی مسجد کی جانب قدم بڑھا رہا ہے تو اس کے ہر قدم کے بدلہ میں اس کا ایک ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کا ایک ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے اور اپنے جائے نماز پر موجود رہتا ہے۔ اس وقت تک مسلسل فرشتے اس کے حق میں یہ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ تو اس پر اپنی رحمت نازل فرما اور جب تک وہ نماز (جماعت) کے انتظار میں رہتا ہے اس کو مسلسل نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ (بخاری شریف)

ترک جماعت کی برائی:

حضور اکرم ﷺ کی نظر میں جماعت کا چھوڑنا کتنا بڑا جرم تھا اس کا اندازہ ذیل کی روایت سے لگائیے۔

(363) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مہینے کے لئے عشاء اور فجر کی نماز سب سے بھاری ہوتی ہے۔ اگر وہ ان نمازوں کے اجر و ثواب سے مطلع ہو جاتے تو ان میں ضرور شریک ہوتے اگرچہ (چل نہ سکنے کی وجہ سے) لڑکھڑاتے ہوئے اور گھسنٹے ہوئے آتے۔ میں نے پختہ ارادہ کیا۔ (ایک روایت میں وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِي لَقَدْ هَمَمْتُ) یعنی مجھے اس اللہ تعالیٰ کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بیشک

۱۔ بخاری باب فضل صلوة الجماع ج 1 ص 89 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

میں نے ارادہ کیا کہ (جماعت کھڑی کرنے کا حکم دے کر کسی کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر کر دوں اور خود چند صحابہ کو ساتھ لے کر کہ جن کے پاس آگ بھڑکانے کے لئے لکڑیاں ہوں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو باجماعت نماز میں حاضر نہیں ہوتے پھر ان لوگوں کو ان کے گھروں سمیت آگ میں جلا کر رکھ دوں۔

(صحیح مسلم^۱)

معلوم ہوا کہ بلا عذر شرعی نماز باجماعت ہرگز ترک نہ کرے اور عذر شرعی

کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(364) عَنْ أَبِي رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ إِلَيْنَا نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثًا فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ. (مسلم^۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایام علالت میں حضور اکرم نبی ﷺ تین دن تک ہم کو نماز پڑھانے کیلئے تشریف نہ لائے اس دوران حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کرواتے رہے۔ (مسلم^۳)

(365) عَنْ سَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّيَ بِهِمْ..... الخ (مسلم)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایام مرض میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے..... الخ (مسلم^۴)

۱ صحیح مسلم باب فضل الصلوة الجماعۃ والتشدید فی التخلف عنہا ص 232 مطبوعہ کراچی۔

۲ صحیح مسلم باب فضل الصلوة الجماعۃ والتشدید فی التخلف عنہا ص 232 مطبوعہ کراچی۔

۳ صحیح مسلم ج 1 ص 179 مطبوعہ کراچی کی ایک طویل حدیث کا جز۔

۴ مسلم ص 179 مطبوعہ کراچی باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر۔

(366) سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شب نماز کے لئے اذان دی اُس رات سخت سردی تھی اور تیز ہوا چل رہی تھی آپ نے اذان کے بعد اعلان کیا۔ **آلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ**۔ خبردار اپنے اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھ لو۔ پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ (سخت) سردی یا بارش کی رات میں مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ اعلان کر دے۔ **آلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ**۔ خبردار اپنے اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھ لو۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

(367) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِذَا رَضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَاْبْدُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلْ حَتَّى يَسْرُغَ مِنْهُ. (بخاری^۱، مسلم^۲)

”جب تمہارے سامنے رات کا کھانا رکھ دیا جائے اسی دوران جماعت کھڑی ہو جائے تو اطمینان سے کھانا کھاؤ یہاں تک کہ فارغ ہو جاؤ۔“

فائدہ: تاکہ تم بعد از طعام پورے اطمینان و سکون سے نماز پڑھ سکو یہ نہ ہو کہ دوران نماز دھیان کھانے میں لگا رہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(368) حصہ مت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خود سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **”لَا صَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ وَلَا هُوَ يُدْ اِفْعُهُ الْاَخْبَثَانِ“**۔ جب کھانا پیش کر دیا جائے یا پیشاب و پاخانہ کی حاجت ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ (صحیح مسلم^۳)

یعنی ان امور سے فارغ ہو کر اطمینان سے نماز ادا کرے۔

^۱ صحیح بخاری، صحیح مسلم۔

^۲ بخاری ج 1 ص 92 باب اذا حضر الطعام واقامت الصلاة مطبوعہ کراچی۔

^۳ مسلم ج 1 ص 208 باب کراهة الصلاة بحضور الطعام مطبوعہ کراچی۔

^۴ صحیح مسلم ج 1 ص 208 باب کراهة الصلاة بحضور الطعام۔

(369) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم روف ورحیم ﷺ نے فرمایا۔ جب تم نماز پڑھنا چاہو اور نیند کا غلبہ ہو جائے تو تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤ تا کہ نیند کا غلبہ جاتا رہے کیونکہ اگر نیند ہی کی حالت میں نماز پڑھی تو عین ممکن ہے کہ وہ اپنے خیال میں تو استغفار کر رہا ہو حالانکہ فی الحقیقت وہ اپنے آپ کو گالی دے رہا ہو۔ (سنن ترمذی^۱)

امامت کے لائق شخص

نماز نہایت ہی اہم اور عظیم الشان عبادت ہے اسی لئے اس کے اہتمام کا خصوصی حکم دیا گیا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اس متہم بالشان اور عظیم المرتبت عبادت کو ہم لوگوں نے (معاذ اللہ تعالیٰ) معمولی سمجھ لیا اور فوراً کہہ دیتے ہیں کہ کوئی بات نہیں ہم نے تو نماز ہی پڑھنی ہے۔ امام خواہ کوئی بھی کیوں نہ ہو ہماری نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ معاف فرمائے) حق تو یہ ہے کہ اس شاندار عبادت کے لئے امام (اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارا نمائندہ) بھی شاندار ہی ہو اور وہ ہماری نظر میں صاحب قدر و منزلت ہو۔ اس بارہ احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

(370) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

يُؤَدُّ الْقَوْمَ أَقْرَبُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً
فَاعْلَمُوهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةَ إِنْ كَانُوا
فِي الْهَجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا وَلَا يُؤَمِّنُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ
وَلَا يَقْعُدُ فِي سَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ.

۱۔ سنن ترمذی، ۱۔ مؤتة عند النعاس ج 1 ص 189 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

ترجمہ: لوگوں کی امامت وہ کروائے جو سب سے زیادہ قرآن کریم کو جاننے والا ہو اور اگر سب خیرات قرآن کریم میں برابر ہوں تو وہ امام بنے جو سنت نبوی ﷺ کا سب سے زیادہ عالم و عامل ہو اور اگر سب سنت میں برابر ہوں تو وہ امام بنے جو ہجرت کرنے میں مقدم ہو اگر سب ہجرت میں برابر ہوں تو امام وہ بنے جو اسلام لانے میں سب سے اول ہو۔ اور کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی سلطنت میں جا کر اس کی امامت نہ کرے اور نہ ہی کسی کے گھر میں اس کی مقرر کردہ عزت کی جگہ پر بیٹھے مگر یہ کہ وہ خود اجازت دے دے۔ (مسلم)

مسلم شریف کی دوسری روایت میں ہے۔ فَلْيَأْتُهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًا يَعْنِي پھر وہ امام بنے جو عمر میں سب سے بڑا ہو اور کوئی شخص کسی کی حکومت کی جگہ میں جا کر اس کی امامت نہ کرے اور نہ ہی کسی کے گھر میں اس کی عزت کی جگہ پر بیٹھے مگر یہ کہ وہ خود اجازت دے دے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ ۳)

فائدہ: معلوم ہوا کہ امام سب سے اعلیٰ ہونا چاہیے۔ نیز کسی منتخب امام و خطیب کے مصلیٰ و منبر پر اس کی اجازت کے بغیر امامت و خطابت جائز نہیں اسی طرح اگر کسی نے اپنے گھر یا دفتر وغیرہ میں اپنے لئے خاص جگہ بنا رکھی ہو تو بلا اجازت وہاں نہ بیٹھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(371) حضور نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی حضرت سائب بن خلد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی ایک قوم کا امام تھا۔ اس نے قبلہ کی جانب تھوکا۔ نبی کریم ﷺ اس کو دیکھ رہے تھے جب وہ فارغ ہوا (یعنی نماز پڑھا کر چلا

۱۔ مسلم شریف ج 1 ص 236 باب من اتق امامہ مطبوعہ کراچی۔

۲۔ صحیح مسلم: باب من اتق بالامامة ج 1 ص 236 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف ص 100 باب الامامة مطبوعہ کراچی۔

گیا) تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ”لَا يُصَلِّي لَكُمْ“ یہ شخص آئندہ تم کو نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد جب اُس نے ان لوگوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے اس کو نماز پڑھانے سے روک دیا اور اس کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیرے پیچھے نماز پڑھنے سے ہم کو منع فرما دیا ہے۔ اس نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں! (میں نے منع کیا ہے) اور میرے خیال میں حضور اکرم ﷺ نے اُسے فرمایا۔ اِنَّكَ قَدْ اَذَيْتَ اللّٰهَ بِسُؤْلَةٍ۔ اس میں شک نہیں کہ (تو نے قبلہ کی جانب تھوک کر) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ (ابی داؤد، مشکوٰۃ ۱)

پہلا فائدہ: اللہ اکبر ملاحظہ فرمائیں کہ جو حرم کعبہ کی تعظیم و تکریم نہ کرے جو (معاذ اللہ تعالیٰ) حرم کعبہ پر نہیں بلکہ سینکڑوں میل کے فاصلہ سے انجانے میں اُس کی طرف مونہہ کر کے تھوک دے وہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ستانے والا ہے۔ ایسے استاخ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ذرا سوچئے جو قصداً، اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ یا اس کے حبیب مکرم رحمت عالم ﷺ یا شعار اللہ کی توہین کرے اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟ خود فیصلہ فرمائیں۔

دوسرا فائدہ: یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے وہاں سے حرم کعبہ کا فاصلہ کئی سو کلومیٹر ہے مگر اُس کی طرف مونہہ کر کے تھوکنا توہین کعبۃ اللہ ہے اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے وہاں رفع حاجت قبلہ کی طرف مونہہ کرنے یا پیٹھ کرنے سے منع فرمایا۔ (بخاری ۱)

۱۔ ابی داؤد ج 1 ص 81 باب فی کراہیۃ الہزاق فی المسجد، مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ مشکوٰۃ ص 1 باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۳۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 26 مطبوعہ کراچی۔

اسی لئے علماء رام فرماتے ہیں کہ قبلہ کی طرف پاؤں کر کے نہ لیٹو کیونکہ اس میں بھی توہین کا پہلو نکلتا ہے اللہ تعالیٰ توفیق ادب دے ان لوگوں کو جو عین صحن حرم میں خانہ کعبہ کی طرف پاؤں کر کے لیٹتے ہیں پھر اس عمل کو ثواب جانتے ہیں۔
(معاذ اللہ)

فتنہ پرور امام کی اقتدا کرنا

بجہ اللہ تعالیٰ اسلام دین فطرت ہے اور قیامت تک باقی رہنے والا دین ہے۔ اس لئے اس نے اپنے ماننے والوں کی زندگی کے ہر موڑ پر راہنمائی فرمائی۔ وقت ایک جیسا نہیں رہتا ممکن تھا کہ ایسا زمانہ بھی آئے کہ فاسق و فاجر امام کے سر کوئی امام ہی۔ یسر نہ ہو یا حاکمان وقت ایسے لوگوں کو امام مقرر کر دیں جو لائق امامت نہ ہو اور ان کی اقتداء نہ کرنے والوں کو سزا دیں۔ ان صورتوں میں فتنہ اور انتشار سے بچنے کے لئے بامر مجبوری ایسے لوگوں کی اقتداء کر لی جائے گی۔ جس طرح بنو امیہ اور بنو عباس وغیرہ کے دور خلافت میں بعض سخت فاسق و فاجر حاکم گزرے۔ ہیں جو نماز بھی پڑھاتے تھے اور جمعہ بھی منعقد کرواتے تھے۔ اسی لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ فاسق و فاجر کو امام بنانا منع ہے لیکن اگر وہ امام بن چکا ہو تو اس کی اقتدا میں نماز جائز ہے لیکن اگر وہ بے وقت نماز پڑھائیں یا بد عقیدہ ہوں۔ ان کی اقتداء کے سوا چارہ نہ ہو تو اپنی نماز وقت پر ادا کرے اور ان کے پیچھے نفل نیت کرے۔ فقہاء کرام کے مذکورہ بالا مذہب کی مؤید یہ احادیث مبارکہ ہیں۔

(372) حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے ابو ذر اس وقت تم کیا کرو گے جب تمہارے حاکم ایسے لوگ مقرر

ہو جائیں جو نمازوں میں تاخیر کریں گے۔ اُن کے وقتوں میں یا فرمایا کہ نماز کو مار ڈالیں گے اس کے وقتوں سے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر آپ مجھ کو کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

صَلِّ الصَّلَاةَ لَوْ قَتَبَهَا فَإِنْ أَدْرَكَتْهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ.

ترجمہ: تم اپنی نماز صحیح وقت پر ادا کر لینا پھر اگر اُن کے ساتھ بھی نماز پڑھنا پڑے تو پڑھ لینا یہ تیرے لئے نفل ہو جائیں گے۔ (صحیح مسلم^۱)

(373) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے پیارے آقا

ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا ہے کہ میں حاکم وقت کی بات سنوں اور اس کا کہنا مانوں

اگرچہ وہ ایک ہاتھ پیر کٹا غلام ہی کیوں نہ ہو اور یہ حکم دیا کہ میں اپنے وقت پر نماز

پڑھوں فرمایا۔ اگر تم ان کو پھر اس حال میں پاؤ کہ وہ نماز پڑھ چکے ہوں تو تم نے

اپنی نماز پہلے ہی محفوظ کر لی اور اگر ابھی انہوں نے نہیں پڑھی (تو اُن کے ساتھ

شامل ہو جاؤ) وہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم^۲)

(374) حضرت عبید اللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ (باغیوں نے)

ان کو (ان کے گھر میں) قید کر رکھا تھا۔ عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ

(اے امیر المؤمنین) آپ ہم سب کے امام ہیں اور آپ پر جس قدر سختی اور

مصیبت ہے وہ نظر آرہی ہے۔ (کہ باغی آپ کو گھر سے بھی نہیں نکلنے دیتے) اور

ہم کو فتنہ کا امام (یعنی بلوائیوں کا مقرر کردہ کنانہ بن بشر) نماز پڑھاتا ہے اور ہمیں

۱ صحیح مسلم شریف ج 1 ص 230 باب کراہیۃ تاخیر الصلوة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ صحیح مسلم کتاب المساجد ج 1 ص 231 باب کراہیۃ تاخیر الصلوة عن وقتها

مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

یہ سخت ناپسند ہے۔ آپ نے فرمایا لوگوں کے اعمال میں نماز بہترین چیز ہے اور لوگ جب نیک کام کریں تم بھی ان کے ساتھ نیک کام کرو اور جب وہ بُرا کام کریں تو اُن کی برائی سے الگ ہو۔ زبیدی کہتے ہیں کہ امام زہری نے فرمایا میرے نزدیک درست نہیں کہ محنت کے پیچھے نماز پڑھی جائے مگر ایسی شدید ضرورت کے تحت کہ جس کے سوا چارہ نہ ہو۔ (بخاری^۱)

امام کی ذمہ داری

امام کی ذمہ داری ہے کہ اپنی عزت و عظمت کو نگاہ میں رکھے ایسی حرکتوں سے پرہیز کرے جو اس کی عزت برباد کر دینے والی ہوں۔ ایسی جگہ کھڑا بھی نہ ہو۔ جہاں تہمت لگ جانے کا اندیشہ ہو۔ کیونکہ حضور اکرم رسولِ محتشم ﷺ کے ارشاد گرامی کا مفہوم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے وہ تہمت والی جگہ کھڑا ہونے سے بچے۔ دورانِ نماز درمیانی قرأت کرے نہ تو بہت ہی مختصر کرے اور نہ زیادہ طویل بلکہ مقتدیوں کا خیال رکھے کہ وہ اُکتانہ جائیں۔

(375) حضرت قیس بن ابو حازم فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم میں صبح کی نماز (باجماعت) پڑھنے سے فلاں شخص (یہاں امام کا نام لیا) کی وجہ سے رہ جاتا ہوں کیونکہ وہ ہم کو بڑی لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اس قدر غصہ میں آئے کہ میں نے آج تک نصیحت فرمانے کے دوران آپ ﷺ کو اتنے شدید غصہ میں نہ دیکھا تھا۔ فرمایا۔

۱۔ بخاری باب امامۃ المفتون المبتدع ج 1 ص 96 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

إِنَّ مِنْكُمْ مُنْفِرِينَ فَأَيْتُكُمْ مَا صَلَّيَ بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيهِمُ
الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ.

ترجمہ: بے شک تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو نفرت دلانے والے ہیں۔
(سنو) جب تم میں سے کوئی نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھانی چاہیے۔ کیونکہ مقتدیوں
میں کمزور، بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

(سنن دارمی^۱، مسلم^۲، بخاری^۳)

(376) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ
نے فرمایا۔

إِذَا أُمَّ أَحَدُكُمْ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ
وَالضَّعِيفَ وَالْمَرِيضَ فَإِذَا صَلَّيَ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ.

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بنے تو اُسے چاہیے کہ نماز ہلکی
پڑھائے اس لئے کہ مقتدیوں میں چھوٹے بڑے کمزور اور بیمار (سبھی) ہوتے ہیں
اور جب اکیلا پڑھے تو جیسے چاہے پڑھے۔ (بخاری میں ہے فَلْيُطَوَّلْ مَا شَاءَ)
یعنی جتنا چاہے لمبا کرے۔ (ترمذی^۴، بخاری^۵، مسلم^۶)

۱ سنن دارمی ج 1 ص 322 مطبوعہ کراچی۔

۲ مسلم شریف ج 1 ص 88 باب امر الائمة تخفيف الصلوة مطبوعہ کراچی۔

۳ بخاری باب تخفيف الامام في القيام ج 1 ص 97 مطبوعہ کراچی۔

۴ ترمذی ج 1 ص 158 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۵ بخاری ج 1 ص 97 باب تخفيف الامام في القيام ج 1 ص 97 مطبوعہ کراچی۔

۶ مسلم باب امر الائمة تخفيف الصلوة ج 1 ص 188 مطبوعہ کراچی۔

نماز باجماعت کے بعض دیگر مسائل

صف بندی:

نماز باجماعت میں صف بندی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

(377) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لَتَسَوْنَ صُفُوفَكُمْ أَوْ لِيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ.

ترجمہ: اپنی صفیں درست کر لیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو الٹ کے رکھ دے۔ (بخاری، مسلم)

(378) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) جب جماعت کھڑی ہو گئی (یعنی بعد از اقامت) رسول اللہ ﷺ نے اپنا رخ انور ہماری طرف کر کے فرمایا۔

أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَأَوْا فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي.

ترجمہ: اپنی صفیں سیدھی کر لو اور قریب قریب ہو کر کھڑے ہو بنے شک میں تمہیں اپنی پشت انور کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری، صحیح مسلم)

فائدہ: حضور اکرم ﷺ کا فرمانا کہ اِنِّي أَرَاكُمْ وَّرَاءِ ظَهْرِي میں تم کو پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح ہم مادی چیزوں کے محتاج ہیں رسول اللہ ﷺ اس طرح محتاج نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے

۱ بخاری شریف ج 1 ص 100 باب السوية الصفوف مطبوعہ کراچی۔

۲ مسلم شریف ج 1 ص 182 باب تسوية الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ صحیح بخاری شریف ج 1 ص 100 باب اقبال الامام علی الناس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۴ صحیح مسلم شریف ص 182 باب تسوية الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

اپنے محبوب کو وہ شان اور قوت عطا فرمائی کہ کوئی شے نگاہ نبوت سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(379) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے میں تم کو اس طرح رفع یدین کرنے ہوئے دیکھ رہا ہوں گویا تمہارے ہاتھ شرارتی گھوڑوں کی ڈمیں ہیں تم لوگ نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ پھر تشریف لائے تو ہم ٹولیوں کی شکل میں حلقے بنائے بیٹھے تھے آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ میں کیا دیکھ رہا ہوں تم لوگ الگ الگ کیوں بیٹھے ہو۔ جابر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ پھر تشریف لائے تو ہم کو حکم دیا کہ تم اس طرح صفیں باندھا کرو جس طرح ملائکہ بارگاہ رب العزت میں صف بندی کرتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بارگاہ رب العزت میں فرشتے کیسے صفیں باندھتے ہیں تو فرمایا۔ يَتَّمُونَ الصُّفُوفَ الْأُولَى وَيَتَرَاصُونَ فِي الصَّفِّ پہلے اگلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

(380) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

سَوُّ صُفُوفِكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ.

ترجمہ: اپنی صفوں کو برابر رکھو صفوں کی درستگی تکمیل نماز میں سے ہے۔

(38۱) حضرت سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی

۱ صحیح مسلم کتاب الصلوة ج 1 ص 181 باب الامر بالسكون في الصلوة مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۲ صحیح بخاری کتاب الاذان ج 1 ص 100 مطبوعہ قدیمی کراچی، ابوداؤد ج 1 ص 107

مطبوعہ لاہور، سنن دارمی شریف ص 323 مطبوعہ کراچی۔

اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو سیدھا فرمایا کرتے تھے جب ہم صفیں سیدھی کر لیتے تب آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کہتے۔ (ابوداؤد^۱)

(382) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صفوں کے درمیان پھرا کرتے تھے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہمارے سینوں اور کندھوں کو برابر کیا کرتے اور فرماتے۔

لَا تَخْتَلِفُوا فَيُخْتَلِفُ قُلُوبُكُمْ كَمَا يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُولَى.

ترجمہ: آگے پیچھے نہ رہا کرو۔ ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا نیز فرماتے بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر درود بھیجتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں)۔

(ابی داؤد^۱، سنن دارمی^۲)

(383) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دائیں اور بائیں جانب رخ زیا کر کے فرماتے۔ اِعْتَدِلُوا سَوْوُ صُفُوفِكُمْ سِدِّهٖ كَهْرَءِ هُوَ اَوْ رَايَ صَفِّئِ بَرَابَرِ رَكْوِ۔ (ابوداؤد^۱)

اقامت میں حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا:

حنفیہ کے نزدیک جب امام کی موجودگی میں اقامت کہی جائے تو امام و

۱ ابوداؤد، باب تسویۃ الصفوف ج 1 ص 601 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲ ابی داؤد باب مذکورہ ج 1 ص 101 مطبوعہ لاہور۔

۳ سنن دارمی ج 1 ص 232 مطبوعہ کراچی۔

۴ ابوداؤد شریف ج 1 ص 107 باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

مقتدی مکبر کے حی علی الفلاح کہنے پر کھڑے ہوں بلکہ اگر کوئی شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہو تو کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب حی علی الفلاح سنے تب کھڑا ہو۔ وقایہ میں ہے۔

يَقُومُ الْأَمَامُ وَالْقَوْمُ عِنْدَ حَيِّ عَلَى الصَّلَاةِ^۱

یعنی امام و مقتدی ”حی علی الصلوٰۃ“ پر کھڑے ہوں۔

محیط اور ہندیہ میں ہے۔

يَقُومُ الْأَمَامُ وَالْقَوْمُ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيِّ عَلَى الْفَلَاحِ عِنْدَ

عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ هُوَ الصَّحِيحُ^۲

ترجمہ: ”ہمارے تینوں آئمہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد، امام ابو یوسف رحمہم اللہ علیہم) کے نزدیک جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو اس وقت امام اور تمام نمازی کھڑے ہو اور یہی صحیح ہے۔“

جامع المصنعات، عالمگیریہ اور ردالمحتار میں ہے۔

إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ عِنْدَ الْأَقَامَةِ يَكْرَهُ لَهُ إِلَّا نَتَّظَرَ قَائِمًا وَلَكِنْ

يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُومُ إِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ قَوْلَهُ حَيِّ عَلَى الْفَلَاحِ^۳

ترجمہ: جب کوئی نمازی تکبیر کے وقت آئے تو بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ (خلاف اولیٰ) ہے پھر جب مؤذن (یعنی مکبر) حی علی الفلاح کہے تو اس وقت کھڑا ہو۔“

حنفیہ کے اس عمل مستحب پر دلائل ملاحظہ ہوں۔

^۱ مختصر الوقایہ فصل الاذان ص 12 مطبوعہ نید محمد کارخانہ کتب کراچی۔

^۲ فتاویٰ ہندیہ فصل ثانی فی کلمات الاذان والاقامۃ..... الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور جلد 1 ص 57

جلد 1 ص 57

(384) جامع ترمذی. باب کراهیۃ ینظر الناس الامام وهم قیام الخ
میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي
خَرَجْتُ. وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَحَدِيثُ أَنَسٍ غَيْرَ مَحْفُوظٍ. حَدِيثُ أَبِي
قَتَادَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرُهُمْ أَنْ يَنْظُرَ النَّاسُ الْإِمَامَ
وَهُمْ قِيَامٌ قَالَ بَعْضُهُمْ إِذَا كَانَ الْإِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ
فَإِنَّمَا يَقُومُونَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ مُبَارَكٍ^١

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لئے اقامت کہی
جائے تو جب تک تم مجھے آتا ہوا نہ دیکھو کھڑے نہ ہوا کرو اور اس بات میں
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے لیکن وہ حدیث محفوظ نہیں
ہے۔ البتہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن اور صحیح ہے۔ علماء صحابہ کرام اور
علمائے تابعین کی ایک جماعت نے کھڑے ہو کر امام کے انتظار کرنے کو مکروہ فرمایا
ہے جبکہ ان میں سے بعض نے فرمایا کہ جب امام مسجد میں ہی موجود ہو اور تکبیر کہی
جائے تو لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب تک کہ قدامت الصلوٰۃ کہے اور حضرت
عبداللہ ابن مبارک کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی)

(385) صحیح مسلم شریف میں ہے۔

^١ جامع ترمذی باب کراهیۃ ان ینظر الناس الامام وهم قیام عند افتتاح الصلاۃ۔ رقم الحدیث 592
مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض سعودیہ ص 151

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ
إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ أَوْ نُودِيَ ۱

حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کی تکبیر ہو تو جب تم مجھے دیکھ نہ لو کھڑے نہ
ہوا کرو۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ یا تو اقیمت الصلوۃ کہا یا پھر نودی (یعنی
نماز کے لئے بلا یا جائے) کہا۔ (صحیح مسلم)۔

اس حدیث پاک کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں کہ (حضور اکرم
رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور اور محبوب صحابی) حضرت انس رضی اللہ
عنہ کی عادت مبارک تھی کہ جب موزن یعنی مکبر قد قامتہ الصلوۃ کہتا تب کھڑے
ہوا کرتے تھے اصل الفاظ یہ ہیں۔

وَكَانَ اِنْسُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُومُ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ
الصَّلَاةُ وَبِهِ قَالَ أَحْمَدُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
وَالْكُوفِيُّونَ يَقُومُونَ فِي الصَّفِّ إِذَا قَالَ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ ۲

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوا کرتے تھے جب
اقامت کہنے والا قد قامتہ الصلوۃ کہتا اور یہی قول امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
کا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور دیگر علماء کوفہ کا کہنا ہے کہ حتی علی
الصلوۃ کے وقت کھڑے ہوں۔ (شرح مسلم)

۱ صحیح مسلم باب متى يقوم الناس للصلوة۔ جلد الاول ص 220

۲ " " " " حاشیہ ص 221 صحیح مسلم مترجم از علامہ وحید الزمان جلد 2

ص 157 مطبوعہ خالد احسان پبلشرز لاہور۔

اقول: حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم خاص ہیں ان کی والدہ حضرت ام سلیم ان کو بارگاہ رسالت مآب میں بطور غلام پیش کر گئی تھیں یہ خانگی اور بیر بنی کام سرانجام دیا کرتے تھے گویا ان کو روز و شب بارگاہ اقدس میں حاضری کا موقع ملتا تھا ان کو یہ شرف پہلے روز سے لے کر حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت مبارکہ تک حاصل رہا۔ بنا بریں ایسے خادم خاص کا عمل سنت کے خلاف تو نہیں ہو سکتا اس لئے اگر کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ عمل مبارک ہی ثبوت کے لئے کافی ہے۔

امام نووی علیہ الرحمہ شرح صحیح مسلم میں حضرت امام شافعی کا اس بارہ میں مذہب نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

فمذہب الشافعی رحمه الله تعالى وطائفة انه يستجب ان لا يقوم احد حتى يفرغ المؤذن من الاقامة^۱

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جماعت علماء کا مذہب یہ ہے کہ مستحب ہے کہ امام و مقتدی کوئی بھی کھڑا نہ ہو یہاں تک کہ مکبر تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے۔ (شرح صحیح مسلم)

مبسوط میں ہے کہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے کہ مکبر کے تکبیر سے فارغ ہونے کے بعد امام و مقتدی کھڑے ہوں آپ نے اپنے اس قول کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل مبارک سے لی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مؤذن کے تکبیر سے فارغ ہونے کے بعد محراب میں کھڑے ہوتے تھے۔^۲

۱ شرح صحیح مسلم لامام نووی باب متى يقوم الناس للصلوة۔ ص 221

۲ مبسوط بحوالہ تحفظ عقائد اہل سنت ص 955

اقول: ان تمام تر حوالہ جات کے باوجود علماء اہل سنت حی علی الفلاح یا قد قامت
الصلوة کے وقت یا آخر تکبیر کے بعد کھڑے ہونے کو واجب یا فرض قرار نہیں
دیتے بلکہ عمل صحابہ کہ وجہ سے نہایت درجہ مستحسن عمل قرار دیتے ہیں۔ دراصل اس
جگہ سمجھانا مقصود ہے ان لوگوں کو کہ جو حد درجہ سختی سے کام لیتے ہیں کہ جب تک
امام و مقتدی سارے کے سارے کھڑے نہ ہوں تکبیر ہی نہیں کہتے۔ حالانکہ
حضرت سیدنا انس اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل مبارک اور علماء و
صحابہ کا ارشاد ذی شان آپ قبل پڑھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے کی توفیق عطا
فرمائے۔

امام کی اقتداء

سارے افعال نماز میں امام کی اقتداء واجب ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

(386) إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُوتَمَّ بِهِ۔ (بخاری^۱)

امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ تم مکمل طور پر اس کی اقتداء کرو۔ اس
لئے امام سے پہلے رکوع و سجود میں جانا یا اس کے سر اٹھانے سے قبل رکوع و سجود
سے سر اٹھانا گناہ ہے۔

(387) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا۔

أَمَّا يَخْشَى أَحَدُكُمْ أَوْ لَا يَخْشَى أَحَدًا، كُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ
الْإِمَامِ أَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ صُورَةَ
حِمَارٍ. (بخاری^۲)

۱ بخاری ج 1 ص 100 باب اقامة الصف من تمام الصلوة مطبوعہ کراچی۔

۲ بخاری باب اثم من رفع راسه قبل الامام ج 1 ص 96 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ترجمہ: ”کیا تم اس بات سے ڈرتے نہیں ہو یا فرمایا تم اس بات سے کیوں نہیں ڈرتے کہ جو کوئی اپنے امام سے پہلے اپنے سر کو (سجدہ یا رکوع سے) اٹھائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اللہ تعالیٰ اس کی شکل کو گدھے کی شکل بنا دے“۔ (بخاری)

نماز میں ادھر ادھر دھیان نہ کرے:

نماز پورے شوق اور محبت سے ادا کرے سستی اور کاہلی سے نماز نہ پڑھے خشوع و خضوع کا یہ عالم ہو کہ دائیں بائیں نہ دیکھے۔ بوقت قیام نظر مقام سجدہ پر ہو بوقت رکوع پاؤں کی پشت پر بوقت سجدہ ناک کے قریب اور بوقت تشهد گود میں نظر رہے اوپر آسمان کی طرف یا دائیں بائیں دیکھنا گناہ ہے۔

(388) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور کریم ﷺ نے فرمایا۔ اُن لوگوں کا کیا حال ہے جو دوران نماز اپنی نگاہوں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس بارہ میں سخت اظہار ناراضگی فرماتے ہوئے فرمایا۔ لَيْسَتْهُنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُخَطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ۔ وہ اس فعل سے باز آ جائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔ (بخاری)

(389) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دوران نماز ادھر ادھر دیکھنے کے بارہ میں پوچھا تو فرمایا۔
هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ۔

یہ شیطان لعین کا اچک لینا ہے جو بندے کی نماز سے کچھ حصہ چھین لے رہا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) (بخاری)

۱۔ بخاری باب: البصر الى السماء في الصلوة ج 1 ص 4-103 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ بخاری باب الا التفات في الصلوة ج 1 ص 104 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

کپڑے یا رومال کو لٹکا کر نماز پڑھنا

سر پر رومال یا چادر وغیرہ اس طرح اوڑھنا کہ دونوں کنارے لٹک رہے ہوں یا اس انداز سے گردن پر ڈالنا کہ کنارے کھلے انداز میں لٹک رہے ہوں اس عمل کو عربی میں سدل کہتے ہیں نماز کے اندر سدل منع ہے۔ رومال وغیرہ کو سر پر باندھ کر نماز پڑھنا چاہیے۔

(390) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ "سدل" یعنی کپڑا لٹکا کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ (ترمذی)

سجدہ سہو

اگر نماز میں بھول ہو جائے مثلاً نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض بھولے سے پہلے ادا ہو جائے یا اس کی ادائیگی میں کچھ تاخیر ہو جائے یا کوئی واجب چھوٹ جائے یا رکعتوں کی صحیح تعداد بھول جائے تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو کرنے سے نماز مکمل ہو جائے گی۔ لیکن اگر ان میں سے کسی ایک یعنی فرض یا واجب کو جان بوجھ کر ترک کیا تو نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر کوئی سنت یا مستحب رہ جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں البتہ جان بوجھ کر سنت کو ترک نہ کرے کہ محرومی کی دلیل ہے۔

سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشهد پڑھ کر دائیں طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشهد اور درود شریف پڑھ کر سلام پھیر دے۔ خیال رہے کہ ایک سے زیادہ سہو پر بھی ایک مرتبہ ہی سجدہ سہو کرنا کافی ہے۔

(391) حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سہو (یعنی بھول) یہ

۱ ترمذی باب من جاء کرابیتہ السدل فی الصلوٰۃ ج 1 ص 195 مطبوعہ لاہور۔

ہے کہ نمازی بیٹھنے کی بجائے کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے کی بجائے بیٹھ جائے یا (تین یا چار رکعتوں والی نماز میں) دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے تو ایسا شخص سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے پھر تشهد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

(طحاوی شریف^۱)

حضرت عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن زبیر، سعد بن ابی وقاص اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مذکورہ بالا طریقہ سے سجدہ سہو کرنے کا ذکر منقول ہے۔ (طحاوی^۲)

(392) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز ظہر پڑھائی، پانچ رکعت، بارگاہ اقدس ﷺ میں عرض کیا گیا کہ کیا نماز میں اضافہ ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کیا ہوا صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہے اس پر حضور اکرم ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کیے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو۔ اگر میں بھول جاؤں تو مجھ کو یاد کرو اور جب تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شک کرے تو چاہیے کہ خوب غور کرے پھر جس بات پر دل جے اسی پر قائم رہ کر نماز مکمل کرے پھر سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے۔ (اور سلام پھیر دے) (بخاری^۳)

(393) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک لاحق ہو تو شک کو دور کر کے

۱۔ طحاوی شریف (عربی اردو) باب سجود السهو فی الصلوٰۃ ج 2 ص 93 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۲۔ ملاحظہ ہو طحاوی (عربی اردو) باب سہو والسہو فی الصلوٰۃ ج 2 ص 93-94

مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۳۔ بخاری مسلم مشکوٰۃ باب السہو مطبوعہ کراچی۔

ایک بات پر یقین کرے جب یقین ہو جائے نماز پوری ہونے کا تو (آخر میں) دو سجدے کرے اگر (حقیقتہً) نماز پوری ہو گئی تھی تو یہ رکعت نفلی ہو جائیگی۔ اور دو سجدے (بھی) اور اگر نماز کم تھی تو یہ رکعت نماز پوری کر دے گی اور دو سجدے شیطان کو ذلیل کر دیں گے۔ (ابی داؤد^۱)

(394) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر امام دو رکعت کے بعد کھڑا ہو جائے تو اگر سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے یاد آ جائے تو بیٹھ جائے لیکن اگر سیدھا کھڑا ہو گیا ہو تو نہ بیٹھے بلکہ (آخر میں) دو سہو کے سجدے کرے۔ (ابی داؤد^۲)

(395) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ نماز پڑھی اس میں سہو ہو گیا تو آپ ﷺ نے دو سجدہ سہو کر کے تشہد پڑھی۔ پھر سلام پھیرا۔ (ابی داؤد^۳)

فائدہ: خیال رہے کہ احادیث مبارکہ میں جو یہ مذکورہ ہے کہ نماز کے بعد بارگاہ اقدس ﷺ میں عرض کیا گیا کہ نماز میں بھول ہو گئی ہے اور حضور اکرم ﷺ نے ساری نماز دھرانے کی بجائے اسی جگہ سے نماز مکمل کر کے سجدہ سہو فرمالیا۔ گویا گفتگو کرنے سے نماز نہیں ٹوٹی۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو اس ذات اقدس کے ساتھ ہوئی کہ دوران نماز جن پر سلام کرنا واجب ہے اس لئے نماز میں کوئی نقص نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ واقع نماز میں گفتگو منع ہونے سے پہلے کا ہے۔ اب نماز کے دوران اگر امام سے بھول ہو جائے تو مقتدی خاموش نہ رہے بلکہ حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق سبحان اللہ کہہ کر امام کو غلطی کا احساس دلائے۔ کیونکہ گفتگو کرنے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم اتم)

۱۔ ابی داؤد باب من قال یلتقی الشک ج 1 ص 155 مطبوعہ لاہور۔

۲۔ ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ ج 1 ص 156 مطبوعہ لاہور باب من نسی ان یشہد وہو جالس۔

۳۔ ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ ص 157 مطبوعہ لاہور۔

باب ششم

رکعات نماز

فرض: پانچوں نمازوں میں بعض رکعات فرض ہیں جس طرح صبح کی دو رکعت، ظہر کی چار رکعت، عصر کی چار رکعت، مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی چار رکعت۔ ان کا چھوڑنا حرام ہے۔

واجب: یہ تین رکعت وتر ہیں ان کا وقت پوری رات ہے ان کا چھوڑنا مکروہ تحریمی یعنی بہت گناہ ہے۔

سنت مؤکدہ: بعض رکعات سنن مؤکدہ ہیں۔ یعنی ایسے نوافل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی ادا فرمائے اور اپنے غلاموں کو ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔ اسی لئے ان کو مؤکدہ یعنی تاکید کیے گئے کہتے ہیں۔ پانچوں نمازوں میں ان کی تعداد بارہ (12) ہے۔ یعنی 2 رکعت نماز فجر میں، نماز ظہر میں چھ رکعات چار پہلے دو بعد میں، نماز مغرب میں دو رکعات اور نماز عشاء میں دو رکعات۔ ان کا ترک کرنا گناہ ہے۔

سنن غیر مؤکدہ: وہ رکعات ہیں کہ جن کو رسول رحمت ﷺ نے اکثر طور پر پڑھا مگر کبھی کبھار چھوڑنا بھی ثابت ہے۔ ان کا پڑھنا ثواب ہے ترک کرنا گناہ نہیں۔ یہ آٹھ رکعات ہیں۔ چار عصر میں فرض سے قبل، چار عشاء کے فرض سے قبل۔ باقی نوافل ہیں۔

فائدہ: بحمد اللہ تعالیٰ فرائض میں کسی کو اختلاف نہیں البتہ بعض حضرات سنن کو ترک کر دیتے ہیں بعض ایک رکعت وتر کے قائل ہیں ذیل میں اس موضوع پر احادیث مبارکہ نقل کی جا رہی ہیں تاکہ متلاشی حق کو الجھن نہ رہے۔ (وباللہ التوفیق)

(396) سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ مَنْ صَلَّى فِي يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ ثِنْتِي عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنِي لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ، أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ صَلَاةِ الْغَدَاةِ. ”قَالَ أَبُو عِيْسَى عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ فِي هَذَا الْبَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ“۔

ترجمہ: جس کسی شخص نے دن رات میں بارہ رکعات (فرائض کے علاوہ) ادا کیں تو اس کے لئے (اللہ تعالیٰ) جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔ (وہ رکعات) چار ظہر سے پہلے ہیں اور دو بعد میں اور دو رکعات بعد از مغرب اور دو رکعتیں عشاء کے بعد اور دو رکعتیں نماز فجر سے پہلے۔ (ترمذی^۱)

(397) ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے روزانہ علاوہ فرضوں کے بارہ رکعت خوش دلی سے پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔ یا فرمایا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے۔ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس دن سے ہمیشہ یہ رکعتیں پڑھتی ہوں۔
(صحیح مسلم^۲، سنن دارمی^۳)

(398) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میرے گھر ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے ساتھ جا کر فرض نماز ادا فرماتے پھر گھر آ کر دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ اور عشاء لوگوں کے

۱ ترمذی باب من صلی ثنتی عشر رکعتہ ج 1 ص 204 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲ صحیح مسلم باب السنن راتبتہ و بیان عددھن ج 1 ص 251۔

۳ سنن دارمی ج 1 ص 397 مطبوعہ کراچی۔

ساتھ پڑھ کر گھر تشریف لاتے تو دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ اور رات کو نو (9) رکعت بمع وتروں کے ادا فرماتے۔ طویل قیام قرأت اور قعدہ فرماتے اگر کھڑے ہو کر قرأت کرتے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے اگر بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے اور جب فجر طلوع ہوتی تو دو رکعت پڑھتے۔ (صحیح مسلم ۱)

(399) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اذان فجر کے بعد دو رکعت نماز تخفیف کے ساتھ ادا فرماتے۔ فرض نماز کھڑی ہونے سے پہلے۔ (صحیح مسلم ۱)

(400) ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم رسول محترم ﷺ کسی بھی نفل نماز کا اس قدر شدید خیال نہیں فرماتے تھے جس قدر صبح کی (نماز کی) پہلی ان دو رکعتوں کا۔ (صحیح مسلم ۲)

(401) ان ہی سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی ان دو رکعتوں (یعنی سنتوں) کے بارہ میں فرمایا کہ هُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ یہ دو رکعتیں مجھے دنیا جہاں کی ساری چیزوں سے زیادہ پیاری ہیں۔ دوسری روایت میں ہے خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔ یہ رکعتیں دنیا جہاں کی ساری چیزوں سے اعلیٰ ہیں۔ (صحیح مسلم ۳)

(402) ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کسی نے ظہر کی پہلی چار رکعتوں اور بعد والی

۱ صحیح مسلم باب يجوز النافله قاعده اور قائما..... ج 1 ص 252 مطبوعہ کراچی۔

۲ صحیح مسلم باب استحباب رکعتی سنۃ الفجر..... ج 1 ص 250 مطبوعہ کراچی۔

۳ صحیح مسلم باب مذکورہ ج 1 ص 251 مطبوعہ کراچی۔

۴ صحیح مسلم باب مذکورہ ج 1 ص 251 مطبوعہ کراچی۔

چار رکعتوں کو پابندی سے پڑھا اللہ تعالیٰ اُس پر (جہنم کی) آگ کو حرام فرمادے گا۔ (احمد^۱، ترمذی^۲، ابوداؤد^۳، نسائی^۴، ابن ماجہ^۵)

فائدہ: اس حدیث پاک میں ظہر کی پہلی چار اور بعد والی دو سنن کے علاوہ دو نوافل کا بھی ثبوت ہے۔

(403) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چار رکعت نماز سورج ڈھلنے کے بعد اور ظہر سے پہلے ادا فرماتے اور ارشاد فرماتے۔ اِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا ابْوَابُ السَّمَاءِ فَاحْبُ أَنْ يَّصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ۔ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرے نیک اعمال ان میں سے اوپر جائیں۔ (جامع ترمذی^۱)

(404) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زوالِ آفتاب کے بعد ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں (اللہ تعالیٰ کے حضور) نماز تہجد کی مثل حساب کی جاتی ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ (کائنات کی) ہر شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے آیتہ مبارکہ تلاوت فرمائی کہ:

يَتَفَيَّؤُ ظِلُّهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَالِ سُجَّدًا لِلَّهِ وَهُمْ دَاخِرُونَ۔

(النحل آیت 48)

۱۔ مسند امام احمد ج 7 ص 518 طبع جدید مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔

۲۔ ترمذی ج 1 ص 208 باب ماجاء فی الرکعتین بعد الظہر مطبوعہ لاہور۔

۳۔ ابوداؤد ص 188 باب الاربع قبل الظہر وبعدها مطبوعہ لاہور۔

۴۔ نسائی ج 1 ص 257 مطبوعہ کراچی۔

۵۔ ابن ماجہ ص 81 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۶۔ جامع ترمذی ج 1 ص 220 باب ماجاء فی الصلوٰۃ عند الرسول مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

پھرتے ہیں سائے ہر چیز کے دائیں طرف اور بائیں طرف اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ سجدہ کرتے ہوئے۔

(جامع ترمذی^۱)

(405) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اِدْبَارَ النَّجُومِ الرَّكْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَاِدْبَارَ السُّجُودِ الرَّكْعَتَانِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ۔ ادبار النجوم وہ دو رکعتیں ہیں جو فجر (کی نماز) سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور ادبار السجود وہ دو رکعتیں ہیں جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

(سنن ترمذی^۲)

(406) حضرت مکحول تابعی سے مرسلًا مروی ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز مغرب کے بعد کلام کرنے سے پہلے (یعنی فرضوں کے فوراً بعد) دو رکعت نماز پڑھی دوسری روایت میں ہے کہ چار رکعت نماز پڑھی تو اس کی نماز (اللہ تعالیٰ کے حضور) علیین (نہایت ہی اعلیٰ مقام) میں اٹھائی جاتی ہے۔ (مشکوٰۃ^۳)

(407) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ رَحِمَ اللَّهُ امْرًا صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا۔ اللہ تعالیٰ اُس بندے پر رحمتوں کا نزول فرمائے کہ جو نماز عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرے۔ (ترمذی^۴، ابی داؤد^۵)
فائدہ: محترم قارئین کرام مسلکی جھگڑوں سے بالاتر ہو کر میں آپ کو اللہ تعالیٰ

۱ جامع ترمذی باب مذکورہ۔

۲ سنن ترمذی۔

۳ مشکوٰۃ باب السنن وفضائلها ص 105 مطبوعہ کراچی

۴ ترمذی ص 117 باب ماجاء فی الاربع قبل العصر مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

۵ ابوداؤد ص 198 باب الصلاة قبل العصر مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

کی عزت کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کو بغور پڑھیں پھر بتائیں کہ کیا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہو جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعدوں پر یقین کامل ہو وہ کبھی ان سنتوں کو ترک کرے گا؟ کیا وہ محض فرض ادا کر کے یقین کر لے گا کہ میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلمہ طیبہ پڑھنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس بات پر غور کیجئے پھر جو جی میں آئے عمل فرمائیے۔ (وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)

سنت فجر کی اہمیت:

احادیث مبارکہ میں سنت فجر کی بہت تاکید فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں گزر چکا ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام ان کی ادائیگی میں مبالغہ سے کام لیتے حتیٰ کہ جماعت کھڑی ہو جاتی تب بھی یہ سنتیں ادا کر لیتے حالانکہ وہ مزاج نبوی اور احادیث مبارکہ کو ہم سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ اسی لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ بہتر تو یہ ہے کہ سنتیں گھر پڑھ کر آئے کیونکہ اس میں زیادہ ثواب ہے اور عمل نبوی سے یہ ہی ثابت ہے لیکن اگر سنت فجر نہ پڑھی ہو اور نماز کی دوسری رکعت کے مل جانے کا یقین ہو تو دروازہ مسجد کے قریب یا ستون وغیرہ کی اوٹ یعنی جماعت سے فاصلہ پر سنتیں پڑھ کر شریک جماعت ہو جائے۔ خیال رہے کہ ان کے سوا کوئی سنت یا نفل جماعت کھڑی ہو جانے پر جائز نہیں۔ سنت فجر کے بارہ میں عمل صحابہ ملاحظہ ہو۔

(408) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

حضرت ابو عثمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے وقت مسجد میں تشریف لائے کہ امام نمازِ فجر پڑھا رہا تھا آپ نے دو رکعتیں پڑھیں پھر امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے۔ (طحاوی^۱)

(409) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ اپنے والد ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعید بن عاص نے ان (ابو موسیٰ کو) اور حضرت حذیفہ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز فجر سے پہلے بلایا جب یہ حضرات فارغ ہو کر باہر آئے تو نماز کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ستون کی اوٹ میں کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں اور پھر جماعت میں شامل ہو گئے۔ امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ بھی ان کے ساتھ تھے مگر انہوں نے اس عمل پر کوئی اعتراض نہ کیا جو اس بات کی دلیل ہے۔ ان کا بھی یہی مذہب تھا۔ (طحاوی^۲)

(410) ابو مجلز کی روایت:

حضرت ابو مجلز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز فجر کے وقت حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوا تو امام نماز پڑھا رہا تھا۔ حضرت ابن عمر تو صف میں شامل ہو گئے۔ لیکن حضرت ابن عباس نے دو رکعتیں پڑھیں پھر امام کے ساتھ شامل ہو گئے۔ امام نے سلام پھیرا تو حضرت ابن عمر اپنی جگہ بیٹھے رہے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا تو آپ کھڑے

۱۔ طحاوی (عربی اردو) باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلوٰۃ الفجر..... ج 1 ص 740 مطبوعہ

حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۲۔ طحاوی باب مذکورہ ج 1 ص 738 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

ہوئے اور دو رکعتیں ادا کیں۔ (طحاوی^۱)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے موافق مذہب رکھتے۔ اس لیے آپ نے ان پر اعتراض نہ فرمایا۔ (جیسا کہ آئندہ بھی معلوم ہوگا) دوسرے یہ کہ اگر سنت فجر ادا نہ کی ہو تو جماعت فجر کے فوراً بعد نہ پڑھے بلکہ سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(411) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ:

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز کے لئے تشریف لائے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا۔ آپ نے صبح کی پہلی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں۔ چنانچہ آپ نے حضرت حفصہ کے حجرہ میں دو رکعت ادا کیں پھر امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو گئے۔ طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہ کا حجرہ مسجد میں شامل ہے۔ اس لئے آپ کا عمل حضرت ابن عباس کے عمل کے موافق ہوا۔ (طحاوی^۲)

(412) حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ نماز فجر کے لئے صفیں باندھے کھڑے تھے آپ نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعتیں ادا کیں پھر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔ (طحاوی^۳)

۱ طحاوی باب مذکورہ ج 1 ص 740 مطبوعہ مذکورہ۔

۲ طحاوی باب مذکورہ ص 741 مطبوعہ لاہور۔

۳ طحاوی باب مذکورہ ج 1 ص 741 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

(413) حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (بعض اوقات) صبح کی دو سنتیں پڑھے بغیر مسجد میں حاضر ہوتے اور حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر پڑھا رہے ہوتے تو ہم مسجد کے ایک کنارے پر دو رکعتیں پڑھتے پھر نماز میں شامل ہو جاتے۔ (طحاوی^۱)

فائدہ: ظاہر ہے کہ حضرت ابو عثمان سے یہ عمل کئی مرتبہ ہوا مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے بھی ان کو منع نہ کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جمہور صحابہ کے نزدیک یہ عمل درست تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(414) حضرت مسروق رضی اللہ عنہ:

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوم کے پاس آتے اور لوگ مصروف نماز ہوتے تو اگر آپ نے فجر کی دو رکعتیں ادا نہ کی ہوتیں تو (پہلے) مسجد میں یہ دو رکعتیں پڑھتے پھر جماعت میں شامل ہو جاتے۔ (طحاوی^۲) ظاہر ہے کہ یہ عمل بھی صحابہ کے سامنے ہوتا تھا۔
طلوع آفتاب کے بعد رہ گئی سنتیں ادا کرے:

اگر کسی وجہ سے سنت فجر ادا نہ کر سکے ہوں یا ایسے وقت مسجد میں آئیں کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہونا ممکن نہ ہو تو سنتیں ترک کر دیں اور جماعت میں شامل ہو جائیں اور یہ رہ گئی سنتیں سورج طلوع ہونے کے بعد ادا کریں۔ جیسا کہ ابھی تھوڑا اوپر اسی باب میں ”ابو مجلز کی روایت“ گزری ہے کہ

۱ طحاوی ص 742 مطبوعہ مذکورہ۔

۲ طحاوی ص 742 مطبوعہ و باب مذکورہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورج نکلنے کے بعد سنت فجر کی قضا ادا کی کیونکہ حکم نبوی ﷺ یہی ہے۔

(415) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ لَمْ يُصَلِّ رَكَعَتِي الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ - رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کسی نے فجر کی دو رکعتیں (یعنی سنتیں) نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔ (ترمذی^۱)

وتر کا بیان

نماز وتر کے بارہ میں علماء حق، آئمہ مجتہدین کے درمیان چند باتوں میں اختلاف ہے۔ مثلاً کہ یہ سنت ہے یا واجب اس کی رکعات کتنی ہیں اور قنوت کہاں پڑھی جائے گی۔ حنفیہ کے نزدیک وتر واجب ہیں ان کی تین رکعات ہیں اور قنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے گی۔ حنفیہ کی مؤید بعض احادیث یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(416) عبید اللہ بن عبد اللہ عتکی نے حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ان کے والد (بریدہ) نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا.

وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (سنن ابوداؤد^۲)

(417) حضرت خارجہ بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن

^۱ ترمذی باب ماجاء فی اعادة تھما بعد طلوع الشمس ص 207 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

^۲ سنن ابوداؤد باب ومن لم یوتر ج 1 ص 210 مطبوعہ لاہور۔

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ اَمَدَّكُمْ بِالصَّلٰوةِ هِيَ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ وَهِيَ الْوَتْرُ فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ اِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی نماز کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی ہے۔ جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ افضل اعلیٰ ہے اور وہ نماز وتر ہے۔ اس کا وقت تمہارے لئے عشاء سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔ (ابوداؤد^۱، ترمذی^۲، ابن ماجہ^۳)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وتر واجب ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

وتر کی قضا: وتر کی ادائیگی کا وقت عشاء سے طلوع فجر تک ہے جیسا کہ ابھی حدیث شریف میں گزرا لیکن اگر کسی وجہ سے یہ نماز رہ گئی تو اس کی قضا پڑھنے کا حکم ہے وتر کے وجوب پر یہ بات بھی ایک دلیل ہے۔ احادیث نبویہ ملاحظہ ہوں۔

(418) حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهِ اَوْ نَسِيَ فَلْيُصَلِّهٖ اِذَا ذَكَرَهُ۔ جو کوئی شخص وتر پڑھے بغیر سو گیا یا بھول گیا تو جب یاد آئے ضرور پڑھے۔

(ترمذی^۲، سنن کبریٰ^۵، ابن ماجہ^۳، مشکوٰۃ^۶، ابوداؤد^۱)

۱۔ ابوداؤد ج 1 ص 210 باب استحباب الوتر مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ ترمذی ص 121 باب ماجاء فی فضل الوتر مطبوعہ ریاض سعودیہ۔

۳۔ ابن ماجہ ص 208 باب ماجاء فی الوتر مطبوعہ مکتبہ المعارف ریاض سعودیہ۔

۴۔ ترمذی ج 1 ص 218 مطبوعہ لاہور۔

۵۔ سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 480 مطبوعہ ملتان۔

۶۔ ابن ماجہ ص 83 باب من نام عن وتر او نسیہ مطبوعہ کراچی۔

۷۔ مشکوٰۃ ص 113 ابواب الوتر مطبوعہ کراچی۔

۸۔ ابوداؤد ابواب الوتر ج 1 ص 212 باب فی الدعاء بعد الوتر مطبوعہ لاہور۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو لوگ وتر کو صرف مستحب کہتے ہیں کہ پڑھ لو تو ٹھیک ورنہ گناہ نہیں وہ غلطی پر ہیں۔

وتر کی رکعات:

بعض حضرات وتر کی محض ایک رکعت کے قائل ہیں اور ان احادیث مبارکہ کو زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔ عجب بات ہے کہ دنیاوی نفع کی بات ہو تو ہم اضافہ کی طرف جاتے ہیں لیکن آخرت کا نفع ہو تو کمی کی طرف۔ مثلاً سنت چھوڑ دو صرف فرض پڑھو۔ وتر ایک پڑھو۔ بیس کی بجائے آٹھ رات پڑھو۔ رمضان المبارک میں تہجد نہ پڑھو۔ وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے نبی کے کام میں تو بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ“ اب آئیے تین رکعت وتر پر احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

(419) حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ فرمائیے کہ حضور اکرم ﷺ ماہ رمضان (کی راتوں) میں نماز کس قدر پڑھتے تھے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَ رَكْعَةٍ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ خواہ رمضان المبارک ہو یا نہ ہو (عموماً) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ پہلے جو چار رکعتیں پڑھتے تو ان کے حسن و خوبی اور طوالت کے بارہ میں کچھ نہ پوچھو (گویا جواب ہی نہیں) جو پھر چار رکعتیں پڑھتے تو ان کے حسن و خوبی اور طوالت کے بارہ میں بھی کچھ نہ پوچھو (یعنی پہلی رکعتوں سے وہ بھی کم نہ

ہوتیں) پھر تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

(نسائی^۱، صحیح مسلم^۲، مسند امام^۳، موطا^۴، بخاری^۵، طحاوی^۶)

فائدہ: بحمد اللہ تعالیٰ ماننے والے کے لئے صرف یہ ایک حدیث ہی کافی ہے کیونکہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک اسی عمل پر ہمیشگی تھی۔ اس لئے سنت پر وہی عمل ہو گا جو بکثرت ہو گا۔ کبھی کبھار کے عمل سے جواز تو ثابت ہو جاتا ہے مگر اس کو ہمیشہ سنت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

(420) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، پڑھا کرتے تھے۔ (جامع ک)

امام ترمذی علیہ الرحمہ جمہور صحابہ کرام کا مذہب نقل فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وَالَّذِي اخْتَارَهُ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ أَنْ يَقْرَأَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ، وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، يَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ مِنْ ذَلِكَ بِسُورَةٍ۔ یہ وہ عمل ہے کہ جس کو حضور اکرم نبی محترم ﷺ کے اکثر علماء صحابہ کرام نے ان کے بعد آنے

۱۔ نسائی ج 1 ص 248 باب کیف الوتر مثلث مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۲۔ صحیح مسلم باب صلوة اللیل والوتر ج 1 ص 245۔

۳۔ مسند امام احمد ج 7 ص 108 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

۴۔ موطا امام احمد ج 1 ص 142 باب قیام شھر رمضان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۵۔ بخاری شریف ج 1 ص 269 باب فضل من قام رمضان مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۶۔ طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 576 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

ک۔ جامع ترمذی باب ما یقرء فی الوتر ج 1 ص 217 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

والے (یعنی تابعین) نے اپنایا کہ وہ وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ
الْأَعْلَى پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور تیسری میں
قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تلاوت کرتے۔ (ترمذی^۱)

فائدہ: امام ترمذی علیہ الرحمہ اس جگہ عام صحابہ کرام کا نہیں بلکہ علماء صحابہ کا ذکر
فرمایا کیونکہ اعمال نبوی کو وہ زیادہ احسن طریقہ سے سمجھتے تھے۔ اسی لئے بعد میں
آنے والے جمہور تابعین و علماء نے بھی اسی پر عمل کیا۔

(421) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ وَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ
صَلَاةِ الْفَجْرِ۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ آپ ﷺ رات (یعنی تہجد)
کی آٹھ رکعات پڑھتے اور تین رکعت وتر پڑھتے اور صبح نماز فجر سے قبل دو رکعت
پڑھتے۔ (سنن نسائی^۲)

(422) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ وتر
کی رکعات میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، اور قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ
هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی^۳)

(423) حضرت سیدنا کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔
اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ وَلَا يَسْلِمُ إِلَّا فِي آخِرِهِنَّ وَيَقُولُ يَعْنِي بَعْدَ
التَّسْلِيمِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ ثَلَاثًا۔ یعنی تینوں رکعات پوری کرنے
کے بعد آخر میں سلام پھیرتے اور سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ پڑھتے۔

^۱ ترمذی ص 217 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

^۲ سنن نسائی باب الوتر ص 249 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

^۳ ترمذی مایقرنی الوتر ج 1 ص 217 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ - (سنن نسائی^۱)

(424) حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی نماز وتر کے بارہ میں پوچھا کہ کتنی رکعات پڑھا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا۔

بَارْبَعٍ وَثَلَاثٍ وَسِتِّ وَثَلَاثٍ وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ وَعَشْرٍ وَثَلَاثٍ
وَلَمْ يَكُنْ يُؤْتِرُ بِانْقِصَ مِنْ سَبْعٍ وَلَا أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ عَشْرَةٍ.
ترجمہ: کبھی تو آپ ﷺ چار (نفل) اور تین وتر پڑھتے (کبھی) چھ اور تین (کبھی) آٹھ اور تین (کبھی) دس اور تین۔ لیکن (نوافل بمع) وتر کبھی بھی سات سے کم نہ ہوتے اور نہ ہی تیرہ سے زیادہ۔ (ابوداؤد^۲، مشکوٰۃ^۳)

فائدہ: حضرت ام المومنین کئی اس روایت سے پتہ چلا کہ نوافل میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی مگر وتر تین ہی ادا فرمائے۔

خیال رہے کہ: محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی علیہ الرحمہ نے شرح معانی الآثار میں اس موضوع پر بہت مفید بحث فرمائی اور دیگر بہت سی روایات و آثار کو نقل فرمایا محض طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا کیونکہ ماننے والے کے لئے یہ ہی بہت کچھ ہے۔

وتر میں دعائے قنوت

وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے قبل دعائے قنوت پڑھی جائے گی۔

(425) حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس

۱ سنن نسائی باب الوتر ص 249 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ ابوداؤد شریف ج 1 ص 201 باب فی صلاة اللیل مطبوعہ لاہور۔

۳ مشکوٰۃ ص 112 باب الوتر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قنوت کے بارہ میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ”قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ“ اس میں کوئی شک نہیں کہ قنوت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ رکوع سے پہلے پڑھیں گے یا بعد میں؟ آپ نے فرمایا کہ رکوع سے پہلے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے فلاں شخص نے آپ کے حوالہ سے بتایا کہ آپ نے رکوع کے بعد کہا ہے۔ (یہ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) فرمایا ”كَذَبَ، إِنَّمَا قُنْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا“ اس آدمی نے جھوٹ بولا۔ سوائے اس کے نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف ایک مہینہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی ہے۔ الخ (بخاری^۱)

(426) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وتر پڑھتے اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

(ابوداؤد^۲، ابن ماجہ^۳، نسائی^۴)

(427) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ تین رکعت وتر پڑھتے اور رکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء^۵، مرقات^۶)

(428) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ بِثَلَاثِ رُكْعَاتٍ وَيَجْعَلُ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ۔

۱ بخاری باب القنوت قبل الركوع، ج 1 ص 136 قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ ابوداؤد ص 211 باب القنوت فی الوتر مطبوعہ رحمانیہ انور۔

۳ ابن ماجہ ص 83 باب ماجاء فی القنوت قبل الركوع وبعده مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۴ نسائی فی ابواب الوتر ج 1 ص 218 مطبوعہ کراچی۔

۵ حلیۃ الاولیاء ج 5 ص 73 ذکر حبیب بن ابی ثابت مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ماتان۔

۶ مرقات شرح مشکوٰۃ ج 3 ص 185 مطبوعہ امدادیہ ماتان۔

حضور اکرم نبی محترم ﷺ تین رکعت نماز وتر ادا فرماتے اور رکوع سے قبل قنوت پڑھتے۔ (طبرانی^۱)
 عمل صحابہ: وتر میں قبل از رکوع یا بعد از رکوع قنوت پڑھنے کے بارہ میں عمل صحابہ کیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(429) حضرت عبدالرحمن بن اسود اپنے والد ذی وقار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتروں کے سوا کسی اور نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور وتر میں قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ (طحاوی^۲)

(430) ☆ علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: اَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ وَ اصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْوَتْرِ قَبْلَ الرَّكُوعِ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے (دیگر) صحابہ وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت کو پڑھا کرتے تھے۔ (ابن گو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا)۔

(آثار السنن^۳، ابن ابی شیبہ^۴)

دعائے قنوت کے وقت رفع الیدین

(431) حضرت اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے پھر رفع الیدین کرتے (یعنی ہاتھ اٹھاتے) اور رکوع جانے سے قبل قنوت پڑھتے۔ (رواہ البخاری^۵، آثار السنن^۶)

۱ طبرانی فی الاوسط۔

۲ طحاوی شریف (عربی اردو) ج 1 ص 576 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۳ آثار السنن ص 209 باب القنوت قبل الركوع مطبوعہ ملتان۔

۴ ابن ابی شیبہ ج 2 ص 202 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان باب فی القنوت قبل الركوع او بعدہ۔

۵ رواہ البخاری فی جز رفع الیدین ص 210۔

۶ آثار السنن قال اسناہ صحیح باب رفع الیدین عند قنوت الوتر مطبوعہ ملتان۔

(432) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو عثمان نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری امامت فرماتے تھے۔ آپ عند الركوع (یعنی رکوع سے پہلے) قنوت پڑھتے اور ہاتھ اتنے اٹھاتے کہ آپ کی ہتھیلیاں ظاہر ہو جائیں اور بازو (پہلوؤں سے) جدا ہو جاتے۔ (بخاری^۱)

دعائے قنوت

کوئی خاص دعاء قنوت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ کوئی مسنونہ دعا پڑھ سکتے ہیں۔ مثلاً:

(433) حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخری وتر میں یہ قنوت پڑھا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ
عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أَحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ
عَلَى نَفْسِكَ.

اے میرے اللہ تعالیٰ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں اور تیرے عذاب سے تیرے حضور معافی چاہتا ہوں میں تجھ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں میں تیری تمام ثنائیں بیان نہیں کر سکتا تیری وہ شان ہے جیسی تو خود اپنی ثنائیں فرماتا ہے۔ (ابی داؤد^۲)

(434) ابو الحوراء ربیعہ بن شیبان فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ سکھائے کہ میں ان کو نماز وتر میں پڑھا کروں۔ ابن حواس نے کہا یعنی وتر کی

^۱ بخاری فی جز رفع الیدین۔

^۲ ابی داؤد قنوت فی الوتر ج 1 ص 211 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

قنوت میں۔ (وہ دعائیہ الفاظ یہ ہیں)

اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِي مَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِي مَنْ عَافَيْتَ تَوَلَّنِي فِي مَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِي مَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَدِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ.

ترجمہ: اے میرے اللہ تو مجھے اس کے ساتھ ہدایت عطا فرما جسے تو نے ہدایت عطا فرمائی ہے اور مجھے اس کے ساتھ سلامت رکھ جسے تو نے سلامت رکھا ہے اور اس کے ساتھ مجھے دوست رکھ جسے تو نے دوست رکھا ہے اور جو تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس میں (مزید) برکت عطا فرما اور مجھے اپنے فیصلے کی برائی سے محفوظ فرما بے شک تو ہی فیصلہ فرماتا ہے اور کسی کا فیصلہ تجھ پر لاگو نہیں ہوتا (یعنی تو قادر مطلق ہے اور باقی سب تیرے محتاج بندے) اور جس کو تو دوست رکھے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور جس سے تو دشمنی رکھے اسے (کائنات میں) کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ تو ہی برکتوں والا ہے اے ہمارے پروردگار تو ہی بلند و بالا مرتبے والا ہے۔
(سنن ابی داؤد، ترمذی، سنن نسائی، سنن دارمی، مستدرک، مسند امام احمد، سنن کبریٰ)

۱۔ سنن ابی داؤد باب القنوت فی لوتر ج 1 ص 211 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ ترمذی ج 1 ص 217 باب ماجاء فی القنوت فی الوتر مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۳۔ سنن نسائی ج 1 ص 252 باب الدعاء فی الوتر مطبوعہ کراچی۔

۴۔ سنن دارمی ج 1 ص 451 باب الدعاء فی القنوت مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۵۔ مستدرک للحاکم ج 3 ص 188 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

۶۔ مسند امام احمد ج 1 ص 328 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

۷۔ سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 209 باب دعاء القنوت مطبوعہ ملتان۔

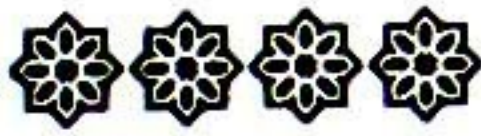
(435) عام طور پر ایک دعاء مسنونہ جو وتر کی قنوت میں پڑھی جاتی ہے۔ اُس کی روایت یہ ہے کہ حضرت خالد بن ابی عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور سرور کونین ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے اور قبیلہ مضر (کہ جنہوں نے دھوکے سے صحابہ کرام کو شہید کر دیا تھا) کے لئے بددعا فرما رہے تھے کہ اچانک جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہو گئے اور آپ ﷺ کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ اس پر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ تو جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گالی دینے والا اور لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ عذاب والا بنا کر نہیں بھیجا۔ (اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ) (ذاتی طور پر) تم ان معاملات میں اختیار نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما دے اور اگر چاہے تو ان کے ظلم کی وجہ سے ان کو عذاب دے دے۔ یہ کہہ کر (جبریل امین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یہ دعا بتائی۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ
عَلَيْكَ وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ
وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ. اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيُ وَنَسْجُدُ
وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ وَنَخْشَى عَذَابَكَ إِنَّ
عَذَابَكَ بِالْكَفَّارِ مُلْحِقٌ. (سنن بیہقی)

ترجمہ: اے اللہ تبارک و تعالیٰ ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور تیرے حضور معافی مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اور تیری اچھی ثناء بیان کرتے ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔ ناشکر ہی نہیں کرتے۔ ہم نے ہر اس

۱۔ سنن بیہقی ج 2 ص 210، باب دعاء القنوت، عن عمر ابن خطاب مطبوعہ ماتان۔

شخص سے قطع تعلق کر لیا اور اس کو چھوڑ دیا جو تیری نافرمانی کرتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے اور تیری ہی رضا کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور تجھ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ تیرے حضور عاجزی و انکساری سے حاضر ہیں اور تجھ سے تیری رحمت کے طلبگار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔



صلوة الجمعة

نماز جمعہ فرض ہے اور اس کی فرضیت قرآن کریم کی سورۃ جمعہ سے ثابت ہے۔ اس کی دو رکعت فرض ہیں جبکہ چار سنت مؤکدہ فرضوں سے قبل (بمثل ظہر) ہیں علاوہ ازیں چھ رکعت سنت فرضوں کے بعد ہیں اس میں دو اذانیں ایک اقامت اور دو خطبے عربی زبان میں ہیں۔ روز جمعہ غسل کرنا صاف ستھرے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا بھی مسنون ہے۔

(436) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
 نَحْنُ الْآخِرُونَ سَابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بَيِّدًا أَنَّهُمْ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ هَذَا يَوْمٌ هُمْ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْكُمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ هَدَانَا اللَّهُ لَهُ فَالْإِنْسَانُ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ الْيَهُودُ غَدًا وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ.

ترجمہ: ہم آخری ہیں اور قیامت کے دن سب سے پہلے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی ان پر بھی یہی دن (یوم الجمعہ) پر فرض کیا گیا جو کہ تم پر فرض کیا گیا ہے۔ مگر انہوں نے اس میں اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں ہماری راہنمائی فرمادی۔ (اب) وہ لوگ ہم سے پیچھے ہیں۔ یہودی توکل (یعنی بروز ہفتہ عبادت کرتے ہیں) اور عیسائی کل کے بعد پرسوں (یعنی بروز اتوار) کی طرف چلے گئے۔ (بخاری^۱)

(437) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم رسول ﷺ سے سنا جب کہ آپ ﷺ

۱۔ بخاری شریف ج 1 ص 120 باب فرض الجمعة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

لکڑی کے منبر پر تشریف فرما، ارشاد فرما رہے تھے۔ لَيَسْتَهَيِّنُ اقْوَامٌ عَنْ وُدِّهِمْ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنَنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔ لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دل پر مہر لگا دے گا اور وہ لوگ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ (صحیح مسلم ۱)

جمعہ کے دن غسل کرنا اور خوشبو لگانا

(438) حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ اِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ۔ جب کوئی تم میں سے نماز جمعہ کے لئے آئے تو اسے غسل کر لینا چاہیے۔ (بخاری ۱، صحیح مسلم ۲)

(439) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاَجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے۔ (صحیح مسلم ۲)

فائدہ: غسل کے بارہ میں بہت سی روایات ہیں کسی میں تاکید ہے اور کسی میں اجازت، اس لئے علماء کرام ان سب روایات کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ بروز جمعہ غسل کرنا سنت ہے۔

(440) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

۱۔ صحیح مسلم کتاب الجمعہ ج 1 ص 284 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲۔ بخاری ج 1 ص 120 باب فضل الغسل یوم الجمعہ مطبوعہ کراچی۔

۳۔ مسلم کتاب الجمعہ ج 1 ص 279 مطبوعہ کراچی۔

۴۔ صحیح مسلم ج 1 ص 280 کتاب الجمعہ مطبوعہ کراچی۔

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ وَيَدَّ هُنَّ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبٍ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يَنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَمَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى. (بخاری^۱)

نبی محترم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے پھر اپنی طاقت کے مطابق اپنے آپ کو صاف ستھرا کرے۔ (یعنی اپنے بدن کو پاکیزہ کرے صاف لباس زیب تن کرے) اور اپنے تیل لگائے (یعنی سر اور داڑھی وغیرہ کو) اور اپنے گھر سے خوشبو لگا کر نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے نکلے اور (مسجد میں) دو آدمیوں کے درمیان نہ گھسے۔ (یعنی کسی کو تنگ نہ کرے) پھر نماز پڑھے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں لکھی ہے پھر جب امام خطبہ دے تو یہ خاموش رہے تو ایسے شخص کیلئے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک کے گناہ معاف فرمادیئے جاتے ہیں۔

اذان جمعہ

(441) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں جمعہ کی پہلی اذان اُس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ نے ایک اور اذان دینے کا حکم دیا یہ اذان زوراء (ایک اونچی جگہ) پر دی جاتی تھی۔ پھر اس پر امت کا مسلسل عمل شروع ہو گیا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ زوراء بازارِ مدینہ طیبہ میں

۱۔ بخاری باب الدھن للجمعة ج 1 ص 121 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ بخاری باب الاذان یوم الجمعة ج 1 ص 124 مطبوعہ کراچی۔

ایک جگہ کا نام ہے۔ (بخاری^۲)

خطبہ جمعہ کا سنت طریقتہ اور بدعت

ہمارے آقا تاجدارِ عرب و عجم شفیع معظم رحمت عالم ﷺ جمعہ کے دن دو خطبے ارشاد فرماتے اور دونوں خطبے دینا دونوں کے درمیان تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جانا اور نماز کی طرح دونوں خطبے بھی عربی زبان میں پڑھنا حضور سید عالم ﷺ کی سنت مطہرہ ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ عرب و عجم میں دو صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمان برکت نشان سے پوری امت مسلمہ کا اس پر عمل ہے اور یہی طریق سنت ہے چونکہ یہ دونوں عربی زبان والے خطبے دوسری اذان کے بعد سنت ہیں جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شروع کردہ پہلی اذان لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لئے تھی اس لئے اگر کوئی خطیب پہلی اور دوسری اذان کے درمیانی وقفہ کے دوران لوگوں کو ان کی مقامی زبان میں وعظ و نصیحت کرے تو یہ نہایت ہی احسن عمل ہے۔ مگر از روئے حدیث پاک یہ خطبہ مسنونہ نہ ہوگا۔ کیونکہ خطبہ مسنونہ عربی زبان میں ہوگا اور دوسری اذان کے بعد ہوگا۔ مگر افسوس کہ آج کل کے بعض غیر مقلدین نے ایک نئی بدعت ایجاد کر لی کہ دوسری اذان کے بعد دونوں خطبے عربی کی بجائے ایک مقامی زبان میں اور دوسرا عربی میں دینا شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ سنت نبوی ﷺ اور سنت صحابہ کے خلاف عمل ہے اگر یہ کہا جائے کہ وہ لوگ عربی تھے اور ہم عجمی ہیں تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ خلافت فاروقی و عثمانی میں بہت سے عجمی علاقے فتح ہو گئے تھے اور ان علاقوں میں کہیں بھی خطبہ جمعہ عجمی زبان میں نہیں دیا گیا۔ حالانکہ صحابہ بھی جانتے تھے کہ مخاطب عجمی ہیں اور عجم کے علماء تابعین و تبع تابعین بھی خطبہ دیتے تھے مگر سارے کے سارے عربی زبان میں ہی خطبہ

دیتے تھے۔

بدعت: یہی وجہ ہے کہ ہم نے دوسری اذان کے بعد والے عجمی خطبے کو بدعت کہا ہے۔ نہ کہ پہلی اذان کے بعد والی تقریر کو۔ اس لئے کہ حقیقت میں ”بدعت ضالہ“ وہی بدعت ہے جس سے سنت ختم ہو جائے۔ جس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کی نئی اذان تو شروع کروائی مگر پہلے سے شروع اذان و اقامت کو ختم نہ کروایا۔ اس لئے ان کا یہ عمل قابل اعتراض ”بدعت“ نہ ہوا کہ اس سے سنت ختم نہ ہوئی۔ اسی طرح پہلی اذان کے بعد تقریر ایک اضافی عمل تو ہوا مگر اس کی وجہ سے دوسری اذان والے خطبوں میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ اس لئے یہ عمل بھی قابل اعتراض ”بدعت“ نہ ٹھہرا۔ اگر یہ لطیف نکتہ کما حقہ سمجھ میں آجائے تو بہت سے مسلکی جھگڑے خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم اتم)

خیال رہے کہ احناف کا کسی شدید مجبوری کی وجہ سے کسی وقت عجمی زبان میں خطبہ دینے کی اجازت دینا بالکل اسی طرح ہے جس طرح معذور کو لیٹ کر نماز پڑھنے کی اجازت یا حالت اضطراری میں حرام کی اجازت۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

نماز جمعہ کی سنتیں:

جو شخص نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آئے بہتر ہے کہ گھر سے چار رکعت نماز سنت پڑھ کر آئے۔ کیونکہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ذی شان ہے۔

(442) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَوَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا هَاقِبُورًا. (بخاری، مسلم، الترغیب)

۱ بخاری شریف ج 1 ص 158 باب التطوع فی البیت مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۲ مسلم شریف ج 1 ص 265 مطبوعہ کراچی۔

۳ الترغیب والترہیب ج 1 ص 170 مطبوعہ مکتبہ روضۃ القرآن پشاور۔

ترجمہ: اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھروں میں پڑھا کرو اور انہیں قبریں نہ بناؤ۔ لیکن اگر کسی وجہ سے، گھر سنتیں ادا نہیں کیں ہیں تو خطبہ مسنونہ شروع ہونے سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ خطبہ مسنونہ کے دوران سنتیں نہ پڑھے بلکہ مودبانہ طریقہ سے متوجہ ہو کر خطبہ سنے دوران خطبہ کسی سے گفتگو نہ کرے نہ ہی کوئی لایعنی حرکت کرے کہ حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

جماعت جمعہ سے فارغ ہو کر مسجد میں یا گھر میں دو چار یا چھ رکعت سنت پڑھے کیونکہ تینوں عمل حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ اور آپ کے صحابہ سے مختلف اوقات میں ثابت ہیں بہتر ہے کہ چھ رکعت سنت ادا کرے اس طرح سب احادیث مبارکہ پر عمل ہو جائے گا۔

(443) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔
مَنْ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قَدَّرَ لَهُ ثُمَّ انْصَتَ حَتَّى يَفْرُغَ الْإِمَامُ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّي مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ. (صحیح مسلم)

ترجمہ: جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا پھر نماز جمعہ کے لئے آیا پھر اس نے نماز پڑھی جس قدر اس کے مقدر میں تھی پھر وہ امام کے خطبہ سے فارغ ہونے تک خاموشی سے (خطبہ سنتا) رہا اس کے اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک کے گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں اور تین دن کے ان کے علاوہ بھی (یعنی دس دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں) (صحیح مسلم)

عمل صحابہ:

(444) عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَهَا أَرْبَعًا۔

! صحیح مسلم باب من استمع وانصت للخطبة ج 1 ص 283 مطبوعہ کراچی۔

عمر نے حضور اکرم ﷺ کا مکہ مکرمہ جو عمل دیکھا وہ چھ رکعت نماز کا تھا۔ (مظہری
 (447) ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا
 کہ میں نے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جمعہ ادا کرنے کے
 بعد اپنی نماز کی جگہ سے تھوڑا ہٹ کر اور دو رکعت نماز ادا کی مزید ایک طرف ہٹ
 گئے اور چار رکعت نماز ادا کی۔ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ آپ نے کتنی مرتبہ
 حضرت ابن عمر کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے تو انہوں نے فرمایا۔ کئی مرتبہ۔
 (ابی داؤد)

ابن تیمیہ نے نقل کیا کہ:

وَصَحَّ أَنَّهُ صَلَّى إِلَيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ
 الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعَةً وَرُؤْيَ سِتِّ رَكَعَاتٍ عَنْ طَائِفَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ. (مختصر فتاویٰ)

رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ بعد از نماز جمعہ چار رکعات پڑھے اور
 جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چھ رکعات پڑھنا بھی مروی ہے۔

۱۔ ابی داؤد باب مذکورہ ج 1 ص 168 مطبوعہ لاہور۔

۲۔ مختصر فتاویٰ ابن تیمیہ۔

نماز تراویح

رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ کی راتوں میں ایک صلوة اللیل پڑھی جاتی ہے جس کو صلوة التراویح یعنی نماز تراویح کہا جاتا ہے۔ یہ نماز زمانہ نبوی سے شروع ہوئی اس کی جماعت کا باقاعدہ اہتمام امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کروایا۔ اس نماز کی رکعات میں آج کل اختلاف کیا جا رہا ہے۔ یہ اختلاف باضابطہ طور پر 1284ھ سے شروع ہوا قبل ازیں تاریخ اسلام سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ دور صحابہ میں نماز تراویح بیس رکعت یا اس سے زیادہ پڑھی جاتی تھی جبکہ دور تابعین میں اہل مدینہ تو چھتیس یا چالیس رکعات نماز ادا کرتے اور اہل مکہ بیس رکعات پڑھتے تھے۔ اس کا سبب ابن قدامہ یہ نقل فرماتے ہیں کہ:

انَّمَا فَعَلَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لِأَنَّهُمْ أَرَادُوا مَسَاوَاةَ أَهْلِ مَكَّةَ فَإِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ كَانُوا أَيُّطُوفُونَ سَبْعَابِينَ كُلِّ تَرْوِيحِينَ فَجَعَلَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ فَكَانَ كُلُّ سَبْعٍ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ وَمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَوْلَىٰ وَأَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ. (المغنی)

ترجمہ: اہل مدینہ کا یہ عمل (زیادہ رکعات کے پڑھنے کا) اس لئے تھا کہ وہ دراصل ثواب میں اہل مکہ کے برابر ہونا چاہتے تھے۔ چونکہ اہل مکہ ”ترویحین“ یعنی دو ترویحوں کے درمیان سات چکر طواف کے لگا لیا کرتے تھے۔ اس لئے اہل مدینہ نے ہر ترویجہ (یعنی چار رکعت) کے بعد طواف کے سات چکروں کی جگہ مزید چار رکعت کا اضافہ کر لیا اس (نیک نیتی) کے باوجود عمل کے لئے وہی

۱۔ المغنی جلد ثانی صلوة التراویح۔

طریقہ زیادہ حق دار اتباع ہے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے عمل سے ثابت ہے۔ چونکہ رسول محتشم ﷺ نے اس نماز کی ترغیب تو دی مگر کوئی حکم نافذ نہ فرمایا اس لئے صحابہ کرام اور تابعین عظام اس صلوة اللیل کی رکعات بیس یا اس سے زیادہ پڑھ لیتے مگر کوئی کسی پر اعتراض نہ کرتا۔

1284ھ میں مشہور غیر مقلد عالم دین جناب مفتی محمد حسین صاحب بٹالوی کے شکم انور میں معلوم نہیں کہ کیا بدعتی مروڑ اٹھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے اس اتحاد کو پارہ پارہ کرنے والا فتویٰ ارشاد فرمایا کہ صرف آٹھ رکعت نماز تراویح سنت ہے اور بیس تراویح بدعت ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جو رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھنے والے ہیں وہ سارے کے سارے بدعتی (بدترین گنہگار) ہیں وہ بجائے ثواب کے گناہ کما رہے ہیں۔ اس عجیب و غریب فتوے سے مسلمانان برصغیر میں خصوصاً ایک ہلچل سی مچ گئی اور انہوں نے اس اختلاف و افتراق کے زہر کو دور کرنے کے لئے بہت کچھ تحریر فرمایا۔ بعض غیر مقلد علماء کو اپنی جماعت کے سستی شہرت کے متمنی اس مفتی کی ادا کچھ اچھی نہ لگی انہوں نے بھی اس بارہ میں جو کچھ کہا اس کا اندازہ ایک اور مشہور غیر مقلد عالم دین مولانا غلام رسول قلعہ میاں دیدار سنگھ گوجرانوالہ کے 1290ھ میں لکھے گئے رسالہ تراویح سے عیاں ہے۔ وہ اپنے اس رسالہ میں مفتی بٹالوی کا رد کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے مطابق جس میں آتا ہے کہ تم میں ہرگز کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں (یعنی حضرت محمد ﷺ) اس کے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور آنحضرت ﷺ سے زیادہ محبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ ہم آپ کے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی بھی کریں اور آپ کے ارشاد گرامی کی کہ ”ان کی

سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کو داڑھوں سے مضبوط کرو۔ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں نہ یہ کہ کم ہمتی کی وجہ سے صرف گیارہ رکعت پر اکتفاء کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرام کے عمل کو بدعت قرار دیں اور ان کے اجماع پر طعن کریں اور تیس رکعات پڑھنے والوں پر مشرکین اور اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرنے والے کی چوٹ کریں اور اس باب میں ہماری پہلی دلیل آنحضرت ﷺ کی حدیثیں ہیں کہ فضائل، آئمہ اربعہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے لے کر اس وقت تک مشرق و مغرب میں جاری ہے کہ وہ تیس رکعت ہی پڑھتے رہے ہیں۔ بخلاف اس غالی مفتی (بٹالوی) کے کہ وہ اس عمل کو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور حد سے تجاوز کرتا ہے۔ تھوڑا آگے چل کر مزید رقمطراز ہیں کہ:

یہ مفتی سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے والو کے عمل کو بدعت کہتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے حضرات صحابہ، تابعین اور مشرق و مغرب کے علماء کی بہت بڑی جماعت کو مخالف سنت قرار دیتا ہے بلکہ اس مفتی نے بات یہاں تک پہنچا دی کہ ان حضرات کے عمل کو تعریضاً مشرکین کا فعل کہتا ہے اور ان کو اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کا حامل قرار دیتا ہے۔ (رسالہ ۱)

محترم قارئین کرام! اگر آپ اپنے ذہن پر بوجھ محسوس نہیں کرتے تو گروہ تبصہ سے بالاتر ہو کر غیر مقلدوں کے نامور عالم دین جناب مولانا غلام رسول کا یہ تبصرہ دوبارہ پڑھیں اور غور کریں کہ کیا اس مضمون سے درج ذیل باتیں ثابت نہیں ہو رہیں کہ!

(1) کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضور

۱۔ رسالہ تراویح از مولانا غلام رسول غیر مقلد۔

۱. کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے ماں باپ اہل و عیال بلکہ سب انسانوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔
- (2) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی دلیل ہے۔
- (3) صحابہ کرام کا اجماع اور عمل تیس (23) رکعات (یعنی 20 تراویح اور 3 وتر) پر ہو چکا ہے۔
- (4) صرف گیارہ رکعت پر ضد کرنا، کم ہمتی، یعنی کمینہ پن ہے اور جماعت کو بدعتی گروہ قرار دینا ہے اور اجماع صحابہ پر طعنہ زنی کرنا ہے۔
- (5) تیس (23) رکعات پڑھنے کو شرک کہنا یا مشرکین کی طرح اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرنے والے کہنا براہ راست صحابہ کرام پر چوٹ کرنا ہے۔
- (6) بیس رکعت نماز تراویح اور تین رکعت نماز وتر، حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے اور اجماعی امر ہے۔ (یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں) اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین، آئمہ اربعہ اور مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت (سواد اعظم کا عمل ہے)۔
- (7) اس عمل کو خلاف سنت اور بدعت قرار دینا عالی پن (بدترین ظلم) اور حد سے تجاوز کر جانا ہے۔
- (8) سینہ زور یعنی متعصب اور ضدی مفتی سنت پہ عمل کرنے والوں کو بدعتی قرار دے دیتے ہیں۔
- (9) بیس رکعت نماز تراویح اور تین رکعت نماز وتر کا انکار کرنا اور اس کو بدعت کہنا دراصل حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ برکت نشان سے لے کر آج تک کے سارے صحابہ کرام، تابعین عظام،

ساری امت کے علماء کرام اور مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت
(سارے سواد اعظم) کو مخالف سنت اور بدعتی قرار دینا ہے۔

(10) اس سینہ زور مفتی نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین عظام، پوری
امت مسلمہ کے علماء اور عوام الناس (سواد اعظم) کو مشرکین جیسا فعل
کرنے والے اور مشرکوں کی طرح اپنے گمراہ باپ دادا کے نقش قدم پر
چلنے والے قرار دے دیا۔ (گویا مفتی صاحب کے نزدیک روئے زمین
پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے لے کر آج تک
سوائے مفتی صاحب کے کوئی سچا مسلمان پیدا ہی نہیں ہوا۔ سبحان اللہ
کیسا بے مثال فتویٰ دیا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

فیصلہ: قارئین کرام فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ مذکورہ مفتی بٹالوی
کے نئے ایجاد کردہ مذہب پر عمل کرنا چاہتے ہیں یا اس کے برعکس مذہب پر کہ جس
کو خود اہل حدیث عالم دین مولانا غلام رسول نے صحابہ کرام کا مذہب قرار دیا۔
اقول: حضرات قارئین کرام! یہ تو تھا ایک غیر مقلد عالم دین کا فتویٰ اور اسی
جماعت کے دوسرے غیر مقلد عالم دین کا بے لاگ حقیقت پسندانہ تبصرہ اور اس
ناچیز کا اس تبصرہ پر تجزیہ۔ اب ہم اس موضوع پر مزید آگے قدم بڑھاتے ہیں تا
کہ متلاشیان حقیقت کے سامنے سے حجابات اٹھتے چلے جائیں اور حق آفتاب نصف
النہار سے زیادہ عیاں ہو جائے۔ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

تراویح کا معنی

نمازوں کے نام ان کے اوقات یا صفات کے اعتبار سے لیے جاتے
ہیں مثلاً اوقات کے لحاظ سے جو نماز صبح طلوع فجر کے بعد ادا کی جاتی ہے اُسے

صلوة النجر (نماز فجر) کہتے ہیں۔ اسی طرح عربی میں ظہر پیٹھ کو کہتے ہیں۔ سورج جب طلوع ہو رہا ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا آ رہا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ پیٹھ پھیر کر جا رہا ہے اس لئے سورج کے ڈھلنے کے وقت کی نماز کو نماز ظہر کہتے۔ عصر کا معنی زمانہ بھی ہے اور نچوڑنا بھی اس وقت دن اپنے انجام کو پہنچ رہا ہوتا ہے اس وقت کی نماز کو نماز عصر کہتے ہیں۔ مغرب، ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی، یعنی غروب ہونے کا وقت اور جگہ اس لیے غروب آفتاب کے وقت جو نماز پڑھی جاتی ہے اسے نماز مغرب کہتے ہیں۔ عشاء عربی میں رات کے کھانے کو کہتے ہیں اور جو نماز شفق کے غائب ہونے اور رات کے شروع ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے اسے نماز عشاء کہتے ہیں۔

تہجد کا معنی ہے جدوجہد کرنا، کوشش کرنا اسی لئے سو کر اٹھنے کے بعد طلوع فجر سے قبل جبکہ اٹھنا بوجھل محسوس ہو رہا ہوتا ہے ایسے وقت اٹھ کر پڑھی جانے والی نماز کو نماز تہجد کہتے ہیں۔ اشراق کے وقت سورج مشرق سے پوری طرح نکل آیا ہوتا ہے اس لئے ایسے وقت کی نماز کو اشراق کی نماز اور بوقت چاشت یعنی ابتدائے دوپہر کی نماز کو چاشت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک ہی انداز سے پڑھی جانے والی کسی نماز کو ہم فرض کہتے ہیں کسی کو واجب کسی کو سنت اور کسی کو نفل یہ سب صفات کے اعتبار سے ہیں ورنہ سب کے پڑھنے کا طریقہ ایک ہی ہے۔ (یعنی رکوع و سجود کے اعتبار سے)

اس لئے ضروری ہے کہ صلوة التراويح (نماز تراویح) کا بھی کوئی معنی ہو۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

التَّرَاوِيحُ جَمْعُ تَرْوِيحَةٍ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ
كَتَسْلِيمَةٍ مِنَ السَّلَامِ ، سُمِّيَتِ الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ فِي لَيْلِي رَمَضَانَ

التَّرَاوِيحِ لِأَنَّهُمْ أَوَّلُ مَا اجْتَمَعُوا عَلَيْهَا كَانُوا يَسْتَرِيحُونَ بَيْنَ كُلِّ تَسْلِيمَتَيْنِ. (فتح الباری^۱)

تراویح، ترویج کی جمع ہے اور ترویج کا معنی ہے ایک مرتبہ راحت یعنی آرام کرنا جیسے تسلیمہ کا معنی ایک مرتبہ سلام پھیرنا ہے اور رمضان المبارک کی راتوں میں باجماعت نماز کو تراویح کہا جاتا ہے اس لئے کہ جب حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا اس بات پر کہ (بیس رکعت نماز تراویح باجماعت پڑھی جائے) اتفاق و اجتماع ہو گیا تو وہ ہر دو سلاموں یعنی چار رکعتوں کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ کی اس وضاحت سے پتہ چلا کہ چار رکعت نماز ادا کر کے تھوڑا سا آرام کرنا پھر چار رکعت ادا کرنا، اس درمیان والے مختصر سے آرام کو اصطلاحاً ”ترویج“ کہیں گے۔ (لیکن نماز مکمل کرنے کے بعد کیے جانے والے آرام کو ترویج نہیں کہیں گے) چنانچہ آٹھ رکعت نماز میں ایک ترویج ہوا، ترویج واحد ہے اس کی جمع تراویح ہے عربی میں جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے اس لئے جب تک اس نماز کی سولہ رکعات نہ ہوں گی اس وقت تک اس نماز پر لفظ تراویح بولنا غلط اور جھوٹ ہوگا۔ یعنی آٹھ رکعت میں ایک ترویج بارہ رکعت میں دو ترویج یعنی عربی زبان میں ترویجان جبکہ سولہ رکعت میں تین تراویح یعنی عربی میں تراویح کہیں گے۔

(معلوم ہوا کہ آٹھ رکعت نماز پڑھ کر یہ کہنا کہ ہم نے تراویح پڑھی جھوٹ ہے۔ البتہ وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے ترویج پڑھا)۔ تو کیا ہے صاحبان

۱۔ فتح الباری شرح بخاری کتاب صلوة التراویح ج 2 ص 202 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی

بیروت لبنان۔

علم و فن آئمہ و محدثین جو میدان فصاحت و بلاغت کے شاہسوار تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے تا ایں دم، ترویج و تراویح کا فرق ہی نہ سمجھ سکے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) حق یہ ہے کہ مفتی بٹالوی اور اس کے پیروکار غلطی پر ہیں اور حق وہی ہے کہ جس کو چودہ سو سال سے مسلمانان عالم نے اپنا رکھا ہے۔ اس پر مزید دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

(448) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (رمضان المبارک کی) ایک شب مسجد میں نماز ادا فرمائی صحابہ کرام نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دوسری رات کی نماز میں شرمکاء کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ تیسری یا چوتھی شب شرمکاء کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہو گئی تو آپ ﷺ مسجد میں تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

قَدْ رَأَيْتُ الَّذِي صَنَعْتُمْ فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الْخُرُوجِ إِلَيْكُمْ إِلَّا إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ قَالَ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ۔

تحقیق میں نے تمہارا ذوق و شوق ملاحظہ فرمایا تھا اور میں اسی ڈر کی وجہ سے (مسجد میں) نہیں آیا کہ کہیں یہ (نماز) تم پر رمضان المبارک میں فرض نہ کر دی جائے۔ (صحیح مسلم)

(449) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک (کی راتوں) میں قیام (نماز) کی ترغیب تو دیتے تھے مگر حکماً تاکید نہ فرماتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ جو شخص رمضان المبارک (کی راتوں) میں (نماز تراویح) کے لئے کھڑا ہوا اس نے ایمان کے دوسرے تقاضے بھی

صحیح مسلم باب الترغیب فی الصلوة التراویح ج 1 ص 259 مطبوعہ کراچی۔

پورے کئے تو اگر وہ اخلاص و ثواب کی نیت سے یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف فرمادے گا۔ (حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ کی رحلت مبارکہ تک یہی عمل رہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران اور خلافت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی ایام میں بھی اسی طرح (کہ جس کا جی چاہے جس قدر چاہے تنہا تنہا نماز پڑھتے) رہے۔
(صحیح مسلم، ترمذی)

عمل صحابہ:

بخاری شریف میں مذکورہ بالا حدیث شریف کے ساتھ یہ بھی ہے کہ!
(450) حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک کی ایک رات مسجد (نبوی شریف) کی طرف آیا تو دیکھا کہ لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے۔ کوئی آدمی تو تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے ساتھ اور لوگ بھی شریک نماز تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ”میرے خیال میں ان سب کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو اچھا ہے“ چنانچہ آپ نے ان سب کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا۔ (یعنی حضرت ابی بن کعب کو نماز پڑھانے کا اور باقی سب کو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم دے دیا، گویا نماز تراویح کی پہلی باقاعدہ جماعت یہ تھی) پھر ایک دوسری رات میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معیت میں دوبارہ مسجد کی طرف آیا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (یہ منظر دیکھا تو) قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ

۱۔ صحیح مسلم باب مذکورہ ج 1 ص 259 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ ترمذی شریف ج 1 ص 287 مطبوعہ لاہور باب الترغیب فی قیام شہر رمضان۔

هَذِهِ وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ
النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ - حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ بڑی اچھی
بدعت ہے کیونکہ رات کا وہ حصہ کہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں۔ اُس سے بہتر
ہے جس میں قیام کرتے ہیں۔ آپ کی مراد رات کا آخری حصہ تھا۔ جبکہ لوگ
پہلے حصے میں قیام کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، موطا)

(451) حضرت یزید بن رومان فرماتے ہیں کہ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي
زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَ
عِشْرِينَ رَكْعَةً - (موطا)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ تیس رکعت
نماز پڑھا کرتے تھے۔ (یعنی تین وتر اور بیس تراویح)

(452) حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ! كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوَتْرِ -

ہم حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ برکت نشان میں
بیس رکعت نماز (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ (بیہقی)

فائدہ: مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ!

(1) رسول کریم رؤف الرحیم ﷺ نے رمضان المبارک میں صحابہ کرام رضی
اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ صلوة اللیل (رات کی نماز) مسجد میں زیادہ سے

۱ صحیح بخاری ج 1 ص 269 باب فضل من قام رمضان مطبوعہ کراچی۔

۲ موطا امام مالک ص 97 مطبوعہ نور محمد کراچی۔

۳ موطا امام مالک باب ماجاء فی قیام رمضان ص 98 مطبوعہ نور محمد کراچی۔

۴ بیہقی ج 2 ص 496 مطبوعہ ملتان۔

زیادہ تین دن تک پڑھی۔

(2) آپ ﷺ اس نماز کے ادا کرنے کی ترغیب تو دیتے تھے مگر تاکید حکم

نہ فرماتے تھے تاکہ یہ نماز سنت ہی رہے واجب نہ بن جائے۔

(3) حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے چونکہ رکعات کا تعین نہیں فرمایا تھا اس

لئے صحابہ اپنی مرضی سے جتنی چاہے رکعات ادا فرماتے اور ان کا نام بھی تراویح نہیں تھا بلکہ صلوة اللیل کہتے تھے۔

(4) رمضان المبارک کی تمام راتوں میں نمازِ عشاء کے فرضوں کے بعد اور

وتروں سے پہلے باقاعدہ طور پر باجماعت بیس رکعت نماز تراویح

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کروائیں اسی

لیے آپ نے اپنے اس عمل کو ایک اچھی بدعت قرار دیا۔

(5) حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلہ سے جید

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک نے بھی

اختلاف نہ کیا بلکہ سب نے بالاتفاق عمل کر کے اسے مستقل سنت بنا

دیا۔ اسی لئے اب اس نماز کی ہیئت اور رکعات کا انکار کرنا گمراہی کے

سوا کچھ نہیں کیونکہ رسول محتشم ﷺ کا حکم ہے کہ میری اور میرے خلفاء

راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو۔

(6) رمضان المبارک میں باجماعت وتر پڑھنا بھی عہد فاروقی میں شروع ہوا

(7) نماز وتر کی رکعات بھی تین ہی ہیں اسی پر اجماع ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

جیسا کہ ابھی فائدہ کے تحت ہم نے عرض کیا ہے کہ جید صحابہ کرام نے

اس پر عمل کر کے اسے مستقل سنت بنا دیا۔ پچھلی روایات میں تو اس بات کی طرف

اشارہ تھا اب واضح عمل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عہد فاروقی میں باجماعت شروع ہونے والی نماز تراویح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بدستور جاری رہی۔

(453) حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رمضان المبارک میں بیس رکعات نماز تراویح پڑھتے اور ان میں ایک سو سے زیادہ آیات والی سورتیں پڑھتے تھے۔
وَكَانُوا يَتَوَكَّنُونَ عَلَىٰ عَصِيهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ - جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں (قیام اتنا طویل ہوتا کہ) بعض لوگ شدت قیام کی وجہ سے اپنی لائٹیوں کا سہارا لیا کرتے تھے۔ (بیہقی ۱)

(454) حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم:

امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلہ کو بدستور رکھا۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَلْمَىٰ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ دَعَا الْقُرَاءَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانَ عَلِيٌّ يُؤْتِرِبُهُمْ. (سنن کبریٰ ۱)

حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قراء حضرات کو طلب فرمایا اور ان میں سے ایک قاری صاحب کو ارشاد فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھائے، عبدالرحمن نے فرمایا کہ وتر

۱ بیہقی باب عدد رکعات فی قیام رمضان ج 2 ص 496 مطبوعہ ادارہ اشرفیہ ملتان۔

۲ سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 496 باب عدد رکعات فی قیام رمضان مطبوعہ ملتان۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم خود پڑھاتے تھے۔

جمہور اہل علم کا عمل:

امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کرام کا مذہب وہی ہے جو کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، سیدنا عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ نماز تراویح بیس رکعات ہی ہیں۔ حضرت سفیان ثوری، حضرت عبداللہ ابن مبارک اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی یہی مسلک ہے۔ مزید برآں امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل مکہ کو بیس رکعات ہی (نماز تراویح) پڑھتے دیکھا ہے۔ (ترمذی)

حرمین شریفین میں نماز تراویح:

ابھی آپ نے ترمذی شریف کے حوالہ سے پڑھا کہ حرم مکہ میں بیس رکعت نماز تراویح پڑھی جاتی تھی اور اب بھی پڑھی جاتی ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ برکت نشان سے لے کر آج تک حرم مکہ میں بیس رکعت نماز تراویح ہی پڑھی گئی اور اسی طرح حرم نبوی شریف میں بھی کم از کم بیس رکعت نماز تراویح پڑھی گئی۔ جب کبھی زیادہ رکعات مثلاً چھتیس یا چالیس رکعات ادا کی بھی گئیں تو اہل مدینہ کے پیش نظر اہل مکہ کا یہ عمل تھا کہ وہ ہر چار رکعت کے بعد طواف کعبہ کے سات چکر لگاتے تھے۔ چونکہ اہل مدینہ کو یہ سہولت میسر نہ تھی اس لیے وہ طواف کے سات چکروں کی بجائے مزید چار رکعت نماز تراویح ادا کر لیتے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حقیقت میں اہل مدینہ میں بیس رکعت ہی

! ترمذی باب ماجاء فی قیام شہر رمضان ج 1 ص 287 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

نماز تراویح پڑھتے اور یہ اضافی رکعتیں تو اہل مکہ کے طواف کی جگہ پڑھتے تھے۔
 آج بھی حرم نبوی زاد اللہ تعالیٰ شرفھا میں بیس رکعت نماز تراویح ہی
 پڑھی جاتی ہے۔ بلکہ سعودی عرب کے ایک مشہور عالم دین مسجد نبوی کے مدرس اور
 مدینہ طیبہ کے قاضی الشیخ عطیہ محمد سالم نے ایک کتاب بنام ”الترایح اکثر من
 الف الف عام فی مسجد النبی ﷺ“ لکھی جسے مکتبۃ المدنی نے شائع کیا اس کتاب
 میں انہوں نے مسجد نبوی میں نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ بیان کی اور ثابت
 کیا کہ مسجد نبوی شریف میں کم از کم بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر پڑھے گئے
 انہوں نے بڑی شرح و بسط اور دلائل کے ساتھ بیس رکعت نماز تراویح کو ثابت کیا
 اور آٹھ رکعت کا دعویٰ کرنے والوں پر حجت قائم کی کہ وہ لوگ ثابت کریں کہ ایک
 ہزار سال سے زائد اس طویل عرصہ میں مسجد نبوی شریف میں کبھی بھی آٹھ رکعت
 نماز تراویح پڑھی گئی ہوں۔ بلکہ وہ یہ بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ بیس رکعت سے کم
 (یعنی بارہ یا سولہ رکعت ہی) پڑھی گئی ہوں۔ ہاں البتہ یہ ضرور ثابت ہو جائے گا
 کہ بیس رکعت یا اس سے زیادہ تو پڑھی گئی ہیں کم نہیں۔ نیز آٹھ رکعت کا دعویٰ
 کرنے والے کیا کسی صحابی یا علما سلف کا کوئی فتویٰ یا قول بطور دلیل پیش کر سکتے
 ہیں؟ یا کیا وہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ان (صحابہ یا جید علماء میں) سے کسی نے
 حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کو بنیاد بنا کر فتویٰ دیا ہو کہ
 آٹھ رکعت سے زیادہ نماز تراویح جائز نہیں؟ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے اس لئے ان
 کو چاہیے کہ خلفاء راشدین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کے زمانہ سے لے کر آج
 تک کے تمام مسلمانوں کی مخالفت چھوڑ دیں اور ان ہی کی طرح بیس رکعت نماز
 تراویح پڑھیں۔ (الترایح)

۱۔ ملاحظہ ہو۔ الترایح اکثر من الف الف عام فی مسجد النبی ﷺ ص 108-109۔

حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

اس مذکورہ بالا تجزیہ میں شیخ عطیہ محمد سالم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جس حدیث کا ذکر کیا ہے مناسب ہے کہ اُس پر تھوڑی سی گفتگو کر لی جائے تاکہ شکوک و شبہات دور ہو جائیں۔

(455) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَ رَكْعَةٍ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنِي تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. (بخاری، مسلم^۱)

حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے فرمایا کہ انہوں نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ فرمائیے کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کس قدر ہوتی تھی تو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں اور رمضان المبارک کے علاوہ بھی گیارہ رکعات نماز (تہجد کی آٹھ اور وتر کی تین رکعت) سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعت جو ادا فرماتے تو ان کے حسن و خوبی اور طول کا کیا کہنا (یعنی بہت ہی خشوع و خضوع کے ساتھ لمبی نماز پڑھتے) پھر جو چار پڑھتے ان کے حسن و خوبی

۱ بخاری ج 1 ص 269 باب فضل من قام رمضان مطبوعہ کراچی۔

۲ مسلم ج 1 ص 254 باب صلوة اللیل والوتر مطبوعہ کراچی۔

۳ مسند امام احمد ج 7 ص 108 طبع جدید مطبوعہ بیروت لبنان۔

اور درازی کا کیا کہنا (یعنی پہلی چار سے کچھ کم نہ ہوتیں) ان کے بعد (آرام فرماتے) پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل بیدار ہی رہتا ہے۔
فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ!

(1) نماز تراویح آٹھ رکعت نہیں ہیں کیونکہ حدیث پاک میں جس نماز کا ذکر ہے وہ سارے سال کی نماز ہے (یعنی رمضان وغیر رمضان کی) جب کہ نماز تراویح صرف رمضان المبارک میں ہی پڑھی جاتی ہے۔ غیر رمضان میں نہیں۔

(2) اگر کہا جائے کہ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ صلوٰۃ اللیل صرف آٹھ رکعت ہی پڑھتے تھے اس سے زیادہ کبھی نہ پڑھی سوائے تین وتر کے تو یہ غلط ہوگا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی مختلف ادوار میں نماز مختلف ہوتی تھی۔ کبھی تو ساری ساری رات عبادت میں صرف فرمادیتے ہیں کبھی مختصر عبادت فرماتے ہیں۔

(456) حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے وتر اور سنت فجر کے علاوہ رات میں بارہ رکعت نماز ادا فرمائی۔ انہی سے اسی باب میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بمع وتر تیرہ رکعت ادا فرمائیں۔ ان کو یعنی آٹھ رکعت کے قائلین کو یہ روایات نظر کیوں نہیں آتیں۔

(457) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً سِوَى

۱۔ مسلم شریف باب صلوٰۃ النبی ﷺ ودعاہ باللیل ج 1 ص 260 مطبوعہ کراچی۔

الْوَتْرِ وَزَادَا الْبِيَهْقِي فِي غَيْرِ جَمَاعَةٍ.

بے شک حضور نبی کریم ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعت نماز پڑھتے تھے وتر کے علاوہ امام بیہقی کی روایت میں اس قدر زائد ہے کہ یہ نماز بغیر جماعت کے ادا فرماتے تھے۔ (سنن^۱، ابن ابی شیبہ^۲)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں اُس نماز کا ذکر ہے کہ جو چار رکعت ایک سلام اور چار رکعت دوسرے سلام کے ساتھ پڑھی گئی جبکہ بالاتفاق تراویح دو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

(4) اگر یہ نماز تہجد نہ ہوتی بلکہ نماز تراویح ہی ہوتی تو عین مزاج شناس نبوی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کو کیوں نہ سمجھ سکے انہوں نے اس پر عمل کرنے کی بجائے بالاتفاق بیس رکعت کیوں شروع کر دیں۔ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اُن کی اصلاح کیوں نہ فرمائی کہ حضور اکرم ﷺ تو آٹھ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ تم نے یہ اضافی رکعات کہاں سے لے لیں؟ کیا آج کے غیر مقلد حضرات صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین، امہات المؤمنین اور اہل بیت اطہار (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے زیادہ معمولات نبوی ﷺ کو جانتے اور سمجھتے ہیں۔

(5) اس حدیث پاک اور اس پر عمل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ نماز تہجد اور ہے جو کہ رمضان وغیر رمضان میں پورا سال پڑھی جاتی ہے اور نماز تراویح وہ ہے جو صرف ماہ رمضان

^۱ سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 496 باب فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان مطبوعہ ملتان۔

^۲ ابن ابی شیبہ ج 2 ص 286 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

میں پڑھی جاتی ہے۔

(6) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ آٹھ رکعت نماز تہجد کے علاوہ رسول
محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رکعت نماز وتر ادا فرمائی۔ تعجب پر تعجب کہ ان
حضرات نے اس حدیث شریف سے آٹھ رکعت کو تو بخوشی قبول کر لیا
مگر اسی حدیث میں مذکورہ تین وتر کا انکار کر دیا اور کہا کہ وتر ایک ہی
پڑھیں گے۔ شاید غیر مقلد کا یہ ہی معنی ہے حدیث پاک کے جس حصہ
کو چاہو قبول کر لو جس کو چاہو رد کر دو کوئی پرواہ نہیں۔

(7) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت ادا
فرما کر سو گئے تھے پھر آٹھ کر تین رکعت نماز وتر ادا فرمائی۔ جبکہ نماز
تراویح اور وتر اکٹھے ہی ادا کیے جاتے ہیں۔ غیر مقلد حضرات بتائیں کہ
وہ اس حدیث پر کس طرح عمل کرتے ہیں؟ کیا وہ ترویج اور وتر کے
درمیان سوتے ہیں؟

کیا ہی اچھا ہوتا کہ غیر مقلد حضرات جو حضرات امام بخاری کو سب سے
زیادہ ماننے کے دعویدار ہیں ان کے ترجمہ الباب پر ہی غور کر لیتے حضرت امام
بخاری علیہ الرحمہ الباری نے اس حدیث پاک پر جو باب باندھا ہے وہ یہ ہے۔
”بَابُ قِيَامِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ“ (بخاری)
یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رمضان المبارک اور رمضان المبارک کے
علاوہ (پورے سال) رات کے قیام کا باب ظاہر ہے کہ یہ نماز تہجد ہی ہو سکتی
جو کہ رمضان وغیر رمضان میں یعنی سارا سال پڑھی جاتی ہے نہ کہ تراویح جو کہ
صرف ماہ رمضان میں ہی پڑھی جاتی ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم)

باب نہم

عیدین

بحمد اللہ تعالیٰ ہم مسلمان ہیں ہمارے رسول محترم رحمت عالم ﷺ نے ہمیں وہ دین متین عطا فرمایا کہ جس نے زندگی کے ہر مرحلہ اور ہر موڑ پر ہماری راہنمائی فرمائی۔ خوشی اور غم دونوں طبعی اور فطری امور ہیں ہر قوم میں خوشی اور غم کے اظہار کا انداز اپنے اپنے علاقے اور تہذیب و تمدن کے اعتبار سے الگ الگ ہے۔ مگر مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطے اور کسی بھی ملک سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو۔ ان کے خوشی اور غم منانے کا انداز زمانہ بھر میں بے مثال ہے۔ افراط و تفریط سے پاک اس دین متین میں اس امتِ وسطیٰ کو (وسط) یعنی درمیانی راہ کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہی درمیانی راہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ حالتِ غم میں رونے کی اجازت تو دی گئی بلکہ فرمایا کہ رونا تو رحمت ہے مگر واویلا کرنے اور پیٹنے سے منع فرما دیا تا کہ صبر کرنے پر یہ مصیبت بھی کل روز حشر ایک بڑے اجر کا سبب بن جائے اسی طرح خوشی کے موقع پر نئے صاف ستھرے، دھلے ہوئے کپڑے پہننے کی، خوشبو لگانے کی اور میدان کی طرف نکلنے کی اجازت تو دی مگر بے ہنگم شور و غل اور عیاشی و فحاشی سے منع فرما دیا اس کے برعکس یہ حکم دیا کہ عام لوگ خوشی کے وقت الٹے سیدھے گانے گاتے ہیں تم قوم رسولِ ہاشمی ہو اس لئے تم گانوں باجوں کی جگہ تکبیرات کہا کرو اس طرح اظہارِ خوشی بھی ہوگا اور تمہارا مرتبہ بھی بلند ہوگا۔ غیر مسلم میدان میں نکل کر اچھلتے ہیں، کودتے ہیں، ناچتے ہیں، گاتے ہیں۔ تم عید کے دن جب میدان میں نکلو تو اللہ اکبر کے ترانے گاتے ہوئے نکلو اور اچھل کود کی بجائے دو رکعت نماز عید پڑھ لیا کرو اور عام نمازوں کے مقابلہ میں ان

میں تکبیرات بھی زیادہ کہہ لیا کرو یہی تمہاری خوشی ہے یہی تمہارا ترانہ ہے۔ بعد از عید ایک دوسرے کو مبارک دو، مصافحہ کرو، معانقہ کرو۔ گویا ایک حد کے اندر رہ کر خوشی کرو کہ تم اُمت وسطیٰ ہو۔

(458) حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے دو دن میلہ منانے یعنی کھیل تماشے کیلئے خاص کر رکھے تھے۔ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ دن کیوں مناتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ بس زمانہ جاہلیت سے ہمارے ہاں یہ طریقہ چلا آ رہا ہے (کہ سال میں دو دن میلہ مناتے ہیں) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
 إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ.
 بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بدلہ میں دو بہترین دن عطا فرمائے ہیں یعنی عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔ (ابوداؤد)

طریقہ نماز عیدین و دیگر مسائل

نماز عید واجب ہے اس کی شرائط وہی ہیں جو جمعہ کی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے۔ جبکہ عیدین میں سنت دوسرا فرق یہ کہ جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے اور عید کا نماز کے بعد ہے۔ نماز عید کا وقت سورج کے اچھی طرح نکل آنے سے لیکر زوال سے پہلے تک ہے۔ عید الفطر میں کچھ دیر اور عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ نماز عید میں اذان و اقامت نہیں ہے۔ عید کے دن غسل کرنا اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، عید گاہ کو پیدل جانا، ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز عید الفطر سے قبل کچھ کھانا مثلاً طاق کھجوریں اور نماز عید الاضحیٰ سے قبل کچھ نہ کھانا مستحب ہے۔

۱۔ ابوداؤد، صلاة العیدین ج 1 ص 168 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

طریقہ نماز:

دو رکعت نماز عید (فطر یا اضحیٰ) کی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے ہاتھ باندھ لیں اور ثنا پڑھیں پھر امام بلند آواز اور مقتدی پست آواز سے تین تکبیریں کہے اور ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرے، ہر دو تکبیروں کے درمیان تھوڑا وقفہ رکھے۔ امام و مقتدی پہلی دو تکبیرات میں ہاتھ کھلے چھوڑ دیں تیسری تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں پھر امام بلند آواز سے قرأت کرے اور رکوع و سجود کر کے پہلی رکعت مکمل کرے پھر امام جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو قرأت سے قبل تکبیرات مذکورہ نہیں کہے گا بلکہ قرأت کرے گا اور بعد از قرأت امام و مقتدی رکوع سے قبل تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور ہاتھ کھلے چھوڑتے رہیں۔ چوتھی مرتبہ بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں اور عام طریقہ سے نماز پوری کریں۔ گویا اس طرح پہلی رکعت میں قرأت سے قبل چار تکبیرات ہوئیں یعنی ایک تکبیر تحریمہ اور تین یہ زائد تکبیرات، اسی طرح دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے چار تکبیرات ہوئیں یعنی ایک رکوع والی اور تین زائد (در مختار^۱) کتاب فقہ میں ہے کہ اگر امام نے چھ زائد تکبیرات سے زیادہ تکبیریں کہے دیں تو مقتدی امام کی پیروی کریں گے (کیونکہ حدیث مبارکہ میں چھ سے زیادہ ثابت ہیں) لیکن تیرہ سے زیادہ کی صورت میں پیروی نہیں۔ (در مختار^۲)

(459) حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ۔

۱ در مختار۔

۲ در مختار۔

میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی مرتبہ دونوں عیدوں کی نماز ادا کی ان میں (کبھی بھی) نہ تو اذان کہی گئی نہ ہی اقامت۔ (ابوداؤد، صحیح مسلم^۱)

(460) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَ أَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانُوا يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز عید خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔ (مسلم^۲)

(461) اسی طرح بخاری شریف باب الْمَشْيِ وَالرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدِ بِغَيْرِ آذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ میں ہے بلکہ بخاری میں حضرت ابن عباس کی حدیث میں یہ زائد ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ. (بخاری^۳)

ترجمہ: میں نماز عید میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حاضر ہوا یہ سارے کے سارے نماز عید خطبہ سے پہلے ہی پڑھا کرتے تھے۔

(462) حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ تَابِعَهُ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ عید کے دن کے لئے ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے

۱۔ ابوداؤد ج 1 ص 170 باب ترک الاذان فی العید مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ صحیح مسلم کتاب العیدین ج 1 ص 290 مطبوعہ ملتان۔

۳۔ مسلم باب مذکورہ ج 2 ص 290، مشکوٰۃ ص 125 باب صلاة العیدین مطبوعہ۔

۴۔ بخاری ج 1 ص 131 باب الخطبہ بعد العید مطبوعہ کراچی۔

سے واپس تشریف لایا کرتے تھے۔ (بخاری^۱)

(463) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ فِي طَرِيقِ رَجْعٍ فِي غَيْرِهِ.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ بروز عید جس راستے سے تشریف لے جاتے اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس تشریف لاتے تھے۔

(ابوداؤد^۲، ترمذی^۳، مستدرک^۴، سنن دارمی^۵، مشکوٰۃ^۶)

(464) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَغْدُوا يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرَاتٍ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن چند کھجوریں تناول فرما کر پھر عید گاہ تشریف لے جاتے۔ (بخاری^۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی مروی ہے وہ کھجوریں عدد میں

طاق ہوتی۔ (مثلاً تین، پانچ، سات وغیرہ) (بخاری باب مذکورہ)

(465) عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ.

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن کچھ تناول فرما کر تشریف لاتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز عید سے قبل

۱ بخاری من خالف الطريق اذا رجع يوم العيد ج 1 ص 134 مطبوعہ کراچی۔

۲ بخاری، الاكل يوم الفطر قبل الخروج ج 1 ص 130 مطبوعہ کراچی۔

۳ ابوداؤد ص 171 مطبوعہ لاہور، ترمذی ص 233 مطبوعہ لاہور۔

۴ مستدرک للحاکم ص 436 طبع جدید مطبوعہ دارالکتب علمتہ بیروت انسان۔

۵ سنن دارمی ص 460 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

۶ مشکوٰۃ شریف ص 126 باب صلاة العيدین مطبوعہ قدیمی کراچی۔

تناول نہ فرماتے۔ (مسند امام احمد^۱، مشکوٰۃ^۲، سنن دارمی^۳، ابن ماجہ^۴، ترمذی^۵)

تکبیرات عید

(466) حضرت ابو عائشہ (جلیس ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ بن سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کتنی تکبیرات کہا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا۔

كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ فَقَالَ
أَبُو مُوسَى كَذَلِكَ كُنْتُ أَكْبُرُ فِي الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ.
ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ) چار تکبیرات کہا کرتے تھے۔ جنازہ میں بھی، (چار ہی کہا کرتے تھے) حضرت حذیفہ نے حضرت ابو موسیٰ کی تصدیق کی۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب میں بصرہ کا گورنر تھا تو وہاں بھی اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔ (ابوداؤد^۶)

(467) حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

التَّكْبِيرُ فِي الْعِيدَيْنِ أَرْبَعٌ كَمَا الصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ وَفِي رِوَايَةٍ
التَّكْبِيرُ عَلَى الْجَنَائِزِ أَرْبَعٌ كَالتَّكْبِيرِ فِي الْعِيدَيْنِ.

عیدین میں چار تکبیریں ہیں نماز جنازہ کی طرح دوسری روایت میں ہے

۱۔ مسند امام احمد ج 6 ص 484 طبع جدید مطبوعہ بیروت۔

۲۔ مشکوٰۃ ص 126 باب صلاة العیدین مطبوعہ کراچی۔

۳۔ سنن دارمی ج 1 ص 455 باب فی الاکل قبل الخرج یوم العید مطبوعہ کراچی۔

۴۔ ابن ماجہ ص 125 باب فی الاکل یوم الفطر قبل ان ینخرج مطبوعہ کراچی۔

۵۔ ترمذی ج 1 ص 234 باب فی الاکل یوم الفطر قبل الخرج مطبوعہ لاہور۔

۶۔ ابوداؤد، التکبیر فی العیدین ج 1 ص 170 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

جنازہ میں چار تکبیرات ہیں عیدین کی طرح۔ (طحاوی^۱)

اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

حضرت امام ابو جعفر محمد بن احمد طحاوی شرح معانی الآثار میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام میں تکبیرات جنازہ کے بارہ میں اختلاف تھا۔ کوئی تو کہتا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سات تکبیریں کہتے ہوئے سنا دوسرا کہتا کہ میں نے پانچ تکبیریں کہتے ہوئے سنا ایک اور کہتا کہ میں نے چار تکبیریں کہتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت تک اسی طرح اختلاف رہا جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو صحابہ کرام کا یہ اختلاف آپ پر بہت گراں گزرا۔ آپ نے صحابہ کرام کو اکٹھا کیا اور فرمایا کہ تم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہو جب تمہارے اندر اختلاف ہوگا تو بعد والے بھی اختلاف کریں گے اور اگر تم کسی ایک بات پر متفق ہو جاؤ گے تو تمہارے بعد آنے والے (مسلمان) بھی متفق ہو جائیں گے۔ (اس طرح امت مسلمہ تفرقہ بازی سے بچ جائے گی) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات کر کے گویا سوئے ہوئے صحابہ (یعنی سوئے ہوئے احساس) کو بیدار کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ اے امیر المومنین تم نے بالکل ٹھیک فرمایا ہے۔ مشورہ دو اس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

بَلْ أَشِيرُوا أُنْتُمْ عَلَىٰ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فَتَرَا جَعُوا الْأَمْرَ
بَيْنَهُمْ فَاجْمَعُوا أَمْرَهُمْ عَلَىٰ أَنْ يَجْعَلُوا التَّكْبِيرَ عَلَىٰ الْجَنَائِزِ مِثْلَ تَكْبِيرِ
فِي الضُّحَىٰ وَالْفِطْرِ أَرْبَعٌ تَكْبِيرَاتٍ فَاجْمَعْ أَمْرَهُمْ عَلَىٰ ذَالِكَ.

^۱ طحاوی التکبیر علی الجنائز کم ہو (عربی اردو) ج 2 ص 186 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی

ترجمہ: بلکہ تم مجھ کو مشورہ دو اس لئے کہ میں بھی تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بارہ میں خوب غور و خوض کر کے اس بات پر متفق ہوئے کہ جنازہ پر بھی عیدین کی طرح چار تکبیرات ہی ہونی چاہئیں۔ اور اسی بات پر سارے صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا۔ (طحاوی^۱)

فائدہ: اس روایت سے پتہ چلا کہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عیدین کی تکبیرات پر بھی اجماع ہو چکا تھا اسی لیے انہوں نے باہمی مشورہ سے بالا تفاق فیصلہ فرمایا کہ نماز جنازہ کی تکبیرات بھی عیدین کی ہر رکعت کی تکبیرات کی طرح چار ہی ہونی چاہئیں۔ (جس طرح کہ پہلی رکعت میں قرأت سے قبل چار مرتبہ کہتے ہیں یعنی ایک تکبیر تحریمہ اور تین زائد اور پھر قرأت جبکہ دوسری رکعت میں قرأت کے بعد چار یعنی ایک رکوع والی تکبیر اور تین یہ زائد تکبیرات)

دوسرے یہ کہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے سے بچنا چاہیے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ذی شان ہے کہ جو میری امت میں تفرقہ ڈالے اُس کی گردن اڑا دو۔ (نسائی^۲)۔ اس لیے ہم سب ایمان والوں کو بہترین جماعت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتفاق اجماع پر متفق ہو جانا چاہیے۔

(468) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز میں نو (9) تکبیرات یوں ہیں کہ پہلی رکعت میں پانچ تکبیرات قرأت سے پہلے و بعد اور دوسری رکعت میں چار تکبیرات بعد از قرأت رکوع کی تکبیر سمیت اور نبی کریم ﷺ کے بہت سے دیگر صحابہ کرام کا بھی یہی مسلک تھا۔ (ترمذی^۳)

وضاحت: پہلی رکعت میں پانچ تکبیرات اس طرح ایک تکبیر تحریمہ تین زائد اور ایک رکوع والی دوسری رکعت چار یعنی تین زائد اور ایک رکوع والی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

۱۔ طحاوی شریف باب مذکورہ۔

۲۔ نسائی۔

۳۔ ترمذی، التکبیر فی العیدین ج 1 ص 233 مطبوعہ لاہور۔

باب دہم

نمازِ سفر

اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہ الکریم کا ارشاد ذی شان ہے۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ
الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا
مُبِينًا.

ترجمہ: اور جب تم سفر کرو زمین میں تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اگر نماز میں قصر کر
لیا کرو۔ جبکہ تمہیں ڈر ہو کہ کافر تمہیں پریشانی میں ڈال دیں گے۔ اس میں شک
نہیں کہ کفار تمہارے کھلم کھلا دشمن ہیں۔ (سورۃ النساء)

اس آیت مبارکہ کے ظاہری مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر کی اجازت
شاید اسی صورت میں ہے کہ جب دشمنان اسلام کے فتنہ کا اندیشہ ہو حالت امن
میں اجازت نہیں۔ اسی بات کی وضاحت کے لئے۔

(469) حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے
بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ اللَّهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ.

ترجمہ: یہ سہولت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کو قبول کر لو۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ نہیں فرمایا تو تم خواجواہ اپنے

۱۔ سورۃ النساء: آیت مبارکہ 101۔

۲۔ مسلم صلوٰۃ المسافرین ج 1 ص 241 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳۔ نسائی شریف ج 1 ص 211 کتاب تقصیر الصلاة فی السفر مطبوعہ کراچی۔

آپ کو مشقت میں نہ ڈالو ویسے بھی عبادت اُس کا حکم ہے بلاچون و چرا تسلیم کر لو۔
(470) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ام
المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ حِينَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضْرِ
وَالسَّفَرِ فَأَقْرَبَتْ صَلَاةَ السَّفَرِ وَزَيْدًا فِي صَلَاةِ الْحَضْرِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض فرمائی تو سفر اور حضر (یعنی قیام) میں دو دو
رکعتیں ہی تھیں۔ پھر سفر کی نماز تو برقرار رکھی حضر (یعنی قیام) کی نماز میں اضافہ
فرما دیا گیا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، موطا، موطا)۔

فائدہ: پتہ چلا کہ اصل نماز دو دو رکعت ہی تھی اللہ تعالیٰ نے صرف حالتِ قیام
میں اس پر اضافہ فرمایا ہے حالتِ سفر میں نہیں اس لئے اگر مسافر تنہا نماز پڑھے تو
ضرور قصر کرے ورنہ یہ اضافہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ اُس کی اپنی طرف
سے ہو گا جو کہ درست نہیں۔ ہاں البتہ اگر مقیم امام کے پیچھے باجماعت نماز پڑھے
گا تو پھر امام کی اتباع میں چار رکعتیں ہی ادا کرے گا۔

(471) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ فِي الْحَضْرِ أَرْبَعًا وَفِي
السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ.

۱۔ بخاری باب کیف فرضت الصلوة فی اسراء، ج 1 ص 51 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ مسلم ج 1 ص 241 صلاة المسافرین مطبوعہ کراچی۔

۳۔ ابوداؤد ج 1 ص 177 باب صلوة المسافر مطبوعہ لاہور۔

۴۔ موطا امام مالک ص 128 مطبوعہ نور محمد کراچی۔

۵۔ موطا امام محمد ص 129 باب قصر الصلاة السفر مطبوعہ کراچی۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان سے حالت قیام میں چار رکعت اور حالت سفر میں دو رکعت فرض فرمائی ہیں۔ (نسائی^۱، ابن ماجہ^۲، صحیح مسلم^۳)

اس حدیث پاک سے بھی معلوم ہوا کہ جیسے حالت قیام میں چار فرض پڑھنا ضروری ہیں اسی طرح حالت سفر میں دو فرض پڑھنے چاہیں اور یہی سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

(472) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ.

ترجمہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کی جانب گئے تو آپ ﷺ دو دو رکعتیں ہی نماز ادا فرماتے رہے۔

(بخاری^۴، مسلم^۵، ابوداؤد^۶، نسائی^۷، ابن ماجہ^۸، ترمذی^۹)

(473) عمل صحابہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے منیٰ میں حضور اکرم ﷺ اور حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اقتداء میں دو دو رکعتیں ہی پڑھی تھیں پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری نماز پڑھنا

۱۔ نسائی شریف ج 1 ص 212 کتاب تقصیر الصلوة فی السفر مطبوعہ کراچی۔

۲۔ ابن ماجہ ص 75 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ صحیح مسلم ج 1 ص 241 کتاب صلوة المسافرین مطبوعہ کراچی۔

۴۔ بخاری ج 1 ص 147 مطبوعہ کراچی۔

۵۔ مسلم ج 1 ص 243 مطبوعہ کراچی۔

۶۔ ابوداؤد ج 1 ص 182 مطبوعہ کراچی۔

۷۔ نسائی ج 1 ص 212 مطبوعہ کراچی۔

۸۔ ابن ماجہ ص 75 مطبوعہ کراچی۔

۹۔ ترمذی۔

شروع کر دیں۔ (بخاری ۱، مسلم ۲، نسائی ۳)

فائدہ: علماء کرام نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل کا سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ میں اپنا گھر خرید لیا تھا وہاں کے مقیم ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ جب آپ پر صحابہ نے سخت اعتراض کیا کہ آپ نے مسافر ہونے کے باوجود چار رکعت نماز کیوں پڑھی ہے تو آپ نے وضاحت کی کہ میں نے یہاں مکان بنا لیا ہے۔ مقیم ہوں اس لئے پوری پڑھتا ہوں ملاحظہ ہو۔

(مسند امام احمد ۴)

شرعی سفر کی مقدار:

شرعی سفر سے وہ سفر مراد ہے کہ جس سفر میں مقیم اور مسافر کے مسائل الگ الگ ہو جائیں مثلاً حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ موزوں پر مسح کی مدت:-

(474) جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَ يَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ.

حضور اکرم رسول محترم ﷺ نے تین دن اور تین راتیں (موزوں پر مسح) کی اجازت مسافر کو دی اور ایک دن اور ایک رات (مسح کی اجازت) مقیم کیلئے دی۔ (صحیح مسلم ۵، سنن نسائی ۱)

۱ بخاری ج 1 ص 147 مطبوعہ کراچی۔

۲ مسلم ج 1 ص 243 مطبوعہ کراچی۔

۳ نسائی ج 1 ص 212 مطبوعہ کراچی۔

۴ مسند امام احمد بن حنبل مرقات ج 3 ص 226 مطبوعہ امدادیہ ملتان۔

۵ صحیح مسلم ج 1 ص 135 مطبوعہ کراچی۔

۶ سنن نسائی ج 1 ص 32 باب التوقيت في المسح على الخفين للمقيم مطبوعہ کراچی۔

(475) حضرت ابو عبد اللہ اسدی نے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَيْنِ لِلْمَسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمًا وَلَيْلَةً.
ترجمہ: موزوں پر مسح کرنے کی مدت مسافر کیلئے تین دن رات اور مقیم کیلئے ایک دن رات ہے۔ (ابوداؤد^۱، ترمذی^۲، طحاوی^۳)

فائدہ: ان احادیث مبارکہ اور اس قسم کی دیگر بہت سی روایات سے پتہ چلا کہ شرعی مسافر وہ ہے جو کم از کم تین دن کی مسافت پر جائے۔ اس زمانے میں لوگ عموماً اونٹوں وغیرہ پر سفر کرتے تھے اگر سفر پہاڑی علاقے یا ناہموار علاقے کا ہوتا تو سفر تھوڑا طے ہوتا اگر ہموار علاقہ ہوتا تو سفر زیادہ طے کر لیتے۔ اسی لئے محققین نے ہموار علاقے کے (جیسا کہ ہمارے ہاں ہے) تقریباً ساڑھے ستاون میل یعنی تقریباً 92 کلومیٹر اور دشوار گزار علاقہ (جیسا کہ اُس زمانہ میں تھا) میں اڑتالیس میل یعنی تقریباً ساڑھے اکہتر کلومیٹر قرار دیا۔

(476) حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ!
إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يَا أَهْلَ مَكَّةَ لَا تَقْصُرُوا الصَّلَاةَ أَذْنَى مِنْ أَرْبَعَةِ بَرْدٍ مِّنْ مَّكَّةَ إِلَى عَسْفَانَ.

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مکہ والو چار برید سے کم سفر میں نماز قصر نہ کرنا۔ یہ فاصلہ مکہ مکرمہ سے عسفان کا ہے۔ (دارقطنی^۴، سنن کبریٰ^۵)

۱۔ ابوداؤد باب التوقيت فی المسح ج 1 ص 33 مطبوعہ لاہور۔

۲۔ ترمذی ص 121 باب المسح علی الخفین للمسافر والمقیم مطبوعہ لاہور۔

۳۔ طحاوی (عربی اردو) ج 1 ص 167 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔

۴۔ دارقطنی ج 1 ص 514 مطبوعہ ملتان۔

۵۔ سنن کبریٰ للبیہقی ج 3 ص 137 مطبوعہ ملتان۔

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ چار برید سے کم سفر میں قصر کرنا منع ہے اور چار برید مکہ مکرمہ سے عسفان کا درمیانی فاصلہ ہے۔

(477) عمل صحابہ:

حضرت سیدنا امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں حدیث پہنچی ہے کہ آپ مکہ اور طائف، مکہ اور عسفان، مکہ اور جدہ کے برابر فاصلہ میں نماز قصر پڑھتے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ سفر چار برید ہے۔ (رواہ مالک، مؤطا^۱)

(478) اسی طرح صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم چار برید لمبے سفر میں روزہ افطار فرماتے اور ایسے ہی سفر میں نماز قصر کرتے اور چار برید سولہ فرسخ کے برابر ہوتے ہیں۔ (بخاری^۲)

فائدہ: موجودہ دور میں مکہ مکرمہ سے جدہ کا درمیانی فاصلہ 72 کلومیٹر ہے۔ مکہ مکرمہ سے طائف تقریباً 88 کلومیٹر ہے جبکہ مکہ مکرمہ سے عسفان 80 کلومیٹر ہے۔ خیال رہے کہ اُس زمانہ میں یہ فاصلہ زیادہ تھا کہ عموماً راستے دشوار گزار تھے۔ بعض اوقات پہاڑ کا لمبا چکر کاٹنا پڑتا اور کبھی گھاٹیاں عبور کرنا ہوتیں مگر آج کل اس دور جدید میں پہاڑوں کو کاٹ کر اور گہرے گڑھوں کو پاٹ کر سیدھی سڑکیں بنا دی گئیں ہیں۔ اس لیے سفر کم ہو گیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

۱۔ رواہ مالک مشکوٰۃ باب صلوة السفر ص 119 مطبوعہ کراچی۔

۲۔ مؤطا امام مالک ص 131 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ ملاحظہ ہو بخاری شریف باب فی کم یقصر الصلوة ج 1 ص 147 مطبوعہ کراچی۔

نماز قصر کہاں سے کہاں تک:

جب مسافر مذکورہ بالا سفر کو روانہ ہو اور اپنی بستی سے نکل جائے۔ اسی وقت سے قصر شروع ہوگئی اور جب تک دوبارہ بستی میں داخل نہ ہو برابر قصر کرے۔
(479) حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے سفر حجۃ الوداع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

صَلَّيْتُ الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَالْعَصْرَ

بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكَعَتَيْنِ.

ترجمہ: میں نے نماز ظہر کی چار رکعات رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مدینہ طیبہ ادا کیں اور نماز عصر ذوالحلیفہ میں جا کر دو رکعت پڑھی۔ (بخاری، مسلم^۱)
نوٹ:- ذوالحلیفہ کو ابیار علی بھی کہتے ہیں مدینہ طیبہ سے جب مکہ مکرمہ کو جاتے ہیں تو اسی جگہ احرام باندھا جاتا ہے۔

(480) امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری شریف میں بَابُ يَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَوْضِعِهِ میں حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا عمل نقل فرمایا کہ آپ نے کوفہ واپس آتے ہوئے بستی سے اتنے فاصلے پر نماز قصر پڑھی کہ لوگوں کو بستی نظر آ رہی تھی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ حضور یہ کوفہ نظر آ رہا ہے اور آپ قصر نماز ادا فرما رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم بستی میں داخل نہ ہو جائیں قصر ہے۔ (بخاری^۲)

۱ بخاری ج 1 ص 148 مطبوعہ کراچی باب یقصر اذا خرج من موضعه۔

۲ مسلم شریف ج 1 ص 242 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۳ ملاحظہ ہو بخاری ابواب تفسیر الصلوة ج 1 ص 148 مطبوعہ کراچی۔

مدتِ اقامت:

جب تک کوئی مسافر کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زائد عرصہ تک ٹھہرنے کی نیت نہیں کرے گا اس وقت تک اس پر مسافر کے احکامات ہوں گے۔ اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ عرصہ ٹھہرنے کی نیت کر لے گا تو مقیم ہوگا۔

(481) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَقَامَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا أَتَمَّ الصَّلَاةَ.

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا جو کوئی آدمی پندرہ دن اقامت کی نیت کرے تو وہ پوری نماز ادا کرے۔ (ترمذیؒ)

سفر میں سنن اور نوافل:

اگر شدید مجبوزی نہ ہو تو سفر میں سنتیں نہ چھوڑے البتہ نوافل چھوڑ سکتا ہے مثلاً اگر ڈر ہو کہ جب تک سنن و نوافل ادا کروں گا تو گاڑی نکل جائے گی یا جس جگہ پہنچنا ہے زیادہ دیر ہو جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں فرائض اور واجبات (وتر) سواری سے اتر کر پڑھ لے سنن و نوافل چلتی گاڑی میں خواہ کسی طرف بھی موہ نہ ہو پڑھ سکتا ہے۔ اگر سواری پر رکوع و سجود ممکن ہو تو ادا کرے ورنہ اشارے سے بھی نماز نفل ادا ہو سکتی ہے۔ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(482) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَفَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَالْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّيْ بَعْدَهَا شَيْئًا وَالْمَغْرِبَ فِي

۱ ترمذی ص 236 باب کم تقصر الصلوة مطبوعہ لاہور۔

الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سِوَاءَ ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ وَلَا يَنْقُصُ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ
وَهِيَ وَتُرُّ النَّهَارَ وَبَعْدَهَا رَكَعَتَيْنِ.

میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں نمازیں پڑھی ہیں میں نے آپ کے ساتھ حضر (یعنی مقیم ہونے کی حالت میں) ظہر کی چار رکعتیں اور ان کے بعد پھر دو رکعتیں پڑھی ہیں جبکہ سفر میں ظہر کی دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں (سنت) پڑھیں پھر عصر کی دو رکعت ادا کیں ان کے بعد کچھ نہ پڑھا اور مغرب کی حالت قیام سفر میں برابر تین رکعت نماز ادا فرمائی اور اس میں کوئی کمی نہ کی نہ قیام میں نہ سفر میں اس لیے کہ وہ دن کے وتر ہیں اس کے بعد پھر دو رکعتیں ادا کیں۔ (یعنی دو رکعت سنت) (ترمذی^۱)

(483) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفر کیے میں نے آپ ﷺ کو کبھی بھی زوال آفتاب کے بعد نماز ظہر سے پہلے دو رکعت نماز چھوڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(ترمذی^۲، ابوداؤد^۳)

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ دوران سفر بھی نوافل ترک نہ فرماتے تھے۔ بلکہ اگر جلدی ہوتی تو سواری پر ہی ادا فرما لیتے یہ بھی یاد رہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نماز نفل ہمارے لئے سنت ہے۔

(484) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رسول کریم ﷺ دوران سفر جب نماز نفل پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو دوران سفر اپنی اونٹنی کا رخ قبلہ

۱ ترمذی: ماجاء فی التطور فی السفر ج 1 ص 236 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲ ترمذی مذکورہ باب۔

۳ ابوداؤد باب التطوع فی السفر ج 1 ص 180 مطبوعہ لاہور۔

شریف کی طرف فرما دیتے پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر (سواری کی حالت میں) نماز شروع فرما دیتے۔ (پھر رخ خواہ کسی طرف بھی ہو جائے)۔ (ابی داؤد^۱)

(485) حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم رسولاً محتشم^{صلی اللہ علیہ وسلم} اپنی سواری کی پیٹھ پر سر کے اشارہ سے نوافل ادا فرمایا کرتے تھے خواہ سواری کا رخ کسی طرف بھی ہوتا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (بخاری^۲)

(486) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم^{صلی اللہ علیہ وسلم} دوران سفر اپنی سواری پر ہی نماز نفل ادا فرمایا کرتے تھے خواہ سواری کا مونہہ کسی طرف بھی ہو آپ^{صلی اللہ علیہ وسلم} اشارہ سے نماز ادا فرماتے اسی طرح صلوة اللیل (یعنی نماز تہجد) اور وتر بھی سواری پر ہی ادا فرما لیتے لیکن فرض سواری پر ادا نہ فرماتے تھے۔ (بخاری^۳، مسلم^۴)

۱۔ ابی داؤد، باب مذکورہ ص 181 مطبوعہ لاہور۔

۲۔ بخاری شریف ابواب تقصیر الصلوة ج 1 ص 148 مطبوعہ کراچی۔

۳۔ بخاری ج 1 ص 148 مطبوعہ کراچی۔

۴۔ مسلم صلوة المسافرین ج 1 ص 244 مطبوعہ کراچی۔

باب یازدہم

دو نمازوں کا جمع کرنا

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ!
 اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا. (النساء)

ترجمہ: بے شک نماز اہل ایمان پر مقررہ وقت میں فرض ہے۔
 یعنی نماز بھی فرض ہے اور وقت مقررہ بھی فرض ہے اگر اس وقت سے پہلے ادا کرو گے تب بھی فرض ادا نہ ہوگا اگر وقت کے بعد ادا کرو گے تو قضا ہوگی۔
 قصداً ایسے کیا تو گنہگار ہو گے کہ نماز کا فرض تو ادا ہو گیا مگر وقت کا فرض چھوڑ دیا
 اسی لئے فرمایا۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوةِيْهِمْ سَاهُوْنَ. (5-4/107)

ترجمہ: خرابی ہے ان نمازیوں کیلئے کہ جو اپنی نمازوں (کے ادا کرنے) میں
 سستی کرتے ہیں۔ (الماعون)

معلوم ہوا کہ نماز کو قضا کر کے پڑھنا بجائے خود گناہ ہے قرآن حکیم نے
 ان لوگوں کی بربادی کی خبر دی ہے جو وقت پر نماز ادا نہیں کرتے ہیں۔
 (487) حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں گواہی
 دیتا ہوں کہ میں نے خود حضور نبی کریم ﷺ سے سنا۔

يَقُوْلُ خَمْسُ صَلٰوةٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ اَحْسَنِ
 وُضُوْئِهِنَّ وَصَلَاةِنَّ لَوْ قَتِهِنَّ وَاتَمَّ رُكُوْعُهُنَّ وَخَشُوْعُهُنَّ كَانَ لَهُ عَلٰی اللّٰهِ

۱۔ سورۃ النساء، آیت نمبر 103۔

۲۔ سورۃ الماعون، آیت نمبر 4-5۔

عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں تو جس کسی نے اچھی طرح وضو کیا اور ان کو اچھی طرح ان کے اپنے وقت میں ادا کیا ان میں رکوع و خشوع اچھی طرح کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس سے وعدہ ہے کہ وہ اس کی مغفرت فرمادے گا۔ اور جو ایسا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی وعدہ نہیں چاہے تو اس کو بخش دے چاہے تو عذاب دے دے۔ (ابوداؤد^۱)

(488) حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت فیض درجت میں عرض کیا کہ مجھے ارشاد فرمائیے اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل محبوب ہے تو فرمایا۔ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا۔ نماز کو اس کے اصلی وقت میں پڑھنا۔ میں نے عرض کیا کہ اس عمل کے بعد کونسا عمل محبوب ہے تو فرمایا۔ بر الوالدین۔ والدین کے ساتھ نیکی کا سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد تو فرمایا۔ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری^۲، ترمذی^۳)

(489) حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرُهَا الصَّلَاةُ إِذَا آتَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ
وَالْأَيْمُ إِذَا وَجِدْتَ لَهَا كُفْوًا۔ (جامع^۴)

۱۔ ابوداؤد، باب المحافظة على الصلوة ج 1 ص 72 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ بخاری شریف ج 1 ص 76 باب فضل الصلوة لوقتها مطبوعہ کراچی۔

۳۔ ترمذی ابواب الصلوة ص 140 باب ما جاء في وقت الاول من الفضل مطبوعہ لاہور۔

۴۔ جامع ترمذی ابواب الصلوة ج 1 ص 140 باب ما جاء في وقت الاول من الفضل مطبوعہ لاہور۔

ترجمہ: اے علی تین کاموں میں دیر نہ کیا کرو۔ (۱) نماز جب اُس کا وقت ہو جائے۔ (۲) جنازہ جب حاضر ہو۔ (۳) بیوہ کیلئے جب مناسب رشتہ مل جائے۔ (یعنی یہ سب کام جلدی کے ہیں)

ان احادیث مبارکہ اور ان جیسی دیگر بہت سی احادیث مبارکہ میں نماز کو اس کے صحیح وقت میں ادا کرنے کی سختی سے تاکید کی گئی بلاوجہ تاخیر والی نماز کو منافق کی نماز قرار دیا اور نماز کا وقت پر جان بوجھ کر ادا نہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے وعدہ مغفرت سے نکل جانا ہے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ) یہی وجہ ہے خود رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر نماز کے قضا ہونے پر انتہائی دکھ کا اظہار فرمایا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز کے قضا ہونے کا کس قدر دکھ ہوا کرتا تھا۔ اس کا اندازہ اس روایت سے لگائیے۔

(490) قضا کا دکھ:

زہری فرماتے ہیں کہ میں دمشق میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ رورہے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں رورہے ہیں تو انہوں نے فرمایا۔

لَا أَعْرِفُ شَيْئًا أَدْرَكْتُ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةَ وَهَذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ

ضَيَعْتُ.

ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ جو کچھ بھی میں نے حاصل کیا ہے وہ سب کچھ اس نماز کی طرح (اعلیٰ) ہو۔ افسوس کہ وہ بھی قضا ہوگئی۔

اللہ اکبر! وقت پر نماز کی ادائیگی نہ ہو سکی تو رسول اللہ ﷺ کے جید صحابی

۱۔ بخاری کتاب مواقیب الصلوٰۃ ج 1 ص 76 باب تضييع الصلوة عن وقتها مطبوعہ کراچی۔

اور خادمِ خاص رو رو کر بے حال ہو رہے۔ افسوس صد افسوس ایک ہم بھی ہیں (الاماشاء اللہ) کہ نماز کی اہمیت کا احساس تک نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

شہادت: حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ وقت پر نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اوقاتِ نماز کا تعین بھی فرما دیا۔ جیسا کہ اسی زیرِ نظر کتاب میں نماز کے اوقات کے تحت گزر چکا ہے۔ علاوہ ازیں مخبر صادق ﷺ نے اپنے بعد آنے والے ایسے حاکموں کا ذکر بھی فرمایا جن میں بعض حکام وقت مقررہ سے نماز کو لیت کر کے پڑھائیں گے۔ ایسی صورت میں رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ تم اپنے وقت پر نماز ادا کر لینا۔ اُن کے انتظار میں اپنی نماز کو ضائع نہ کرنا اگر فتنہ کا اندیشہ ہو تو اپنی نماز پڑھنے کے بعد اُن کے ساتھ بھی پڑھ لینا یہ تمہارے لئے نماز نفل ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیے!

(بخاری، مسلم)

اس قدر صریح حکموں کے باوجود ان احادیث مبارکہ کا کیا مفہوم ہوگا کہ:

(491) بخاری شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ!

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ إِذَا كَانَ عَلَى ظَهْرٍ سَيَّرَ وَيَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ جب سفر میں ہوتے تو نماز ظہر اور عصر کو جمع فرمالتے اسی طرح نماز مغرب اور عشاء کو جمع فرمالتے۔ (بخاری)

نوٹ:- اس موضوع پر صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین میں

۱ بخاری۔

۲ مسلم، باب کراہت تاخیر الصلوٰۃ عن وقتها الختار و ابوداؤد وغیر ہم۔

۳ بخاری ابواب تقصیر الصلوٰۃ ج 1 ص 149 مطبوعہ کراچی۔

نیز جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، موطا امام مالک، موطا امام محمد، شرح معانی الآثار، وغیرہم میں بہت سی روایات ہیں۔ مفہوم سب روایات کا ایک ہی ہے الفاظ میں تھوڑی کمی بیشی ضرور ہے۔ مثلاً آپ نے بخاری شریف کی مذکورہ حدیث پڑھی ہے اس میں نمازوں کو جمع کرنے کے طریقہ کا ذکر نہیں ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے۔

(492) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ اگر سفر میں جلدی ہوتی تو۔

يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ.

ترجمہ: ظہر کی نماز میں اس قدر دیر فرماتے کہ وقت عصر آجاتا پھر دونوں کو جمع فرما لیتے اور مغرب میں اتنی دیر فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی پھر اس کو عشاء کے ساتھ جمع فرما لیتے۔ (صحیح مسلم)

معلوم ہوا کہ طریقہ یہ تھا کہ ظہر کو عصر تک اور مغرب کو عشاء تک لیٹ کیا جاتا تھا۔

ایام حج میں عرفہ اور مزدلفہ میں نمازوں کا جمع کرنا:

اسی طرح حضور اکرم رسول محترم ﷺ نے خود بھی اس پر عمل فرمایا اور اپنی ساری امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا کہ نو (9) ذوالحجہ کو امام میدان عرفات میں ظہر کے وقت میں نماز عصر پڑھائے اور حجاج کرام نماز مغرب اور عشاء دونوں اکٹھی کر کے مزدلفہ میں پڑھیں۔

۱۔ صحیح مسلم باب جواز الجمع بین صلواتین فی سفر ج 1 ص 245 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ازالہ شبہات:

بِحمد اللہ تعالیٰ تھوڑا سا غور کریں تو مسئلہ بالکل صاف ہے اس میں کوئی الجھن نہیں ہے۔ فقہاء حنفیہ (اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور ہو) کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ احادیث مبارکہ کے تعارض کو دور کر کے اصل صورت حال عوام الناس کے سامنے پیش کی جائے جبکہ بے چارہ غیر مقلد ایک آدھ حدیث کو لے کر بیٹھ جاتا ہے اور اپنے زعم میں دعویٰ کرتا ہے کہ میں اہل حدیث ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ساری نمازیوں اپنے اوقات میں ہی ادا کی گئیں ہیں ان میں کسی نماز کو قضا کر کے دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھا گیا۔ بلکہ طریقہ کار یہ اختیار فرمایا گیا کہ نماز ظہر کو آخری وقت میں پڑھا اور نماز عصر کو پہلے وقت میں اسی طرح نماز مغرب کو آخری وقت میں پڑھا اور نماز عشاء کو بالکل ابتدائی وقت میں جس کی موید بہت سی احادیث مبارکہ ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

(493) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ آخِرَ الظُّهْرِ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحَلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكَبَ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ اگر آفتاب ڈھلنے سے پہلے کوچ فرماتے تو نماز ظہر کو نماز عصر کے وقت تک مؤخر فرماتے پھر اترتے اور دونوں نمازیں اکٹھی ادا فرما لیتے لیکن اگر سورج کے

ڈھلنے کے بعد چلتے تو ظہر پڑھ کر سوار ہوتے۔ (صحیح مسلم^۱)
 فائدہ: معلوم ہوا کہ اگر سورج ڈھلنے کے بعد چلتے تو صرف ظہر ہی ادا فرماتے
 عصر ادا نہ فرماتے اگر ظہر کے وقت عصر کا ادا کرنا جائز ہوتا تو ظہر کے ساتھ عصر
 ضرور ملا لیتے۔ افسوس کہ آج بعض لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ایک
 نہایت واضح عمل کی صریح مخالفت کرتے ہیں اور ظہر کے وقت میں ہی عصر ادا کر
 لیتے ہیں۔ اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

(494) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِذَا عَجَّلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى
 يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ.

ترجمہ: حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا کہ
 انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ کو روانگی میں جلدی ہوتی تو
 سفر میں نماز مغرب کو موخر فرماتے یہاں تک کہ اُسے نماز عشاء کے ساتھ پڑھتے۔
 (مسلم^۲)

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ ہر نماز اس کے اصلی
 وقت کے دوران ہی پڑھتے تھے۔ مثلاً اگر ظہر کا وقت ہو جاتا تو اُسے اس کے پہلے
 وقت میں ادا فرما لیتے۔ خواجواہ اُسے عصر تک موخر نہ فرماتے لیکن اگر روانگی کے
 بعد ظہر کا وقت شروع ہوا تو اسے آخری وقت میں ادا فرماتے اسی دوران عصر کا
 وقت شروع ہو جاتا تو اسے اول وقت میں ہی ادا فرما لیتے اور اسی طرح مغرب و
 عشاء بھی، حنفیہ کے اس دعویٰ کی تائید ان روایات مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔

۱ صحیح مسلم: صلوة المسافرین ج 1 ص 245 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲ مسلم باب جواز الجمع بین الصلواتین فی السفر ج 1 ص 245 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(495) حضرت نافع نے حضرت عبداللہ بن واقد سے روایت کی کہ (دوران سفر) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤذن نے نماز کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا چلتے رہو۔ (آگے الفاظ حدیث ہیں)

حَتَّىٰ إِذَا كَانَ قَبْلَ غُيُوبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَضَرَ
حَتَّىٰ غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا
عَجَّلَ بِهِ أَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِي صَنَعْتُ فَسَارَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ
مَسِيرَةَ ثَلَاثٍ . . .

ترجمہ: یہاں تک کہ شفق غائب ہونے سے پہلے آپ (سواری سے) اترے اور نمازِ مغرب ادا فرمائی پھر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق غائب ہوگئی پھر نمازِ عشاء ادا فرمائی اور فرمایا بے شک رسول اللہ ﷺ کو جب کبھی کسی کام (یعنی سفر وغیرہ) میں جلدی ہوتی تو اسی طرح عمل فرمایا کرتے تھے جس طرح کہ میں نے کیا ہے اس روز دن رات کا تین دن کا سفر تھا۔ (ابوداؤد)

(496) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آٹھ رکعات اکٹھی (یعنی ظہر اور عصر) اور سات رکعات اکٹھی (یعنی مغرب و عشاء) پڑھی ہیں۔ (راوی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا اے ابوالشعثا میں گمان کرتا ہوں کہ آپ ﷺ نے ظہر آخری وقت میں پڑھی ہوگی اور عصر پہلے وقت میں اسی طرح مغرب آخری وقت میں پڑھی اور عشاء اول وقت میں تو قَالَ وَأَنَا أَظُنُّ ذَلِكَ أَنَّهُمْ نَفَعُوا فِيهِمْ خِيَالٌ هِيَ - (صحیح مسلم)

فائدہ: بحمد اللہ تعالیٰ بات واضح ہوگئی کہ احادیث مبارکہ میں کوئی تعارض نہیں

۱۔ ابوداؤد: باب الجمع بین الصلوٰتین ج 1 ص 179 مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۲۔ صحیح مسلم باب جواز الجمع بین صلوٰتین فی السفر ج 1 ص 246 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

جن آیات و احادیث میں تاکید حکم ہے کہ نماز اُس کے صحیح وقت میں پڑھو
(خواہ اول وقت یا آخر وقت) اُن پر بھی عمل ہو گیا اور دو نمازیں ایک وقت میں
ادا بھی ہو گئیں۔

عرفہ اور مزدلفہ:

جہاں تک عرفہ اور مزدلفہ میں نمازوں کے جمع کرنے کا حکم ہے تو یہ حج
کے دوران ہے جس طرح عام حالات میں عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا، ننگے سر نماز
پڑھنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ لیکن دورانِ حج (محرم کے لئے، جس نے احرام
باندھا ہو) سر ڈھانپنا سخت گناہ ہے۔ عام حالات میں خوشبو کا لگانا سنتِ مصطفیٰ
ﷺ ہے یعنی ثواب کا کام ہے لیکن دورانِ احرام حرام ہے۔ معلوم ہوا کہ حج کے
دوران بعض احکام بدل جاتے ہیں ان احکامات کو عام ایام پر لاگو نہیں کیا جاسکتا۔
بالکل اسی طرح عام دنوں میں نماز عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے مگر روز
عرفہ میدانِ عرفات میں ظہر کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے یوں ہی عام دنوں
میں نماز مغرب کا وقت شفق کے غروب ہونے پر ختم ہو جاتا ہے مگر روز عرفہ مزدلفہ
میں غروب شفق کے بعد شروع ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر امام ظہر و عصر کو یکے بعد
دیگرے اکٹھا نہیں پڑھائے گا تو گنہگار ہوگا۔ (ہاں البتہ مفرد کے لئے حکم ہے کہ
وہ عصر دو مثل پر پڑھے) یونہی اگر کوئی حاجی عرفہ میں عام دنوں کے وقت مغرب
میں نماز مغرب ادا کرے گا تو گنہگار ہوگا کیونکہ مزدلفہ میں نماز مغرب کا وقت
غروب شفق کے بعد ہے۔ معلوم ہوا کہ بے چارے غیر مقلد حضرات کا دو نمازوں
کو جمع کر کے ایک ہی وقت میں پڑھنا نہ حدیث پر عمل ہوا نہ قرآن پر۔
(واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم)

باب دوازدهم

جنازہ

اس جہان فانی میں جو آیا فنا ہونے کو آیا۔ یہ بات حقیقت واقعی ہے کہ!

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ.

(سورة الرحمن ۲۷)

ترجمہ: اس روئے زمین پر جتنے بھی ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تو بس تیرے رب کی ذات جو زبردست عظمت اور بزرگی والا ہے۔

دنیا جہاں میں کسی انسان کے مرنے پر مختلف رسوم ادا کی جاتی ہیں۔ کہیں جلا دیا جاتا ہے تو کہیں گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیا جاتا ہے۔ الغرض ہر مذہب و ملت کے لوگ اپنے اپنے رسوم و رواج رکھتے ہیں۔ دین فطرت اسلام نے اپنے ماننے والوں کی اس بارہ میں راہنمائی فرماتے ہوئے حکم دیا کہ اگر کوئی تمہارا عزیز فوت ہو جائے تو صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا مرنے والے مسلمان کا احترام کرنا۔ اس کو غسل دینا نیا یا دھلا ہوا کفن پہنانا، عزت و عظمت کے ساتھ چار بھائیوں کا اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جانا اور ساتھ دعا مانگنے والوں کا جلوس پیچھے پیچھے جانا۔ مرنے والے پر نماز جنازہ پڑھنا۔ یہ سارے کے سارے اعمال عظمتِ انسانیت کی دلیل ہیں۔ اسلام نے ہمیں حکم دیا کہ!

تلقین میت:

جب کوئی قریب المرگ ہو تو رحمت خداوندی کے حصول کے لئے اُس کے قریب سورة یسین شریف کی تلاوت کرو اور گھر کا کوئی سمجھدار فرد اُس مرنے

وانے کے قریب آہستہ زبان سے کلمہ طیبہ پڑھے تاکہ مرنے والے کے آخری الفاظ یہی کلمہ مقدسہ بن جائیں لیکن اُس کو کلمہ طیبہ پڑھنے کا حکم نہ دے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تکلیف یا شدت نزع میں اس کی زبان سے انکار کے الفاظ نکل جائیں۔
(497) حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

ترجمہ: جس شخص کا آخری کلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (سنن ابوداؤد)

(498) اسی لیے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَقِنُوا مَوْتًا كُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

ترجمہ: اپنے قریب المرگ لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔ (مسلم ۲)

نوحہ و ماتم:

یہ قدرتی بات ہے کہ جب کسی کا عزیز دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جذبہ محبت کی وجہ سے بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ بعض اوقات انسان حد سے تجاوز کر جاتا ہے اسلام دینِ فطرت ہے اس نے درمیانی راہ اختیار فرمائی کہ رونے کی تو اجازت دی مگر نوحہ و ماتم سے منع فرمادیا۔

سنن ابوداؤد ج 2 ص 92 باب فی التلقین کتاب الجنائز مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

مسلم، تلقین الموتی ج 1 ص 300 مطبوعہ کراچی۔

حضور نبی کریم ﷺ کے شہزادہ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت مبارکہ کا وقت قریب آیا تو حضور اکرم ﷺ خود بنفس نفیس ان کے پاس تشریف لے گئے۔

(499) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوسیف لوہار کے ہاں تشریف لے گئے یہ ابوسیف حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دایہ کے شوہر تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صاحبزادے کو چوما اور ان کو سونگھا یعنی پیار فرمایا۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ دوبارہ تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دم توڑ رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر حضور اکرم رحمت عالم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آپ ﷺ کو رونے ہوئے دیکھا تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی رو رہے ہیں؟ تو حضور رحمت کو نین ﷺ نے فرمایا۔

يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اتَّبَعَهَا بِأُخْرَى فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمَ لَمَحْزُونُونَ.

ترجمہ: اے ابن عوف یہ تو رحمت ہے پھر دوبارہ سوال پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غم زدہ ہے مگر ہم نہیں کہتے مگر وہی جو ہمارے رب کو راضی کرے اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی میں غمزدہ ہیں۔

(بخاری)

(500) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو حضور اکرم رحمت عالم ﷺ ان کی

۱۔ بخاری کتاب الجنائز ج 1 ص 174 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ اُن کے ہاں جلوہ گر ہوئے تو اُن کے اہل خانہ نے اُن کے گرد جھرمٹ باندھ رکھا تھا یہ دیکھ کر حضور اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ کیا فوت ہو گئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔

فَبَكَى النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمَ بُكَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بَكَوْا فَقَالَ أَلَا تَسْمَعُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلَكِنْ يُعَذِّبُ بِهَذَا وَ اِشَارَ إِلَى لِسَانِهِ أَوْ يَرْحَمُ وَإِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذِّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

ترجمہ: تو نبی کریم ﷺ (ان سے محبت کی وجہ سے) رو پڑے جب لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ رونے لگے اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سنتے ہو بے شک اللہ تعالیٰ آنکھوں سے رونے اور دل کے غمزدہ ہونے پر عذاب نہیں دیتا بلکہ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا اور یا پھر رحمت فرماتا ہے۔ بے شک اس کے اہل خانہ کہ (ناجائز انداز میں) رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔
(بخاری)

(501) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ.

ترجمہ: وہ ہم میں سے نہیں ہے جو رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور دور جاہلیت

بخاری، ج 1 ص 174 مطبوعہ قدیمی کراچی۔

کی طرح چینی چلائے۔ (بخاری^۱)

فائدہ: ان احادیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ مصیبت کے وقت رونا جائز ہے۔
بلکہ بعض اوقات سنت ہے لیکن نوحہ و ماتم منع ہے۔

بوقت نزع لواحقین کا عمل:

جب جان نکل رہی ہو یا نکل چکی ہو اس دوران میت کے لئے وہ دعا
کرے جو اس کے لئے سب سے زیادہ مفید ہو۔

(502) حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو
سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت مبارکہ ہوئی اور رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو
حضرت ابو سلمہ کی آنکھیں (پس مرگ) کھلی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کو بند کیا اور
ارشاد فرمایا جب روح جاتی ہے تو آنکھیں اس کو دیکھتی ہیں پھر جب اہل خانہ
جذبات سے بے قابو ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

لَا تَدْعُوا عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤْمِنُونَ عَلَىٰ مَا
تَقُولُونَ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ وَاَرْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِ بَيْنَ
وَإِخْلَفُهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ وَافْسَحْ لَهُ فِي
قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ. (مسلم^۲)

ترجمہ: اپنے لئے اچھی دعائیں مانگا کرو چونکہ (اس وقت) فرشتے بھی تمہاری
دعا پر آمین کہتے ہیں، پھر آپ نے کہا۔ اے اللہ تعالیٰ ابی سلمہ کی مغفرت فرما۔
مہدین میں اس کے درجات بلند فرما۔ اس کے بعد اس کے اہل و عیال کو بہترین
جانشین عطا فرما اے رب العالمین ہماری مغفرت فرما اور اس کی بھی مغفرت فرما
اور اس کی قبر کو وسیع اور روشن فرما۔

۱ بخاری کتاب الجنائز ج 1 ص 173 مطبوعہ کراچی۔

۲ مسلم: کتاب الجنائز ج 1 ص 300 مطبوعہ کراچی۔

غسل و کفن کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو نمازِ جنازہ ادا کریں:

(503) حضرت علی المرتضیٰ کریم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ

نے فرمایا کہ جب جنازہ تیار ہو تو اس میں جلدی کرو۔ (ترمذی ابواب الصلوة)

(504) نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ

نے فرمایا۔

أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكَ صَالِحَةٌ فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا وَإِنْ تَكَ

سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ.

ترجمہ: جنازے کو جلدی لے چلو اگر نیک ہے تو بھلائی کو آگے بھیج رہے ہو اور

اگر اس کے سوا ہے تو برائی کو اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔ (بخاری)

طریقہ نمازِ جنازہ

پہلی تکبیر کے بعد نماز کے انداز میں ہاتھ باندھ کر ثناء پڑھیں پھر بغیر

ہاتھ اٹھائے دوسری تکبیر کہیں اور نماز والا درود شریف پڑھیں۔ پھر بغیر ہاتھ

اٹھائے تیسری تکبیر کہہ کر میت کے لئے دعا کریں اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر

دیں۔ خیال رہے کہ جنازہ کے دو رکن ہیں۔ (نمبر 1) قیام (نمبر 2) تکبیرات کا

کہنا۔ تین چیزیں سنت ہیں۔ پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد درود

شریف اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا۔

(505) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس دن حضرت

نجاشی کی وفات ہوئی اسی دن حضور اکرم ﷺ نے ہم کو خبر دی اور لوگوں کو ساتھ

لے کر عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ لوگوں نے صفیں بنا لیں اور آپ ﷺ

بخاری باب سرعة الجنائزہ ج 1 ص 176 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

نے چار تکبیر رکھ کر اس پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (بخاری^۱)

(506) حضرت سعید اپنے والد محترم حضرت ابو سعید مقبری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ جنازہ کس طرح ادا فرماتے ہیں تو انہوں نے فرمایا۔

أَنَا لَعَمْرُ اللَّهِ أُخْبِرُكَ أَتْبَعُهَا مِنْ أَهْلِهَا فَإِذَا وَضَعْتُ كَبْرَتُ
وَحَمِدْتُ اللَّهَ وَصَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ ثُمَّ أَقُولُ اللَّهُمَّ..... (موطا^۲)

ترجمہ: مجھے اللہ کی قسم میں تجھ کو بتاتا ہوں، میں اس (میت) کے گھر سے اُس کے ساتھ جاؤں گا پھر جب جنازہ رکھ دیا جائے گا تو میں تکبیر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا۔ پھر میں اس کے نبی ﷺ پر درود شریف بھیجوں گا پھر دعائوں گا۔ اللَّهُمَّ..... دعاء: جنازہ کی بہت سی مسنون دعائیں منقول ہیں کوئی ایک یا ایک سے زائد دعائیں پڑھی جاسکتی ہیں۔ دعا کی جگہ دعا کی نیت سے سورۃ الحمد بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ ایک دعایہ بھی ہے کہ جسے نبی کریم ﷺ جنازہ میں پڑھتے تھے۔

(507) اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا
وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا
فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ. اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ.

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ تو بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مردوں کو جو ہمارے حاضر ہیں اُن کو اور جو ہمارے غائب ہیں اُن کو اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو اے اللہ تعالیٰ تو ہم میں سے جس کسی کو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھنا اور تو ہم میں سے جسے موت دے اسے ایمان پر موت دینا۔ اے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ

۱ بخاری باب التکبیر علی الجنائزہ اربعاً ج 1 ص 178 و ج 1 ص 167 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲ موطا امام مالک باب یا یقول مصلی علی الجنائزہ ص 209 مطبوعہ نور محمد کراچی۔

رکھنا اور اس کے بعد ہمیں فتنہ میں مبتلا نہ فرمادینا۔
(ترمذی^۱، مسند امام احمد^۲، سنن کبریٰ^۳، نسائی^۴، ابوداؤد^۵، ابن ماجہ^۶)

نماز جنازہ میں رفع یدین

(508) حضرت سیدنا ابن عباس و حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ:

كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي تَكْبِيرَةِ الْأُولَى ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدَ وَكَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا.
ترجمہ: آپ صرف پہلی ہی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے اور چار تکبیرات ہی کہا کرتے تھے۔ (دارقطنی^۷، الجواہر النقی^۸)

ایک سے زیادہ مرتبہ یا غائبانہ نماز جنازہ

(اس موضوع پر نہایت ہی جامع و مانع تحریر امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسائل ”النہی الحاجز عن تکرار صلوة الجنائز“ اور ”المہادی الحاجب عن جنازة الغائب“ ہیں۔ بحر شریعت کے اس غواص نے ان رسائل میں ایسے روشن و تاباں جواہر گراں مایہ پیش فرمائے ہیں کہ جن کی تابانی طالب حق کے لئے مینارہ نور ہے۔ ان کے تبحر علمی کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوتا ہے کہ موخر الذکر رسالہ

۱ ترمذی ج 1 ص 324 مطبوعہ لاہور۔

۲ مسند امام احمد طبع جدید ج 3 ص 58 مطبوعہ بیروت لبنان۔

۳ سنن کبریٰ بیہقی ج 4 ص 41 مطبوعہ ملتان۔

۴ نسائی ج 1 ص 281 باب الدعاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۵ ابوداؤد ج 2 ص 103 باب الدعاء للمیت مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

۶ ابن ماجہ ص 107 مطبوعہ کراچی۔

۷ دارقطنی ج 2 ص 93 مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۸ الجواہر النقی ج 4 ص 44 باب یرفع یدینہ فی کل تکبیر مطبوعہ تالیقات اشرفیہ ملتان۔

کے محض 27 صفحات (چھوٹے سائز) پر چھپا سی کتب کی دو صد تیس عبارات کے حوالہ جات موجود ہیں۔ صاحبان ذوق ان رسائل کی طرف رجوع فرمائیں۔ درج ذیل مضمون کا اکثر حصہ ان رسائل سے ماخوذ ہے۔

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر چند مسلمان نماز جنازہ پڑھ لیں تو باقی کی طرف سے بھی ادا ہو گیا چونکہ اس کا سب سے زیادہ حق میت کے ولی اقرب کو ہوتا ہے۔ یا سلطان وقت اس کا حق رکھتا ہے اس لئے اگر ان کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھی گئی اور یہ اس میں شامل بھی نہ ہوئے تو ان کو دوبارہ نماز منعقد کروانے کا حق حاصل ہے لیکن اگر یہ شامل نماز ہو چکے ہیں یا ان کی اجازت سے ایک مرتبہ نماز جنازہ ہو چکی ہے تو اب کسی کو حق نہیں کہ دوبارہ نماز منعقد کرے یا کروائے کیونکہ فرض کفایہ سب کی طرف سے ادا ہو چکا ہے۔ اب یہ نماز نفل ہوگی اور نفل نماز جنازہ ناجائز اور غیر مشروع ہے۔

اسی طرح نماز جنازہ غائبانہ جائز نہیں ہے۔ نماز جنازہ کے لئے میت کا موجود ہونا ضروری ہے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

نماز جنازہ کا ثواب:

نماز جنازہ کا ادا کرنا بہت ثواب ہے۔

(509) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ!

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَاِحْتِسَابًا فَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلِّيَ عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَانَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَا طَيْنِ كُلِّ قِيْرَا طٍ مِثْلُ اُحْدٍ وَّمِنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَانَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَا طٍ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان کے جنازہ میں حالت ایمان

اور ثواب کی نیت سے گیا اور اس کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اُس پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹتا ہے اور ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جس کسی نے اس پر نماز تو پڑھی مگر اس کے دفن ہونے سے پہلے ہی واپس لوٹ آیا اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔ (صحیح بخاری)

(510) امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرمائی کہ!
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَوْلُ تُحْفَةِ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَغْفِرَ لِمَنْ صَلَّى عَلَيْهِ.
 ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومنین کو (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے) سب سے پہلا تحفہ یہ ملتا ہے کہ جس نے بھی اُس پر نماز پڑھی اُس کی مغفرت فرمادی جاتی ہے۔

(511) یہ حدیث پاک امام ترمذی کے علاوہ دارقطنی، بزاز، بیہقی فی شعب الایمان ابن ابی دنیا فی ذکر الموت، دیلمی فی مسند الفردوس، ابن ابی شیبہ، ابن حبان، نے تھوڑے تھوڑے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ ذکر فرمائی۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کا ادا کرنا بہت ثواب ہے اور اگر وہ جنازہ کسی اللہ تعالیٰ کے پیارے کا ہو تو پڑھنے والے کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ دوسری روایت کا مفہوم یہ کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دینے سے حیا فرماتا ہے کہ جنہوں نے اس کے محبوب بندے کی نماز جنازہ ادا کی ہوتی ہے۔ ویسے بھی حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھے۔

عظیم درجات سے محرومی کیوں؟

سوچئے کہ اس کائنات ہستی میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کے بعد

۱۔ صحیح بخاری ج 1 ص 172 صحیح مسلم ص 307 مطبوعہ کراچی۔

ایمان والوں پر رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کس کا حق ہوگا اور میرے آقا رسول
 عربی ﷺ سے بڑھ کر وہ کون محبوب خدا ہوگا کہ جس کی نماز پڑھنے پر بخشش و
 مغفرت کا وعدہ الہی ہے پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا
 درست ہوتا تو صحابہ کرام کے بعد سے لے کر آج تک امت مسلمہ نے یہ حق نبوی
 ادا کیوں نہیں کیا اور عظیم ترین ثواب سے محروم کیوں رہی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ
 تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی تھوڑے تھوڑے کر کے ایک مرتبہ ہی جنازہ پڑھا۔
 انہوں نے اس کے بعد یہ عمل کیوں نہ دھرایا۔ یا پھر رسول اللہ ﷺ کے دفن
 شریف کے بعد آنے والے صحابہ نے جنازہ کیوں نہ پڑھا یونہی کسی ضعیف ترین
 حدیث سے ہی ثابت کر دیا جائے کہ دور دراز کے رہنے والے صحابہ کرام کو جب
 وصال نبوی ﷺ کی خبر پہنچی تو ان میں سے کسی ایک علاقہ یا ملک والوں نے اپنے
 ملک یا علاقہ میں حضور اکرم ﷺ کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی ہو۔ حالانکہ صحابہ کرام
 تو نیک اعمال میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ یقیناً کہیں سے بھی
 ثابت نہیں کہ صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔

خلفاء راشدین و اہل بیت اطہار:

اسی طرح کوئی کسی ضعیف ترین روایت سے ثابت کرے خلفاء راشدین
 یا اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک شخصیت کی رحلت
 مبارکہ کے بعد ان پر بار بار نماز جنازہ پڑھی گئی ہو حالانکہ زمانہ گواہ ہے کہ رسول
 محتشم ﷺ کو اپنی اہل بیت سے کس قدر شدید محبت تھی۔ سیدہ زاہدہ طیبه طاہرہ
 فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رحلت مبارکہ اہل مدینہ کے لئے ایک عظیم
 سانحہ تھی۔ ابھی جاٹا صحابہ اپنے آقا رسول محتشم رحمت عالم ﷺ کی رحلت مبارکہ

کا صدمہ نہیں بھولے تھے کہ شہزادی مصطفیٰ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی داغِ مفارقت دے گئیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے جنابہ سیدہ کی وصیت کے مطابق پردہ کا لحاظ فرماتے ہوئے رات کے وقت ہی جنابہ سیدہ کو دفن کر دیا تھا جس کی وجہ سے بہت سے صحابہ کرام نمازِ جنازہ میں شامل نہ ہو سکے کوئی بڑے سے بڑا محدث و علامہ کسی ضعیف سے ضعیف روایت سے ہی ثابت کر دے کہ جنابہ سیدہ کی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہو۔ ہرگز ثابت نہ ہو سکے گا۔

یونہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ الرسول تھے۔ مسیلمہ کذاب اور مرتدین کے خلاف جہاد آپ کے عظیم ترین کارنامے ہیں پوری امتِ مسلمہ کے بکھرے ہوئے شیرازہ کو اکٹھا کرنا اور فتوحاتِ اسلامیہ کا دروازہ کھولنا آپ کی عظمت کا مونہہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی طرح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرادِ مصطفیٰ ﷺ تھے۔ قیصر و کسریٰ کے غرور کو خاک میں ملا دینا، پوری دنیا میں اسلام کے جھنڈے کو سر بلند کر دینا، لاکھوں مربع میل کا علاقہ سلطنتِ اسلامیہ میں شامل کرنا، اسلام کے نظام عدل کو اس انداز سے متعارف کروانا کہ بدترین دشمنان اسلام بھی عیش عیش کراٹھے، آپ کے بے مثال کارناموں میں سے چند ایک ہیں تو فرمائیے امتِ مسلمہ کے کسی معتبر فرد صحابی یا تابعی نے ان حضرات کی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھی ہو یا بلادِ اسلامیہ کے کسی شہر یا بستی میں ان کی نمازِ جنازہ غائبانہ ادا کی گئی ہو۔ قطعاً ایسے نہ ہوا۔

اسی طرح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا وجود مسعود اہل ایمان کے لئے سراپا ایثار و قربانی سے عبارت تھا۔ جنہوں نے ہر موقع پر بڑھ چڑھ کر خدمتِ اسلام کی تھی پوری نسلِ انسانی میں واحد شخصیت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جن کے گھر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یکے بعد دیگرے دو

صاحبزادیاں تھیں۔ کوئی بڑے سے بڑا اہلحدیث ثابت کرے کسی صحابی یا تابعی نے اس ذوالنورین کی دوبارہ نماز جنازہ یا غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان آپ کے خون کے سب سے بڑے دعویدار تھے۔ مگر کوئی علامہ الدھر کوئی بقیۃ السلف ثابت کرے کہ حضرت امیر معاویہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی ہو حالانکہ خود حضرت معاویہ بھی کاتب وحی تھے مگر انہوں نے ایسا کوئی عمل نہ فرمایا۔

اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہمارے آقا رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور آپ کی زیر کفالت تربیت پانے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے لاڈلی شہزادی ان کے عقد میں دی تھی۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس قدر آیات مبارکہ آپ کی شان میں نازل ہوئیں کسی دوسرے صحابی کے شان میں اس قدر قرآن نازل نہ ہوا۔ جس کے رخ انور کو دیکھنا بھی عبادت تھا۔ جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ اُس محبوب رسول خدا اس فاتح خیبر کی شہادت کوفہ میں ہوئی۔ کوئی ثابت کرے کہ مدینہ طیبہ میں اُن پر نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی ہو۔

اگر ثابت نہیں:

اگر یہ سب ہرگز ہرگز ثابت نہیں تو فرمائیے۔ حضرات غیر مقلدین جلیل القدر صحابہ و تابعین کے اجماع کے خلاف یہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کیوں تعمیر کر رہے ہیں۔ کیا یہ جماعت صحابہ سے زیادہ مزاج شناس نبوت ہیں؟ ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔ اگر ضد اور تعصب نہ ہو تو حق کو اپنا لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عمل صحابہ سے مزید تائید:

انھی الحجاز میں ہے کہ امام بخاری و مسلم کے استاذ محترم ابو بکر بن ابن

ابی شیبہ نے روایت کیا کہ!

(512) عَنْ صَالِحِ مَوْلَى التَّوَامَةِ عَنْ عَمَّنْ أَدْرَكَ أَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانُوا إِذَا تَضَاقَ بِهِمُ الْمُصَلِّي أَنْصَرَفُوا وَلَمْ يُصَلُّوا

عَلَى الْجَنَازَةِ فِي الْمَسْجِدِ.

یعنی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (و دیگر صحابہ) کی عادت کریمہ

تھی جب نماز جنازہ میں مصلی تنگی کرتا (یعنی جگہ نہ ہوتی) اور اُس میں گنجائش نہ
پاتے تو واپس (چلے) جاتے اور نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھتے۔

اقول: نماز جنازہ کے جو فضائل جلیلہ ہیں وہ صدیق و عمر و دیگر صحابہ کرام رضی
اللہ تعالیٰ عنہم پر بھی نہ تھے اور نہ ہی اُن سے توقع (کی جاسکتی ہے) کہ جلیل
(کام) کے لئے تشریف بھی لے جائیں پھر باوصف قدرت (کے) اُسے چھوڑ کر
(واپس) چلے جائیں۔ اگر نماز جنازہ دوبارہ جائز ہوتی تو واپس جانے کی کیا وجہ
تھی جب پہلے لوگ پڑھ چکے اُس کے بعد دوسرے جماعت قائم فرما لیتے۔

(513) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُ قَالَ إِنْ سَبَقْتُ بِالصَّلَاةِ فَلَمْ أَسْبِقْ بِاللُّدْعَاءِ لَهُ ۝

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب امیر المؤمنین فاروق

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ مبارکہ پر نماز نہ ملی تو فرمایا اگر نماز ہو چکی ہے

میرے آنے سے پہلے تو دعا کی تو پابندی نہیں ہے میں ان کے لئے دعا کروں گا۔

معلوم ہوا کہ ان سب حضرات کے نزدیک دوبارہ نماز جنازہ درست نہ تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا عمل مبارکہ

قائلین تکرار نماز جنازہ وغائبانہ نماز جنازہ عموماً جو احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(514) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے قریب سے گزرے جس میں اسی رات مردہ دفن کیا گیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اسے کب دفن کیا گیا، صحابہ نے عرض کیا کہ آج رات، فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی، صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے اس کو رات کی تاریکی میں دفن کیا ہے چونکہ اندھیرا تھا ہم نے آپ کو تکلیف دینا گوارا نہیں کیا اس لئے اطلاع نہ دی اس پر حضور اکرم ﷺ وہاں کھڑے ہوئے ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صف باندھی آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری و مسلم)

(515) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ رنگ کی عورت مسجد نبوی شریف میں جھاڑو دیا کرتی تھی یا ایک جوان تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے چند دن تک اس کو نہ دیکھا تو اس کے بارہ میں سوال فرمایا تو عرض کیا گیا کہ وہ عورت مر گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی صحابہ نے عرض کیا ہم نے اُس عورت کو اتنا اہم نہ سمجھا کہ اُس کی خاطر آپ ﷺ کو زحمت دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ صحابہ کرام نے قبر کی نشان دہی کی تو حضور نبی کریم ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا یہ قبریں تاریکی اور ظلمت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں میرے نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اُن کو روشن فرما دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(516) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے

۱ بخاری و مسلم۔

۲ بخاری و مسلم۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت نجاشی کے فوت ہونے کی خبر سنائی پھر آگے بڑھے اور لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپ ﷺ نے چار تکبیر کہہ کر نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری)

امام بخاری علیہ الرحمۃ کے علاوہ یہ روایت تھوڑے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ دیگر کتب صحاح میں بھی موجود ہیں۔

(517) واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ و عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کی۔

لَمَّا اتَّقَى النَّاسُ بِمَوْتِهِ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ كُشِفَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّامِ فَهُوَ يَنْظُرُ إِلَى مَعْرِكَتِهِمْ فَقَالَ ﷺ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَمَضَى حَتَّى أُسْتُشِهَدَ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لَهُ وَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَسْعَى ثُمَّ أَخَذَ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَمَضَى حَتَّى أُسْتُشِهَدَ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَدَعَا لَهُ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لَهُ وَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَهُوَ يَطِيرُ فِيهَا بِجَنَاحَيْنِ حَيْثُ شَاءَ.

(الهادی الحاجب)

ترجمہ: قتادہ و عبد اللہ نے ابی بکر سے روایت کی جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کیلئے اس طرح پردے اٹھا دیئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور علیہ السلام دیکھ رہے تھے اتنے میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا زید بن حارثہ نے جھنڈا اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک وہ شہید ہو گیا حضور اکرم ﷺ نے انہیں اپنی صلوة و دعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ اس کیلئے استغفار کرو بے شک وہ دوڑتا ہوا جنت میں داخل ہو حضور ﷺ نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا حضور اکرم ﷺ نے ان کو بھی اپنی صلوة اور دعا سے

۱ بخاری باب الصوف علی الجنازہ۔

مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کیلئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پرے سے اڑتا پھرتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ^۱)

طبرانی نے معجم اوسط میں ذکر فرمایا کہ معاویہ مزنی کا مدینہ طیبہ میں انتقال ہو گیا حضور اکرم ﷺ اُس وقت تبوک میں تھے۔ آپ ﷺ نے تبوک میں اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

تجزیہ روایات:

اب الجہاوی الحاجب کے حوالہ سے ان روایات کا تجزیہ ملاحظہ فرمائیں۔ آخر دونوں روایات قابل قبول ہی نہیں ہیں کہ ان کو دلیل بنایا جائے۔ کیونکہ غزوہ موتہ والی روایت میں عبدالجبار بن عمارہ مجہول ہے۔ خود قاری کو محدثین ثقہ تسلیم نہیں کرتے امام ذہبی نے ان کے مترہک ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ حضور اکرم ﷺ منبر شریف سے نیچے تشریف لائے ہوں اور نماز ادا فرمائی بلکہ رفتار کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ صلوة سے مراد صرف دعا ہے۔ ورنہ منبر شریف پر جلوہ فرما ہونے کی وجہ سے رخ زیبا تو صحابہ کرام کی جانب تھا اور پشت انور جانب قبلہ ایسی حالت میں نماز کب ادا کی جاتی ہے اگر کوئی صاحب پھر بھی ماننے کو تیار نہ ہو تو حدیث پاک کے الفاظ کو غور سے پڑھ لے۔ الفاظ حدیث ہیں۔ كُشِفَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّامِ فَهُوَ يَنْظُرُ إِلَى مَعْرِكَتِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ اور ملک شام کے درمیان سے پردے اٹھا دیئے پس آپ ﷺ اپنی آنکھوں سے اُن کے معرکہ جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ تو فرمائیے یہ غائبانہ نماز جنازہ تو نہ رہی بلکہ رسول اللہ ﷺ ملاحظہ فرما رہے تھے۔

معاویہ بن معاویہ کے بارہ میں مروی روایت درست ہی نہیں ہے۔

(۱) ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سب اسناد ضعیف ہیں اور

^۱ فتاویٰ رضویہ جدید جلد نہم ص 360 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور۔

دربارہ احکام اصلاً کوئی حجت نہیں ہیں اور صحابہ میں کوئی شخص معاویہ بن معاویہ نام کا معلوم ہی نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ مجھے اس نام کا کوئی صاحب جماعت صحابہ کرام میں یاد نہیں۔

(۲) اس حدیث کی ایک سند میں بقیہ بن ولید ہے۔ مدلس ہے امام ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ نیز اس کی سند میں نوح بن عمرو ہے ابن حبان نے اسے سخت ضعیف اور حدیث کا چور قرار دیا۔

(۳) اس کی ایک سند میں محبوب بن بلال مزنی ہے ذہبی نے اسے مجہول قرار دیا اور فرمایا کہ اس کی یہ حدیث منکر ہے۔

(۴) اس کی ایک سند میں علا بن یزید ہیں۔ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا کہ اس کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام بخاری اور ابن عدی و ابو حاتم نے کہا کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم اور دارقطنی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے امام بخاری کے استاد امام علی بن مدینی نے فرمایا کہ وہ حدیثیں دل سے گھڑتا تھا۔ ابن حبان نے کہا یہ حدیث بھی اس نے گھڑی ہوئی ہے۔

نتیجہ:- قارئین کرام خود ہی فرمائیے کہ کیا وہ مذکورہ حدیث قابل حجت ہے؟
اب رہ گئیں پہلی، دوسری اور تیسری روایات۔

ان کا مختصر اور جامع ترین جواب یہ ہے کہ یہ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ جس طرح ایک وقت میں چار سے زیادہ شادیاں کرنا، روزہ توڑنے والے کو اپنی طرف سے کھجوریں کھلا دینا۔ عید قربان پر کم عمر کے جانور کی قربانی کی اجازت دے دینا وغیرہ۔

اسی لیے ان میں سے کسی پر صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز میں عمل نہ فرمایا اگرچہ یہ سب حدیث سے تو ثابت ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنت

الامین والعلی میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے بائیس عدد خصوصیات ذکر فرمائی ہیں۔

قرار نہیں دیا ہو سکتا ہے کہ کوئی دل جلا غصہ میں آ کر کہہ دے کہ صحابہ کرام اہل حدیث نہیں تھے اس لیے انہوں نے ان حدیثوں پر عمل نہ کیا تو ان سے ہم یہ عرض کریں گے کہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہر حدیث پر عمل نہیں کرتے تھے۔ ہاں البتہ ہر سنت کو ضرور اپناتے تھے اور ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ نے یہی حکم دیا ہے کہ! عَلَيكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّتِ خُلَفَاءِ رَاشِدِينَ۔

مزید برآں! اگر کوئی صاحب ان احادیث صلوة الجنائز کو خصائص مصطفیٰ ﷺ ماننے سے انکار کر دے تب بھی بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اگر ولی اقرب یا سلطان وقت کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ منعقد کی گئی اور وہ اس میں شامل بھی نہ ہوئے تو ان کو دوبارہ نماز منعقد کرنے کا حق حاصل ہے۔ اگر میت کو دفن کر دیا گیا ہو تو جب تک میت کے گلے سڑنے کا یقین نہ ہو قبر پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ عام طور پر یہ عرصہ تین یوم سمجھا جاتا ہے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

حضور نبی کریم ﷺ کے بارہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے۔

”النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ“

نبی کریم ﷺ ایمان والوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریبی،

پیارے، ولی ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا

يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (سورة النساء)

ترجمہ: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ ایمان والے نہ ہونگے جب تک وہ آپس کے سارے جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ بنائیں۔ پھر آپ جو بھی حکم فرمادیں یہ اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور خوب اچھی طرح تسلیم کر لیں۔

☆ خود حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

أَنَا أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ.

میں مومنین کا اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حقدار ہوں۔^۱

معلوم ہوا کہ ایمان والوں کے سب سے عظیم و اعلیٰ ترین ولی اقرب اور اللہ تبارک و تعالیٰ عزوجل کے بعد سب سے بڑے سلطان و حاکم حضور سید الانبیاء باعث تخلیق ارض و سما علیہ السلام ہیں۔ چونکہ ولی اقرب یا سلطان اسلام کو حق حاصل ہے کہ اگر اُس کی اجازت کے بغیر نماز ہو چکی ہو تو وہ دوبارہ منعقد کرے۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نماز جنازہ منعقد فرمائی اور یہی عمل حنفیہ کی دلیل ہے۔ پھر یہ حضور رسول محتشم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر کمال درجہ شفقت ہے کہ آپ ان کی بھلائی ہی کے طالب و خواہاں ہیں اسی لیے جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اطلاع جنازہ نہ دینے کے یہ عذر پیش کیے کہ رات اندھیری تھی ہم نے آپ کو تکلیف دینا گوارا نہ کیا۔ یا یہ کہ ایک معمولی عورت کے جنازہ کے لئے آپ کو زحمت دینا ہم نے آپ کے شایان شان نہ سمجھا تو اُس شفیع المذنبین سراپا رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

(518) فَلَا تَفْعَلُوا لَا يَمُوتَنَّ فِيكُمْ مَيِّتٌ مَا كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ إِلَّا إِذَا نَتَمُونِي بِهِ فَإِنَّ صَلَاتِي عَلَيْهِ رَحْمَةٌ.

آئندہ ایسا کبھی نہ کرنا جب تک تم مجھے اپنے اندر تشریف فرما پاؤ تو جو شخص (مسلمان) فوت ہو مجھے اس کی خبر ضرور دینا کیونکہ میرا نماز پڑھنا اُس کے حق میں رحمت ہے۔ (مسند امام احمد^۲)

ابھی حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی خادمہ مسجد کی قبر پر نماز والی جو حدیث بحوالہ بخاری و مسلم گزری ہے اُس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی موجود و ثابت ہے کہ فرمایا۔

۱ بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، احمد۔

۲ مسند امام احمد عن زید بن ثابت۔

إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ عَلَى أَهْلِهَا ظُلْمَةٌ وَإِنِّي أَنْوِّرُهَا بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ.
ترجمہ: بے شک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں بے شک
میں اپنی نماز سے ان کو روشن کر دیتا ہوں۔

(519) صحیح مسلم شریف میں یہ عبارت اس طرح ہے کہ!

قَالَ إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا إِنَّ اللَّهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ
بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ.

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا یہ قبریں اپنے رہنے والوں کے لئے تاریکیوں سے
بھری ہوئی ہوتی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ میرے نماز پڑھنے کی وجہ سے ان کو نور
سے بھر دیتا ہے۔ (مسلم)

سبحان اللہ تعالیٰ میرے آقا رسول ﷺ رحمت کی صلوة کے صدقہ سے
اندھیری قبریں روشن و تاباں ہو جاتی ہیں۔ ان کا اندھیرا بقعہ نور میں بدل جاتا
اور ان قبور پر صلوة حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے رحمتوں کا نزول
شروع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی قبور کے قریب کھڑے
ہو کر نماز ادا فرمائی۔

اہم بات:

ان احادیث مبارکہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ غائبانہ نماز جنازہ درست نہیں
ورنہ بتایا جائے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی قبور پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ
کیوں پڑھی۔ مسجد نبوی شریف میں کیوں نہ ادا فرمائی۔

حضرت نجاشی:

علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں تھی بلکہ
ان کے جنازہ کو حضور نبی کریم ﷺ ملاحظہ فرما رہے تھے اور یہ ضروری نہیں کہ امام
و مقتدی سارے کے سارے جنازہ کو دیکھ رہے ہوں اگر ایسے ضروری ہوتا تو

۱۔ مسلم ابواب الجنائز۔

آخری صفوں والوں کی نماز نہ ہوتی۔

جس طرح تنہا امام کے لئے سترہ سارے مقتدیوں کو بھی کفایت کرتا ہے

اسی طرح محض امام کا ملاحظہ فرمانا مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔

(520) صحیح ابن حبان میں حضرت نجاشی کے واقعہ میں حضرت عمران بن حصین

و عن الصحابة جميعا مروى ہے۔

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنَّ أَحَاكُمُ النَّجَاشِيَّ تُوْفِي فَقَوْمُوا صَلُّوْا

عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَفُّوا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا وَهُمْ لَا يَظُنُّونَ إِلَّا

أَنَّ جَنَازَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ.

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہو گیا ہے۔

اٹھو اس پر نماز پڑھو۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے صحابہ کرام نے پیچھے صفیں

باندھیں اور حضور اکرم ﷺ نے چار تکبیریں کہیں صحابہ یہی گمان کر رہے تھے کہ

جنازہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے حاضر ہے۔

(521) صحیح ابوعوانہ میں ان ہی سے مروی ہے۔

فَصَلُّنَا خَلْفَهُ وَنَحْنُ لَا نَرَى إِلَّا أَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا.

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ

جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔

(522) امام واجدی نے اسباب نزول القرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا۔

كُشِفَ لِلنَّبِيِّ ﷺ عَنْ سَرِيرِ النَّجَاشِيِّ حَتَّى رَوَاهُ، وَصَلَّى عَلَيْهِ.

ترجمہ: نجاشی کا جنازہ حضور نبی کریم ﷺ کیلئے ظاہر کر دیا گیا تھا آپ ﷺ نے

اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔

ان دلائل کے علاوہ ایک بہت بڑا سبب یہ بھی تھا کہ بعض لوگوں کو

حضرت نجاشی کے ایمان میں شک تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان پر نماز پڑھ کر صحابہ

کا یہ شک دور فرما دیا۔

سنت نہ بنایا:

علاوہ ازیں حضور اکرم رسول محترم ﷺ نے اس عمل مبارک کو صرف حضرت نجاشی کے لئے مخصوص فرمایا اسے مسلسل نہ دہرایا تا کہ یہ عمل سنت نہ بنے یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار مکہ نے شدید ترین ظلم کر کے شہید کیا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بذریعہ وحی ان کا سلام بھی حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچایا۔ حضور اکرم ﷺ غایت درجہ غمزدہ تو ہوئے مگر ان پر نماز جنازہ ادا نہ فرمائی اسی طرح بیئر معونہ کے معرکہ میں مدینہ منورہ کے وہ جگر پارے، میرے آقا رسول رحمت ﷺ کے محبوب اور اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جن کو کفار نے دھوکہ سے شہید کر دیا تھا حضور اکرم ﷺ کو ان کی اس بیہمانہ شہادت پر اس قدر شدید زنج و الم ہوا کہ ایک ماہ تک کفار نانبجار پر لعنت فرماتے رہے مگر ان شہداء پر نماز جنازہ نہ پڑھی۔

عمل صحابہ:

اسی لیے صحابہ کرام نے اس عمل کو نہ اپنایا مثلاً سپدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایام خلافت میں جنگ یمامہ کے دوران سات سو وہ صحابہ کرام مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے کہ جو حافظ قرآن تھے جن کی عزت و عظمت عام صحابہ اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک مسلمہ تھی۔ مگر ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہ کی گئی اسی طرح خلافت راشدہ کے دوران مختلف جنگوں میں بہت سے صحابہ مرتبہ شہادت پہ فائز ہوئے بہت سے عام حالت میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوئے۔ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا وصال ہوا مگر کسی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا نہ کی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب صحابہ اس مسئلہ پر متفق تھے کسی نے اختلاف نہ فرمایا اور آج نماز جنازہ غائبانہ ادا کرنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مخالفت کرنے کے مترادف ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا مستحب ہے۔ یہ دعا نمازِ جنازہ کے انداز میں نہیں کی جائے گی۔ بلکہ صفیں توڑ کر یا بیٹھ کر مختصر دعا مانگی جائے گی تاکہ اس کی مشابہت نمازِ جنازہ کے ساتھ نہ ہو۔ جید حنفی علماء خواہ وہ اہل سنت و جماعت بریلوی مسلک سے متعلق ہوں یا دیوبندی مسلک سے کسی کو بھی اختلاف نہیں رہا۔ ہاں البتہ مؤخر الذکر مسلک کے آجکل کے بعض علماء غیر مقلدین کی دیکھا دیکھی بغیر دلیل شرعی کے اس کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں ہے (یعنی کسی نے دارالعلوم کے دیوبند دارالافتا میں سوال بھیجا کہ)

سوال: بعد جنازہ قبل دفن چند مصلیوں (یعنی نمازیوں) کا ایصالِ ثواب کے لئے سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟
مذکورہ بالا سوال کا جواب دیتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے مفتی مولانا عزیز الرحمن عثمانی صاحب نے لکھا۔

الجواب: اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم)

اسی مسلک دیوبند کے ایک نامور عالم دین مولانا شمس الحق افغانی دیوبندی نمازِ جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی اجازت و ممانعت کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے تطبیق یوں دی ہے کہ دعا قبل کسر الصفوف (یعنی صفیں توڑنے سے پہلے) منع ہے اور بعد کسر صفوف (یعنی صفیں توڑنے کے بعد) جائز ہے۔ میرے نزدیک یہ تطبیق درست ہے۔ (الکلام)

معلوم ہوا کہ فقہا کرام نے جو بعد از نمازِ جنازہ دعا مانگنے سے منع فرمایا

۱۔ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند صفحہ 1433 جلد نمبر 5 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ نان۔

۲۔ الکلام الموزون ص 91۔

ہے اس سے مراد یہی ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد اسی حالتِ صف بندی میں کھڑے کھڑے دعا نہ مانگیں ورنہ یہ نمازِ جنازہ میں اضافہ کرنے کے مشابہ ہوگا۔ ہاں البتہ صفیں توڑ کر یا بیٹھ یعنی ہیت بدل کر دعا مانگنا جائز ہے۔

بلکہ مسلک دیوبند کے عظیم المرتبہ عالم دین مولانا اشرف علی تھانوی کے نزدیک تمام نمازوں کے بعد خواہ وہ فرض ہوں یا واجب، سنت ہو یا نفل دعا مانگنا جائز بلکہ مسنون ہے۔ چنانچہ امداد الفتاویٰ میں تحریر کرتے ہیں کہ:

”پس ان تمام احادیث اور عبارات مذاہب سے یہ حاصل ہوا کہ تمام نمازوں کے بعد دعا کرنا چاروں مذہبوں (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں مسنون و مشروع ہے اس کا انکار سوا اس جاہل، مجنون کے کسی نے نہیں کیا جو اپنی ہوائے نفسانی کے راستے سے گمراہ ہو گیا اور شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈال کر اس کو بہکا دیا۔ (امداد الفتاویٰ)۔“

تنبیہ: بعض حضرات کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ بعد از نمازِ جنازہ دعا مانگنا خود رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہیں (حالانکہ ثابت ہے) اس لیے دعا بعد از نمازِ جنازہ بدعت ہے۔ آئیے اس بارہ میں مولینا اشرف علی تھانوی کے خیالات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ بہشتی زیور میں ہے۔

مسئلہ نمبر 4. بعد از عیدین کے (یا بعد خطبہ کے) دعاء مانگنا گو نبی ﷺ سے اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے منقول نہیں مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے۔ اس لیے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا۔ (بہشتی زیور)

نمازِ جنازہ کے باب میں جماعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مولانا

نے لکھا۔

مسئلہ نمبر 12. ہاں یہاں جماعت کی ضرورت زیادہ ہے اس لیے کہ یہ دعا ہے

۱۔ امداد یہ الفتاویٰ از مولینا اشرف علی تھانوی۔

۲۔ بہشتی زیور، گیارواں حصہ، ص 70، مطبوعہ رحمانیہ لاہور۔

میت کے لئے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہِ الہی میں کسی چیز کے لئے دعا کرنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے۔ نزولِ رحمت اور قبولیت کیلئے۔ (بہشتی زیور^۱)
 مولنا اشرف علی تھانوی کے ان فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا خواہ وہ نماز عید ہو یا جنازہ، وہ نماز فرض ہو یا نفل جائز و مسنون ہے۔ اگرچہ اس کا ثبوت زمانہ خیر القرون میں موجود نہ ہو۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کا اکٹھے ہو کر میت کیلئے دعا مانگنا باعثِ نزولِ رحمت و قبولیت ہے۔ اب غور فرمائیں وہ حضرات کہ جو بات بات پر بدعتی اور دین میں اضافہ کرنے والے کے فتاویٰ صادر فرماتے ہیں۔ ان کے ان زہریلے تیروں کی زد میں کون کون سی شخصیات آتی ہیں۔
 یوں چلے آئیے نہ نیزہ تان کر اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

دلائل ملاحظہ ہوں:

جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا جا چکا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا نہ تو فرض ہے اور نہ ہی واجب اور نہ تو یہ نماز جنازہ کا رکن ہے اور نہ ہی لازمی جز ہاں البتہ مباح اور مستحب ہے۔ اب اس مذہب پر حنفیہ کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔
 اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ذی شان ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ط أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا

دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَالْيَوْمِئِذٍ أَنبِئُ لِعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝

ترجمہ: (یا رسول اللہ ﷺ) جب آپ سے میرے بندے میرے بارہ میں پوچھتے ہیں (کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ تو آپ ان کو بتا دو کہ) میں بہت ہی قریب ہوں اور میں دعا قبول فرماتا ہوں دعا مانگنے والے کی جب بھی وہ مجھ سے مانگے۔ پھر ان پر لازم کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں اس امید پر کہ وہ راہ پائیں۔ (البقرہ^۲)
 اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے بغیر کسی قید کے

۲ بہشتی زیور جلد نمبر 11 مطبوعہ مذکورہ ص 77۔

۱ البقرہ پارہ 2، آیت نمبر 186۔

فرمایا کہ اُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ یعنی میں دعا قبول فرماتا ہوں دعا مانگنے والے کی جب بھی وہ مجھ سے مانگے۔ اس لئے کسی شخص کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ دین میں اپنی مرضی کو دخل دے اور کہے کہ فلاں وقت دعا مانگو اور فلاں وقت نہ مانگو۔ بلکہ اُسے حضور اکرم رسولِ محتشمِ رحمتِ عالم ﷺ کا یہ ارشاد ذی شان ذہن میں رکھنا چاہیے کہ:

(523) عَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ قَالَ جَوْفَ اللَّيْلِ الْآخِرِ وَذُبُرَ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوباتِ.

حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بارگاہِ اقدس میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون سی دعا زیادہ قبول کی جاتی ہے۔ تو فرمایا کہ رات کے آخری درمیانی حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد (بخاری)۔

فائدہ: اس مسئلہ پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں کہ نمازِ جنازہ فرض ہے اگر کسی بھی مسلمان پر ساری دنیا یا سارے ملک یا سارے شہر یا سارے گاؤں یا محلہ کے سب مسلمان نمازِ جنازہ نہ پڑھ سکیں۔ (اور ایسے ممکن بھی نہیں اس لیے اگر) بعض پڑھ لیں اور بعض نہ پڑھ سکیں۔ تو سب کی طرف سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ یعنی کوئی بھی گنہگار نہیں ہوتا لیکن اگر کسی مسلمان کے فوت ہو جانے کا علم ہو جانے پر موجود ہونے کے باوجود مراد یہ کہ قدرت رکھتے ہوئے اگر کوئی مسلمان بھی اُس فوت شدہ پر نمازِ جنازہ نہ پڑھے تو علم و اختیار رکھنے والے سارے کے سارے مسلمان فرض کے تارک اور گنہگار ہونگے اسی لیے اس فرض کو فرض کفایہ کہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حبشہ میں فوت ہوئے تو وہاں اُن پر کسی مسلمان نے نمازِ جنازہ نہ پڑھی تھی چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے علم و اختیار ہونے کی وجہ سے مدینہ طیبہ میں اُن پر نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

(تفصیل اسی باب میں چند صفحات قبل گزر چکی ہے) اس لیے نمازِ جنازہ

صحیح بخاری۔

کی فرضیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا بہت قبول ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ:

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنی چاہیے کیونکہ یہ قبولیت کی گھڑی ہے۔ اس سے فوت شدہ کو فائدہ ہوگا۔ اس دعا کو بدعت کہہ کر منع نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ دعا سنت ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

(524) حضرت طلحہ بن براء انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا انہیں رات ہی کو دفن کر دیا گیا صبح کو جب بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں یہ ماجرا عرض کیا گیا تو حضور اکرم رحمت عالم ﷺ (کمال شفقت فرماتے ہوئے) حضرت طلحہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی ”یا اللہ تو طلحہ کے ساتھ اس حال میں ملاقات فرما کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو“۔ (زرقاوی^۱، مظاہر^۲)

(525) غزوہ موتہ کا واقعہ چند صفحات قبل گزر چکا ہے۔ فتح القدر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر شریف پر قیام فرما کر غزوہ موتہ کی خبر دی اسی اثناء میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی اور فصل علیہ ”رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَدَعَا لَهُ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لَهُ“۔ ”پھر آپ ﷺ نے ان پر صلوة پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی اور صحابہ کو حکم دیا کہ تم بھی ان کے لئے استغفار کرو“۔ (فتح القدر^۳)

فائدہ: اگر یہاں پر صلوة بمعنی نماز جنازہ لیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ رسول اللہ

۱۔ زرقاوی علی الموطا ص 16 ج 2۔

۲۔ مظاہر حق ص 311۔

۳۔ فتح القدر کتاب الجنائز فصل صلوة الجنائزہ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز جنازہ پڑھی اور پھر اُن کے لئے خود بھی دعا فرمائی اور صحابہ کو بھی دعا مانگنے کا حکم دیا اور اگر صلوة بمعنی دعا ہی لیا جائے تب بھی مقصود حاصل ہے کہ قبل از دفن نماز جنازہ کے علاوہ اُن کے حق میں دعا مانگی اور دعا مانگنے کا حکم دیا۔ گویا دعا پر کوئی پابندی نہیں کسی وقت بھی مانگی جا سکتی ہے۔ نماز جنازہ ادا کرنے سے پہلے بھی اور بعد بھی۔ اور اپنی طرف سے پابندی لگانا شریعت مطہرہ میں زیادتی کے مترادف ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

عمل صحابہ:

اب نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کے مسلک پر عمل صحابہ ملاحظہ فرمائیں۔
(526) منتخب کنز العمال میں ہے۔

عَنْ اِبْرَاهِيمَ الْهَجْرِيِّ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ اَبِي اَوْفَى وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ مَاتَتْ اِبْنَتُهُ اِلَى اَنْ قَالَ ثُمَّ كَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا ثُمَّ قَامَ بَعْدَ ذَلِكَ قَدْرًا مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَيْنِ وَقَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَصْنَعُ هَكَذَا.

ترجمہ: حضرت ابراہیم الجہری فرماتے ہیں کہ میں نے بیعت الرضوان میں شامل ہونے والے صحابی حضرت ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ اُن کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو آپ نے اُس پر چار تکبیریں کہہ کر نماز جنازہ پڑھی پھر اس کے بعد دو تکبیر کی مقدار دعا کیلئے کھڑے رہے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوتے دیکھا ہے۔ (کنز العمال)

(527) سنن بیہقی میں ہے۔

وَعَنِ الْمُسْتِظَلِّ ابْنِ حَصِينٍ اَنَّ عَلِيًّا صَلَّى عَلَيَّ الْجَنَازَةَ بَعْدَ مَا صَلَّى عَلَيْهِ.

حضرت مستظل بن حصین فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت علی المرتضیٰ کرم

۱ کنز العمال ج 15 ص 302 مطبوعہ اشرفیہ ملتان۔

اللہ وجہہ الکریم نے میت پر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اس پر دعا مانگی۔ (بیہقی^۱)
 (528) عَنْ سَعِيدِ ابْنِ الْمُسَيْبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ صَلَّى عَلَى الْمَنْفُوسِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

ترجمہ: حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بچہ کی نماز جنازہ پڑھائی پھر دعا مانگی کہ اے اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے محفوظ فرما۔ (سنن بیہقی^۲)

(529) عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيِّ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْمُكْغَفِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا ثُمَّ مَشَى حَتَّى آتَاهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَزَلَ بِكَ الْيَوْمَ فَاعْفِرْ لَهُ ذَنْبَهُ وَوَسِّعْ عَلَيْهِ مَدْخَلَهُ.

ترجمہ: حضرت عمیر بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی آپ نے چار تکبیرات کہیں پھر نماز جنازہ کے بعد چل کر میت کے پاس آئے اور یوں دعا مانگی۔ یا اللہ یہ تیرے بندے کا بیٹا ہے آج یہ تیرے دربار میں حاضر ہوا ہے یا اللہ تو اس کے گناہ بخش دے اور اس کی قبر کو اس کے لئے وسیع فرما دے۔ (مصنف^۳)

(530) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ عَلَى جَنَازَةِ عُمَرَ فَلَمَّا حَضَرَ قَالَ إِنَّ سَبَقْتُمُونِي بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالذُّعَاءِ لَهُ. (مبسوط^۴)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز جنازہ نہ پڑھ سکے جب وہ آئے تو (نماز جنازہ ہو چکی تھی اس پر آپ نے) فرمایا اگر تم میرے آنے سے قبل نماز پڑھ چکے ہو تو (ذرا

۱۔ سنن بیہقی ص 9 جلد نمبر 4، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان۔

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 212 مطبوعہ امدادیہ کراچی۔

۳۔ مبسوط سرخسی ج 2 ص 67۔

ٹھہر جاؤ) مجھے بھی اپنے ساتھ اُن کیلئے دعا میں شامل کر لو۔

(531) نامور فقیہ اور سختی کے ساتھ سنتِ مصطفیٰ ﷺ پر عمل کرنے والے صحابی

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک جنازہ پر بعد از نماز پہنچے تو فرمایا۔

إِنْ سَبَقْتُمُونِي بِالصَّلَاةِ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالذُّعَاءِ. (مبسوط)

ترجمہ: اگر تم نے مجھ سے پہلے نماز پڑھ لی ہے تو کم از کم دعا میں تو مجھ سے آگے نہ بڑھو یعنی مجھے بھی اپنے ساتھ دعاء میں شامل کر لو۔

خیال رہے کہ مذکورہ کتاب کے مذکورہ باب میں حضرت عبداللہ بن

عباس سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے۔

خدا را اپنی آخرت برباد نہ کریں:

محترم قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا

صراحتاً سنتِ صحابہ سے ثابت ہے۔ بھیڑ علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ:

(532) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ.

(ابوداؤد، ابن ماجہ، سنن کبریٰ)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا ”جب تم میت پر نمازِ جنازہ پڑھ چکو تو پھر خالص میت کے لئے دعا مانگو“۔

مندرجہ بالا روایت کے تحت ثابت ہے کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا

رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ یہاں فَاخْلِصُوا کی ”فا“ تعقیب کیلئے ہے یعنی نماز

پڑھنے کے فوراً بعد دعاء مانگو جس طرح حدیث پاک ہے کہ: ”إِذَا صَلَّيْتُمْ الْفَجْرَ

۱۔ مبسوط سرخسی ج 2 ص 67۔

۲۔ ابوداؤد ج 2 ص 102 باب الدعاء للمیت مطبوعہ لاہور۔

۳۔ ابن ماجہ ص 107 مطبوعہ کراچی۔

۴۔ سنن کبریٰ امام بیہقی ج 6 ص 40 مطبوعہ ملتان۔

فَلَاتَنَا مُوَا“۔ یعنی تم نماز فجر پڑھنے کے بعد مت سویا کرو۔ اسی طرح قرآن کریم میں ہے۔ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ..... الخ.....

جب تم نماز کی طرف کھڑے ہو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو) تو اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھولیا کرو..... آخر تک..... اسی طرح فرمایا۔ فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَاَنْتَشِرُوْا۔ پھر جب تم کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جایا کرو یعنی میزبان کے ہاں بلاوجہ نہ بیٹھے رہا کرو۔ نِزْ صَلَّيْتُمْ مَاضِي هُوَ جَبْكَ فَاخْلِصُوْا۔ حکم (امر ہے) ہے یعنی نماز ہو چکنے کے بعد دعا مانگو نہ کہ دوران نماز اس لیے بھی کہ صَلَّيْتُمْ۔ شرط ہے اور فَاخْلِصُوْا جزاء ہے اور یہ دو عمل ایک دوسرے سے الگ الگ ہونے چاہئیں یعنی نماز الگ اور دعا الگ۔

اس قدر بین ثبوت کے باوجود نماز جنازہ کے بعد والی دعا کو بدعت اور حرام کہہ کر اور دعا مانگنے والوں کو بدعتی قرار دے کر خدا را اپنی آخرت برباد نہ کریں۔ ذرا سوچیں کہ آپ کے اس فتویٰ کی زد میں کون کون سی شخصیات آتی ہیں اور ان عظیم المرتبت ہستیوں (یعنی جنازہ کے بعد دعا مانگنے والے صحابہ کرام کہ جن کا قبل ازیں ذکر ہوا) پر ریک حملے کر کے آپ کا اپنا انجام کیا ہوگا۔ اگر آپ دعاء نہیں مانگنا چاہتے تو نہ مانگیں مگر دعا مانگنے والوں کو بُرا نہ کہیں کیونکہ حدیث پاک ہے۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ۔ (ترمذی) دعا تو عبادت کا مغز ہے اور اس کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

نمازِ استخارہ:

استخارہ کا معنی ہے بھلائی کا طلب کرنا دراصل استخارہ کرنے والا اپنے پروردگار سے اپنے لئے مشورہ کرتا ہے اور بُرائی سے بچنے کی دعا کرتا ہے۔

(533) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو ہر

۱۔ جامع ترمذی ج 2 ص 647 مطبوعہ رحمانیہ لاہور، مشکوٰۃ شریف ص 194 کتاب الدعوات مطبوعہ کراچی

کام کے لئے استخارہ سکھلاتے تھے۔ جس طرح کہ قرآن کریم کی سورۃ سکھلاتے، آپ علیہ السلام فرماتے۔ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو وہ دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر (دعائے استخارہ) پڑھے (بخاری شریف) بہتر ہے کہ استخارہ نماز عشاء کے بعد سونے سے قبل کرے بعد میں دنیاوی گفتگو سے حتی الامکان پرہیز کرے درود شریف یا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ پڑھتا ہوا داہنی کروٹ رو بقبلہ ہو کر سو جائے اور سات روز مسلسل استخارہ کرے اگر خواب میں سپیدی یا سبزی یا بہار ہی بہار نظر آئے تو جس کام کا ارادہ ہے وہ کام مفید ہے اگر اس کے برعکس نظر آئے تو اپنے ارادہ سے باز آ جائے کہ نقصان کا اندیشہ ہے دعائے استخارہ یہ ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ
وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ ط فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ
وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِي فِي دِينِي
وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي وَعَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَأَقْدِرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ
بَارِكْ لِي فِيهِ ط اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي
وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي وَعَاجِلِ أَمْرِي وَآجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ
وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ ط (یہاں اپنی حاجت کا نام لے)
ترجمہ: اے اللہ میں تیرے علم کے ساتھ تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری
قدرت کے ذریعہ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرا فضل عظیم مانگتا ہوں
کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا تو سب کچھ جانتا ہے اور میں
نہیں جانتا اور تو تمام پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اے اللہ تیرے علم میں ہے
کہ اگر یہ کام جس کا میں قصد اور ارادہ رکھتا ہوں میرے دین و ایمان اور میری
زندگی اور میرے انجام کار میں دنیا و آخرت میں میرے لیے بہتر ہے تو اس کو
میرے لیے مقدر کر دے اور میرے لیے آسان کر دے پھر اس میں میرے

واسطے برکت دے اے اللہ تو جانتا ہے اگر یہ کام میرے لئے برا ہے میرے دین و ایمان میری زندگی اور میرے انجام کار دنیا و آخرت میں تو اس کو مجھ سے اور مجھ کو اس سے پھیر دے اور جہاں کہیں بہتری ہو میرے لیے مقدر کر پھر اس سے مجھے راضی کر دے۔ (بخاری، ابن ماجہ، ترمذی)

(534) نماز تہجد:

نماز تہجد کی بہت فضیلت ہے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ عزوجل ہر رات کہ جب آخری تہائی باقی رہتی ہے آسمان دنیا پر (خاص) تجلی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کروں، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اسے بخش دوں۔ (بخاری، صحیح مسلم)

(535) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (فرائض کے بعد) سب نمازوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کو زیادہ محبوب نماز داؤد ہے کہ آدھی رات سوتے اور تہائی عبادت کرتے پھر چھٹے حصہ میں آرام کرتے۔

مسئلہ: جو شخص تہجد کا عادی ہو اسے بلا عذر چھوڑنا مکروہ ہے تہجد کی دو رکعتیں ہیں رسول اللہ ﷺ سے آٹھ رکعتیں ثابت ہیں سونے سے قبل نماز نفل ادا کرے تو صلوٰۃ اللیل ہوگی اگر سو کر اٹھنے کے بعد ادا کرے تو تہجد کہیں گے اس کی نیت دوسری عام نمازوں کی طرح ہی ہے۔

۱ بخاری شریف ابواب التہجد ج 1 ص 155 مطبوعہ کراچی۔

۲ ابن ماجہ ص 98۔

۳ ترمذی باب ماجاء فی صلوٰۃ الاستخارہ ج 1 ص 220 مطبوعہ کراچی۔

۴ بخاری کتاب الدعاء والصلوة من اللیل مطبوعہ کراچی۔

۵ صحیح مسلم ج 1 ص 258 مطبوعہ کراچی۔

۶ بخاری شریف باب من نام عند الفجر ج 1 ص 152 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(536) صلوة التسبیح:

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے چچا! کیا میں تمہیں عطا نہ کروں۔ کیا میں تمہیں بخشش نہ کروں کیا میں تمہارے ساتھ احسان نہ کروں۔ دس خصلتیں ہیں کہ جب تم کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے چھوٹے بڑے اگلے پچھلے قصداً سہواً کیے ہوئے تمام گناہ معاف فرمادے اس کے بعد صلوة التسبیح کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ اسے روزانہ پڑھو، اگر نہ ہو سکے تو جمعہ میں ایک بار، اگر یہ بھی نہ ہو تو مہینہ میں ایک بار، یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک بار ورنہ عمر میں ایک بار ضرور پڑھو۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

سنن ترمذی میں اس کی ترکیب حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں مروی ہے کہ نیت باندھ کر ثناء پڑھے، پھر سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ط پندرہ بار پڑھے پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف پڑھ کر الحمد شریف اور کوئی سورت پڑھے پھر دس مرتبہ مذکورہ تسبیح پڑھے پھر رکوع اور رکوع والی تسبیح پڑھے۔ دس مرتبہ یہی تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الخ..... پڑھے پھر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد تسبیح، تحمید کے بعد دس بار پھر دونوں سجدوں میں دس بار پڑھے، دونوں سجدوں کے درمیان بھی دس بار پڑھے، اس طرح ایک رکعت میں پچھتر بار اور چار رکعتوں میں تین سو کی تعداد پوری ہو گی، رکوع سجد میں رکوع و سجد کی تسبیح کے بعد یہ کلمہ پڑھا جائے گا۔ (ترمذی)

(537) ”سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پاک میں صلوة التسبیح کا طریقہ یوں درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

۱۔ ابن ماجہ ص 99 باب ماجاء فی الصلوة التسبیح مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔
 ۲۔ ترمذی شریف ج 1 ص 220 باب ماجاء فی صلاۃ التسبیح مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
 ۳۔ ترمذی ج 1 ص 221 باب ماجاء فی صلوة التسبیح مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

”چار رکعت نماز پڑھو ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھو جب قرأت سے فارغ ہو جاؤ تو کہو۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پندرہ مرتبہ رکوع سے پہلے، پھر جب رکوع کرو تو اس میں دس مرتبہ یہی پڑھو پھر رکوع سے اٹھ کر دس مرتبہ پھر سجدہ میں دس مرتبہ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس مرتبہ پھر دوسرے سجدے میں دس مرتبہ پھر دوسرے سجدے سے سر اٹھا کر کھڑا ہونے سے قبل دس مرتبہ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح و تحمید ہوگی اور چار رکعتوں میں کل تین سو مرتبہ، تو اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرات کے برابر بھی ہوں گے تب بھی اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادے گا۔ (سنن ابن ماجہ)

صلوة الحاجت:

عموماً انسانی زندگی قدم قدم پر مشکلات و مصائب سے عبارت ہے۔ رب ذوالجلال کی بے شمار رحمتوں کا نزول ہو ہمارے آقا رسول عربی ﷺ پر کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے غلاموں کے روحانی و جسمانی دکھ درد کا شافی علاج ارشاد فرمایا۔

(538) امام ترمذی، ابن ماجہ، طبرانی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم سے روایت کرتے ہیں کہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایک نابینا شخص حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ حضور ﷺ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت (یعنی نور نظر) کی دعا فرمائیں حضور پر نور ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کر دیتا ہوں اور تو چاہے تو صبر کر اور یہ صبر تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا کہ حضور ﷺ دعا فرمادیں آج آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے کا حکم دیا اور فرمایا دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کرو۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي هَذِهِ لِتُقْضَى اللَّهُمَّ

۱۔ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی صلوٰۃ التسبیح ص 99 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

(539) دیگر صلوة حاجت:

امام ترمذی وابن ماجہ نے عبد اللہ بن اونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کسی کو کوئی حاجت اللہ تعالیٰ یا کسی انسان سے ہو تو اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی ثنا کرے پھر درود پڑھے پھر دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی ثنا کرے پھر درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَغَزَائِمِ
مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَسَلَامَةً مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدْعُ لِي ذَنْبًا إِلَّا
غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم و کریم ہے پاک اللہ تعالیٰ مالک ہے عرش عظیم کا حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لیے جو رب ہے تمام جہانوں کا، (اے اللہ تعالیٰ) میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب مانگتا ہوں اور تجھ سے تیری بخشش کے ذرائع اور ہر نیکی سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی کو طلب کرتا ہوں۔ (اے میرے مولیٰ تعالیٰ) میرے سب گناہ معاف فرمادے۔ میرے سب غم دور فرما دے اور حاجت جو تیری رضا کے مطابق ہے پورا فرمادے، اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

(ابن ماجہ میں یہ دعا تھوڑے فرق سے مرقوم ہے)

بحمد اللہ تعالیٰ ان مباحث سے معلوم ہوا کہ حنفیہ سنت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور سنت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر صحیح ترین انداز میں عمل کرنے والے ہیں اور ان کا مذہب عین تعلیمات نبوی کے مطابق ہے اس

۱۔ ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ لاہور باب ماجاء فی صلاة الحاجة، ۲۔ ابن ماجہ صفحہ ۹۸ باب ماجاء فی صلاة الحاجة مطبوعہ کراچی

لیے ان پر طعن کرنا کم ظرفی کے ساتھ ساتھ تعلیمات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سنت صحابہ اور سنت اہل بیت پر طعن کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حق کے سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق و ہمت عطا فرمائے، ضد اور ہٹ دھرمی کے لا علاج مرض سے محفوظ و مامون فرما کر ہماری کوتاہیوں اور غلطیوں سے درگزر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا سَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ يَا رَبِّي يَا رَبِّي يَا رَبِّي أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيَّ حَبِيبِهِ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ مَعْدِنِ الْجُودِ وَالْعَطَاءِ مَنبَعِ الْعِلْمِ وَالْحِلْمِ وَالْحَيَاءِ وَالْحِكْمَةِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ بَارِكْ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا.

طالب مغفرت محتاج رحمت، متمنی شفاعت، سید محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ

صبح بوقت 2 بجکر 45 منٹ بروز منگل 5 رمضان المبارک 1425ھ بمطابق 19-10-2004

اے اللہ تبارک و تعالیٰ تو اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے

والدین کریمین سید محمد سعید الحسن شاہ عفی عنہ

و والد محترم حاجی محمد ثناء اللہ صاحب، محمد ثناء اللہ، محمد سمیع اللہ، محمد رضا اللہ، محمد ناصر محمود،

و والدین چوہدری شاہنواز گھمن اور ساری اُمت رسول صلی اللہ تعالیٰ کی روح کو

صلوٰۃ الرُّسُول یعنی امام الانبیاء کی نماز، کی اشاعت کا ثواب عطا فرما۔ اور جنت

الفردوس میں بلند درجات پر فائز فرما (آمین)

علامہ سید محمد سعید بن شاہ صاحب

کی مستند و جامع تصانیف

رہبر زندگی مع طب نبوی



• رہبر کائنات ﷺ کے اعضائے مبارک کے حسن و جمال کا تذکرہ
• روزمرہ کے معمولات پر بحث • پسندیدہ مشروبات و ماکولات
کی تفصیل • مختلف جسمانی و روحانی امراض کا طبی علاج بھی
کتاب ہذا میں ملاحظہ فرمائیے۔

سیرت ارام الانبیاء



(قرآن و بائبل کی روشنی میں)

• قرآن کریم • احادیث مبارکہ • توراہ • بزبور
• انجیل • صحائف انبیاء اور اخبارات و جزائد کے سینکڑوں
حوالہ جات سے مزین کتاب۔ ایک مستند تاریخی دستاویز

صلوٰۃ الرسول ارام الانبیاء کی نماز



• کیا حق نماز سجدہ معطلے ﷺ کے ہیں مطابق
• ہر بار رفع یدین ذکر لے، بلند آواز سے آمین کہیں اور کھڑے نماز
تراویح کا کیا ثبوت ہے؟
• بخاری و مسلم و دیگر کتب احادیث کے ہوتے ہوئے اس کی کیا ضرورت
ان سوالوں کا تفصیلی جواب جاننے کے لئے کتاب ہذا کا مطالعہ فرمائیے۔

مُصْطَفٰی خاندانِ نبوی



کتاب ہذا میں رسول ربی ﷺ کے دستخواروں اور اولاد کا رتبہ کے علاوہ
آپ کے دیگر عظیمین مظاہر رضائی رفیق دار، ام کلثوم، علیؓ، فاطمہؓ اور حضرت
کاہن دہی، بارگاہِ اقدس کے مہنگانِ مقام، خطباء کرام، مولانا دیوبند
حضور ﷺ کے مقررہ مہر و عہد ہارمان ملکیت اور ہر سال آپ ﷺ کی طرف
سے شاہانِ زمانہ کے نام لکھے گئے خطوط کی کئی کئی کاپیاں سند و حال کے ساتھ ہمیں بھیجی گئی ہیں

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ آف فیصل آباد

041-2626046